ان من البیان لسحرا (الحدیث)

خطبات حکیم العصر

جلد ہشتم

افادات

حکیم العصر، محدث دوران
ولی کامل، مخدوم العلماء

حضرت اقدس

مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ باب العلوم
کہروڑپکا ضلع لودھراں

استاذ العلماء

ترتیب: حضرۃ مولانا مفتی ظفر اقبال مدظلہ

ناظم اعلیٰ جامعہ اسلامیہ باب العلوم

حکیم العصر، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید دامت برکاتہم العالیہ کے

علمی خطبات کا حسین مجموعہ

خطبات حکیم العصر

جلد ہشتم

مکتبہ شیخ لدھیانوی

باب العلوم کہروڑ پکا لودھراں

ضابطہ

نام کتاب: خطبات حکیم العصر (جلد ہشتم)

خطیب: حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہٗ

اہتمام: استاد العلماء مولانا مفتی ظفر اقبال مدظلہٗ

تصحیح: مولوی کلیم اختر۔ مولوی عبدالوہاب

تخریج: مولانا محمد عمران

تعداد: 1100

اشاعت اول: جون 2009ء

قیمت:

ناشر

مکتبہ شیخ لدھیانوی باب العلوم کہروڑ پکا ضلع لودھراں

فون: 0300-6804071۔0300-7807639

ملنے کے پتے

- مولانا عبیداللہ صاحب محمود سویٹس کیولری گراؤنڈ۔ لاہور
- ادارہ تالیفات ختم نبوت' اردو بازار۔ لاہور
- مکتبہ ختم نبوت' ملتان
- اسلامی کتب خانہ' کراچی

انتساب

حضرت اقدس

مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتھم العالیہ

اور

حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے نام

اجمالی فہرست

فہرست مضامین

دہشت گرد کون؟

طلباء کی عظمت اور جھوٹا پراپیگنڈہ

دینی تعلیم کی اہمیت

تعلق رسول کی برکات

دینی نسبت اور بابا صندل کا تذکرہ

تربیت اولاد

دین حق کے خادم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت

علامت ایمان

اسلام میں عورت کا کردار

مدارس اور علماء حق

ملکی حالات اور سوات آپریشن

پیش لفظ

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد

وله الکبریاء فی السمٰوٰت والارض وهوالعزیز الحکیم

زمین و آسمان میں ایک ہی اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور کبریائی ہے وہ ذات واجب الوجود مستغنی عن الغیر ہے۔ صمد اور بے نیاز ہے انسان کے وہم گمان سے بالاتر۔ آسمان کی بلندیوں سے اعلیٰ وارفع، ہر چیز اس کی محتاج اور وہ کسی کا بھی محتاج نہیں۔

اس نے ہر چیز کو اپنے ارادہ اور مشیت سے تخلیق کیا پھر اس کی ترتیب کی ذمہ داری بھی خود لی ہر چیز کا وجود وبقا اس کی مشیت پر منحصر ہے۔ اسی نے سید الاولین والآخرین سید الانبیاء رئیس الاتقیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ذات بابرکات کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنایا اور پھر احسان عظیم فرماتے ہوئے ہمیں ان کی امت میں پیدا فرمایا۔

رسول اعظم ﷺ کو اس فانی دنیا سے پردہ فرمائے ہوئے تقریباً سوا چودہ صدیاں بیت چکی ہیں اس طویل بُعد کی وجہ سے امت میں بہت خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

حق و باطل کی کشمکش اور تہذیبوں کا ٹکراؤ تسلسل کے ساتھ جاری ہے بالخصوص زمانہ حال میں باطل اپنی پوری قوت کیساتھ غلط عقائد وافکار کی اشاعت میں منہمک نظر آرہا ہے اس کی مکمل کوشش حق کو مٹانے میں صرف ہو رہی ہے اور فرمان نبوی ﷺ

یصبح مؤمناً ویمسی کافراً

کا نظارا کھل کر سامنے آرہا ہے ایسے حالات میں ان حضرات کا وجود نعمت عظمیٰ سے کم نہیں جو محض رضائے الٰہی کی خاطر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اپنی ہر ممکن کوشش میں مصروف ہیں۔ جن کو اپنی جان سے زیادہ دین حق کی حفاظت پیاری ہے جو اپنے ہزاروں ذاتی عوارض کو پس پشت ڈال کر صراط مستقیم کی طرف لوگوں کو بلانے کا حق ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنے خداداد جذبہ اخلاص کیساتھ اہل اسلام کو مسلکِ حق کھول کھول کر سمجھاتے ہیں۔

انہی خال خال شخصیات میں حکیم العصر حضرت اقدس الشیخ مولانا عبد المجید صاحب دامت برکاتہم کی ذات گرامی ہے جو مذکورہ بالا تمام صفات کا مظہر اتم ہیں۔

حضرت استاد جی مدظلہ کی ذات گرامی میں اللہ نے انتہائی جامعیت رکھی ہے آپ کا فیضان ہر شعبے میں صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتا ہے آپ کے تدریسی فیضان کو (۵۵) سال کا طویل عرصہ بیت چکا ہے اور آپ کے مشہورِ زمانہ درس، درسِ مشکوٰۃ کو (۵۳) سال اور بخاری کا درس دیتے ہوئے (۳۳) سال گزر چکے ہیں۔ اس طویل تدریسی ومحدثانہ زندگی سے آپ کے علمی کمالات کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

پھر سلسلہ تصوف میں بالخصوص رائے پوری سلسلہ میں حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پرملال کے بعد اہل نظر کی نظریں آپ پر مکمل طور پر جم گئیں ہیں۔ تو گویا فیضان تصوف میں بھی آپ کا نام نامی نمایاں حیثیت کا حامل ہے۔

فیاضی وسخاوت کی صفت آپ کی طبیعت میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ آپ شروع سے طبعاً فیاض واقع ہوئے ہیں خاص طور پر غریب اور ضرورت مند طلباء کے ساتھ خفیہ تعاون اور پھر زبان پر اس کا تذکرہ تک کبھی نہ لانا آپ کی زندگی میں معمول کا حصہ بن چکا ہے۔ آپ کے اسی فیض کو مزید عام کرنے کے لیے اللہ رب العزت نے "المجید ویلفیئر ٹرسٹ" کی صورت میں ظاہر کردیا ہے جو آپ ہی کی سرپرستی میں بندہ کی زیر نگرانی بمقام انصاف ٹاؤن نزد سول کورٹ کہروڑپکا جاری وساری ہے۔ اسی جگہ اللہ کے

فضل وکرم اور احباب کے تعاون سے ایک شاندار دیدہ زیب جامع مسجد السعید قائم ہوئی ہے۔ اس ٹرسٹ کا مقصد ضرورت مندوں کی بنیادی ضرورتوں کی فراہمی اور دین اسلام کی اشاعت ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہمیشہ کے لیے جاری وساری رکھے اور معاون حضرات کو اپنی شایان شان اجر عطاء فرمائے (آمین)

ایسے حالات میں ان جیسی نایاب ہستیوں کے علمی وعملی، تحقیقی ونظریاتی جواہر سے فائدہ اٹھانا انتہائی ضروری ہے اس ضرورت کے پیش نظر خطبات حکیم العصر کا عظیم سلسلہ شروع کیا تھا جس کی عوام وخواص میں بے حد پذیرائی ہوئی اور سات جلدیں منظر عام پر آکر ارباب علم وفضل کی علمی وعملی زندگی کا حصہ بن چکی ہیں اب آٹھویں جلد قارئین کے ہاتھوں میں پہچانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں دعا ہے کہ اللہ رب العزت ان کو مفید سے مفید تر بنائے (آمین)

قارئین کے لیے دو اور عظیم خوش خبریاں پیش خدمت ہیں۔

- حضرت الشیخ مدظلہ کے درس بخاری شریف کے دوران علمی وتحقیقی افادات کا مجموعہ یعنی تقریر بخاری شریف عنقریب منظر عام پر آنے والی ہے۔
- ایک عرصہ تک حضرت الشیخ مدظلہ مسلسل مکمل قرآن پاک کا درس پابندی کے ساتھ جامعہ دارالعلوم کبیر والہ پھر اسکے بعد جامعہ اسلامیہ باب العلوم میں دیتے رہے ہیں۔ آپ کا یہ تحقیقی درس طلباء وعلماء کے حلقے میں انتہائی مقبول ومعروف ہوا اس کی افادیت کے پیش نظر ان دروس کی ترتیب پر بھی کام شروع ہو چکا ہے۔ دعاء فرمائیں کے اللہ تعالیٰ اس عظیم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔

آخر میں میں ان معاونین کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنہوں نے قیمتی مصروفیات ترک کر کے میری راہنمائی فرمائی خصوصا میرے تمام اساتذہ کرام جنہوں نے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ اللہ ان کو شایان شان جزاء عطاء فرمائے۔

اور مولوی عبدالوہاب صاحب کا جنہوں نے ان خطبات کو کیسٹوں سے نقل کیا اور

مولانا صہیب محمود صاحب کا جنہوں نے ان خطبات کی کمپوزنگ کا کام سرانجام دیا اور مولانا محمد عمران صاحب کا جنہوں نے ان کو ترتیب دے کر معنون کیا اور تخریج کر کے اس کو تیار کیا اور مولانا کلیم اختر صاحب کا جنہوں نے اس کی تصحیح کی۔ آخر میں عزیزم برخوردار مولانا مفتی صہیب صاحب سلمہ کا تذکرہ کیے بغیر بھی نہیں رہ سکتا جنہوں نے انتہائی دلچسپی سے کام لے کر اس کو کمپوزنگ اور چھپائی کے تمام مراحل سے گزار کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچانے کا بیڑا اٹھایا۔ اللہ انکی عمر میں برکت دے۔

اور ہم سب کو اس کتاب سے استفادے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

ابوطلحہ ظفر اقبال غفرلہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق اور جہاد

بمقام:

بموقع:

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ. وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَبِا السَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنَّا اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِى الْحَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِىْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاَنَّ اَعْمَالَ بَنِىْ اٰدَمَ وَقَوْلَهُمْ يُوْزَنُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْقِسْطَاسُ الْعَدْلُ بِالرُّوْمِيَّةِ وَيُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُوَ الْعَادِلُ وَاَمَّا الْقَاسِطُ فَهُوَ الْجَائِرُ.

بِهٖ قَالَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَشْكَابٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِى الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ.

❀❀❀

رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن ہے:

سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا

یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْبِئِیْنِیْ عَنْ خُلُقِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

مجھے رسول اللہ ﷺ کے خلق کے متعلق بتائیں کہ آپ ﷺ کا خلق کیا تھا؟ خلق ایک عام لفظ ہے جو آپ بھی اپنی زبان میں استعمال کرتے ہیں۔ فلان بڑا خوش اخلاق ہے

- فلاں بڑا با اخلاق ہے......
- فلاں کا خلق بڑا اچھا ہے......

قرآن مجید میں حضور ﷺ کے متعلق آیا کہ آپ ﷺ کو خلق عظیم پر اللہ نے پیدا کیا ہے، بنایا ہے...... وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (سورہ قلم:۴)...... بہت عظمت والا خلق ہے آپ ﷺ کا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں خبر دی۔ تو حضرت سعد بن ہشام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ اے ام المؤمنین! حضور ﷺ کا خلق کیا ہے؟ تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے جواب دیا...... اَلَسْتَ تَقْرَءُ الْقُرْآنَ؟...... کیا تو قرآن نہیں پڑھتا ...... فَاِنَّ خُلُقَ نَبِیِّ اللّٰہِ ﷺ کَانَ الْقُرْآنَ...... کیا تو قرآن نہیں پڑھتا؟ رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن کریم ہے۔ قرآن رسول اللہ ﷺ کا خلق ہے (مسلم ۲۵۶/۱۔ مشکوۃ ۱۱۱) کیا مطلب؟ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے قرآن کریم۔ صحف کی شکل میں بہت سے صحف اترے ہیں۔ آسمان سے انبیاء علیہم السلام پر صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَ مُوْسٰی (سورہ اعلیٰ:۱۹)

زُبُرِ الْاَوَّلِیْن (سورہ شعراء:۱۹۶) یہ لفظ بتاتے ہیں کہ پہلے لوگوں پر بھی صحیفے اور کتابیں اتری ہیں۔ بڑی کتابیں چار معروف ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی توراۃ، حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل۔ اللہ کی طرف سے جتنے نبی آئے ان نبیوں میں سے آخری نبی محمد ﷺ ہیں یہ عقیدہ قطعی ہے۔ آپ ﷺ کے بعد جس کے دماغ میں نبی بننے کا خیال آئے وہ پاگل اور دیوانہ ہے۔ اپنی زبان سے اگر کوئی کہے میں نبی ہوں تو وہ کافر ہے اور اس پر جو ایمان لائے گا وہ بھی کافر اور مرتد ہے۔ اس میں کوئی شبہ کی بات نہیں ہے۔

قرآن کریم اللہ کی کتابوں کا آخری ایڈیشن ہے:

جس طرح سے رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم اللہ کی کتابوں کا آخری ایڈیشن ہے۔ کتاب ایک مؤلف لکھتا ہے اس میں باتیں ہوتی ہیں۔ حالات کے تحت کوئی بات بدلنی پڑ جاتی ہے تو آنے والے ایڈیشن میں اس کی تبدیلی کر دی جاتی ہے۔ کوئی اضافے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اس میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

جتنے جتنے ایڈیشن آتے جاتے ہیں اس میں مؤلف کی طرف سے کچھ نہ کچھ کمی بیشی ہوتی رہتی ہے۔ آخری ایڈیشن جو ہوا کرتا ہے وہ مؤلف کی قطعی مراد ہوتی ہے۔ تو قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتابوں کا آخری ایڈیشن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضیات، نامرضیات کو پوری تفصیل کے ساتھ واضح کر دیا۔ اب قرآن کریم بندے کو اللہ کے ساتھ جوڑتا ہے اور اللہ کو کیسا انسان پسند ہے؟ کیسا بندہ پسند ہے؟ وہ تصویر قرآن کریم دکھاتا ہے جو شخص اللہ کا پسندیدہ بندہ بننا چاہے قرآن کریم اس کو صحیح بندے کی تصویر دکھاتا ہے۔

ظاہراً و باطناً انسان کو کیسا ہونا چاہیے۔ یہ نقشہ قرآن کریم کھینچتا ہے۔ انسان کا یہ ظاہر ہونا چاہیے' باطن یہ ہونا چاہیے

- ظاہر میں اللہ سے ڈرتا ہو......
- نماز پڑھتا ہو......
- زکوٰۃ دیتا ہو......
- روزہ رکھتا ہو......
- حج کرتا ہو......
- اور باطن میں صابر ہو......
- شاکر ہو......
- اللہ کی محبت رکھتا ہو......
- آخرت کی طرف توجہ رکھتا ہو......
- دنیا کی طرف رغبت نہ ہو......

یہ مثال کے طور پر کہہ رہا ہوں۔ ظاہر اور باطن دونوں کے اعتبار سے قرآن کریم نے انسان کی ایک مکمل تصویر کھینچی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ رسول اللہ ﷺ کا خلق دیکھنا چاہیں تو قرآن کو پڑھ لو۔ قرآن جیسے انسان کا مطالبہ کرتا ہے کہ انسان کو ایسا ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ ویسے ہی تھے۔

یہ ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا معنی کہ قرآن انسان کو جیسا بنانا چاہتا ہے۔ قرآن کریم جس قسم کے انسان بننے کا تقاضہ کرتا ہے۔ ظاہر اور باطن کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ ویسے ہی تھے۔ دوسرے لفظوں میں کہہ لیجئے کہ قرآن کریم کتاب کی شکل میں ہمارے سامنے آیا اور سرور کائنات ﷺ کی شکل میں اس کی عملی تصویر ہمارے سامنے آئی۔ قرآن کریم کی عملی تصویر رسول اللہ ﷺ ہیں۔

تعارف حدیث اور اسوۂ حسنہ:

وہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے نشاندہی کی کہ اِنَّ خُلُقَ نَبِیِّ اللّٰہِ ﷺ کَانَ الْقُرْآن تو حضور ﷺ کے خلق کو مجموعی طور پر جمع کیا محدثین نے اور حضور ﷺ کے صحیح

ظاہر اور باطن کی جو تصویر ہے، یہی موضوع ہے حدیث شریف کا۔

حدیث شریف کیا چیز ہے؟ اصطلاحی باتیں کرنے سے عوام کو فائدہ نہیں ہوتا۔ عوام کے فہم کے مطابق سیدھی سی بات کہ حدیث ہے رسول اللہ ﷺ کے ظاہر اور باطن کی تصویر۔ آپ ﷺ ظاہر میں کیا تھے؟ باطن میں کیا تھے؟ آپ ﷺ کے جذبات کیا تھے؟ آپ ﷺ کے خیالات کیا تھے؟ قرآن مجید کے مطابق آپ کس طرح تیار ہوئے کہ اللہ نے آپ ﷺ کی ذات کو پسندیدہ نمونہ قرار دیدیا کہ اگر کوئی میرے نزدیک پسندیدہ بننا چاہتا ہے۔

میرا کوئی محبوب بننا چاہتا ہے تو یہ تصویر ہے

- اس کے مطابق اپنی شکل بنالو......
- اس کے مطابق اپنے جذبات بنالو......
- اس کے مطابق اپنے اعمال بنالو......
- اس کے مطابق اپنے کردار بنالو......

یہ میرے محبوب کی تصویر ہے اور یہی میرا محبوب ہے جو اس کے مطابق ہوگا وہ میرا محبوب بن جائے گا۔ تو رسول اللہ ﷺ کے سارے اخلاق کو جو محفوظ کیا ہے اجمال قرآن میں علم کے درجے میں، عمل کے درجے میں اس کی عملی صورت حدیث شریف میں محدثین نے بیان کی ہے۔ ایک ایک بات رسول اللہ ﷺ کے ظاہر و باطن کی ہمارے سامنے صاف طریقے سے نمایاں کردی اب اگر آپ اس اسوہ کو اپنانا چاہتے ہیں تو آپ کے لیے کوئی دقت کی بات نہیں ہے۔

اللہ کی مرضیات و نامرضیات کو جاننے کا ذریعہ وحی ہے:

تو جو حدیث شریف کا ذخیرہ ہے اس میں بہت اعلیٰ معیار کی صحت کے اعتبار سے، جامعیت کے اعتبار سے، کتاب جو ہمارے ہاں پڑھائی جاتی ہے اس کو صحیح بخاری کہتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی جمع کردہ روایات کا مجموعہ ہے۔ صحیح بخاری جو ہمارے ہاں

پڑھائی جاتی ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کو شروع کیا باب بدؤ الوحی سے کیونکہ اللہ کا رابطہ بندوں کے ساتھ وحی کے ذریعے ہی سے ہے کہ اللہ اپنا علم وحی کے ذریعے اتارتا ہے ورنہ ساری دنیا کے عقل مند اکھٹے ہو کر اگر یہ معلوم کرنا چاہیں کہ اللہ کو کون سی چیز پسند ہے، کونسی چیز ناپسند ہے یہ ممکن نہیں ہے اللہ تو خیر بہت دور کی بات ہے، ہم اگر آپس میں سینہ سے سینہ بھی ملا لیں برسہا برس تک اکھٹے رہ لیں تو بھی کسی کے دل میں کیا خواہش ہے؟ اس کے بتائے بغیر پتا نہیں چلتا۔

آپ کا دوست ہے مہمان آتا ہے تو آپ کو پوچھنا پڑتا ہے کہ ٹھنڈا پسند کریں گے یا گرم اگر وہ کہے کہ ٹھنڈا پسند کرتا ہوں پھر آپ کہیں گے کہ بوتل منگوالیں یا شربت بنوالیں۔ اگر وہ کہے کہ بوتل منگوالو تو پھر پوچھیں گے کہ کونسی بوتل منگوالیں اتنی چھوٹی چھوٹی باتیں انسان کے دل کی وہ بھی آپ پوچھیں تو تب پتہ چلتا ہے اور بتائے بغیر پتہ نہیں چلتا تو اللہ تعالیٰ کی بات آپ عقل کے ساتھ سوچ کر کیسے بتا سکتے ہیں۔ اس لیے جنہوں نے اپنی عقل کے زور سے اللہ کو پہنچاننے کی کوشش کی۔

- وہ آگ کے سامنے بھی جھک گئے......
- درختوں کے سامنے بھی جھک گئے......
- پتھروں کے سامنے بھی جھک گئے......

کونسا حیوان ایسا ہے کہ جس کی انسان نے پوجا نہیں کی۔ انسان اس کے سامنے نہیں جھکا۔ عقل کے زور سے جنہوں نے اللہ کو پہنچاننے کی کوشش کی وہ بھٹکتے ہی پھرتے رہ گئے ان کو اللہ نہیں ملا۔ اس لیے اللہ کی مرضیات معلوم کرنے کا ذریعہ صرف وحی ہے۔

بخاری شریف پر سرسری نظر:

دین وہی ہے جو وحی سے ثابت ہو یہ ایک بہت بڑا اصول ہے جس کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سامنے رکھدیا۔ اللہ نے اپنا علم وحی کے ذریعے سے اتارا اُس کے ساتھ ہمیں ایمان کی تفصیل معلوم ہوئی کہ اللہ کو ماننے کا کیا طریقہ ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے

اس کے بعد کتاب الایمان رکھی

- جس میں ایمان کے اجزاء......
- ایمان کے مقتضیات......
- ایمان کی تفصیل......

اس میں بیان کی۔ ایمان لانے کے بعد پھر اللہ کے احکام کو ماننا ضروری ہو جاتا ہے تو احکام کے جاننے کے لیے علم کی ضرورت ہے۔ تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم رکھی اور کتاب العلم کے بعد پھر احکام کا سلسلہ شروع ہو گیا کتاب الطہارۃ' کتاب الصلوٰۃ' کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج، کتاب الصوم ترتیب بخاری میں اس طرح سے ہے کتاب الحج پہلے ہے کتاب الصوم بعد میں ہے یہ ہیں جن کو ہم عبادات کا حصہ قرار دیتے ہیں خالص عبادات پھر معاملات کا حصہ آیا آخر انسان کو زندگی گزارنے کے لیے خرید و فروخت بھی کرنی پڑتی ہے، کھیتی باڑی بھی کرنی پڑتی ہے، تو زندگی کا کوئی شعبہ نہیں چھوڑا جس میں رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت صحیح معیار کے اوپر اپنی کتاب میں جمع نہ کر دیا ہو۔ یہ سب حضور ﷺ کے خلق میں داخل ہے۔

اہمیت جہاد رسول اللہ ﷺ کے اقوال سے:

اور پھر خصوصیت کے ساتھ کیونکہ انسان کو زندگی میں جس وقت انسان اللہ کے احکام کے مطابق چلنا چاہے تو رکاوٹیں بھی پیش آتیں ہیں اور بعضے ایسے بدبخت اور بدنصیب ہوتے ہیں جو نہ اللہ کے حکم پر چلتے ہیں اور نہ دوسرے کو اللہ کے حکم پر چلنے دیتے ہیں۔ رکاوٹیں پیدا کرنے والی ہمیشہ شیطان کی فوج انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے ان کا کام ہوتا ہے انسان کو غلط راستے پر ڈالنا۔

اللہ کے احکام پر نہ خود عمل کرنا اور نہ دوسرے کو کرنے دینا۔ یہ زندگی کا بہت بڑا اور اہم معرکہ ہے۔ تو اس کا جو علاج حضور ﷺ کے خلق سے معلوم ہوتا ہے وہ ہے

جہاد۔ اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اچھے انداز میں کھل کر اپنی پہلی جلد کے آخر میں کتاب الجہاد کا عنوان دیا اور جہاد کی ضرورت اور جہاد کی اہمیت کو خوب اچھی طرح سے روایات کے طرز میں واضح کیا ہے۔ اور یہ تفسیر ہے قرآن کریم کی ان آیات کی جن میں جہاد کا ذکر آیا ہے بالاختصار ذکر کر رہا ہوں۔ جہاد کے متعلق جتنی آیات تھیں اس کی گویا کہ تفصیل آگئی ان روایات میں سرور کائنات ﷺ نے جہاد کی ترغیب بیان فرمائی ہے۔ پھر یہ تھا

- قول کا درجہ......
- علم کا درجہ......
- جہاد کی اہمیت......

جس میں رسول اللہ ﷺ نے صاف طور پر، واضح الفاظ میں فرمایا...... ذِرْوَةُ سِنَامِهِ الْجِهَادُ (مشکوۃ ۱۴۔ ترمذی ۸۹/۲)...... یاد رکھئے! اسلام کی شان وشوکت صرف جہاد سے نمایاں ہوتی ہے۔ سنام کہتے ہیں اونٹ کی کوہان کو اور آپ نے دیکھا ہوگا کہ جب اونٹ صحت مند ہوتا ہے موٹا تازہ ہوتا ہے تو اس کا موٹاپا اور صحت اس کی کوہان میں بہت نمایاں ہوتی ہے اور جب یہ سوکھنا شروع کرتا ہے تو اسکی کوہان ہی نیچے کو بیٹھا کرتی ہے اس لیے فرمایا...... ذِرْوَةُ سِنَامِهِ الْجِهَادُ ...... اسلام کی کوہان کی بلندی جہاد میں ہے تو کوہان کی بلندی کا معنی یہی ہے کہ اسلام کی شان وشوکت کا اظہار جہاد سے ہوتا ہے۔ اتنے فضائل بیان فرمائے کہ ان فضائل کو سن کر شاید مسلمان مسلمان نہیں ہوتا جس وقت تک کہ اس میں جہاد کا جذبہ نہ ہو اور جہاد کرے نہیں۔ اب اگر اس کے اوپر باتیں آپ کو سنانا شروع کروں تو وقت اسی میں لگ جائیگا۔ یہ ہے قول کا درجہ، ترغیب کا درجہ۔

رسول اللہ ﷺ کا میدان جہاد میں نکلنا:

پھر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الجہاد کے بعد کتاب المغازی کو رکھا ہے۔ پہلے رسول اللہ ﷺ کی جہاد کی آیات اور جہاد کی روایات کو قول کے درجے

میں بیان فرمایا تھا اس کے بعد عمل کا درجہ کہ آپ ﷺ نے اس کے اوپر عمل کس طرح سے کیا اس میں ان کو بیان کرر ہے ہیں۔

مدینہ منورہ میں جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا اکثر حصہ میدان جہاد میں گزرا ہے۔ آج مسلمان اس سبق کو بھول گئے اور جب بھول گئے تو ان کی کوہان پیٹھ سے لگ گئی۔ ان کی شان وشوکت ختم ہوگئی۔ شان وشوکت اگر نمایاں ہوتی ہے تو جذبہ جہاد سے ہوتی ہے۔اس میں صرف ایک بات میں آپ کے سامنے بیان کرتا ہوں اگر یاد رہ جائے۔ سرور کائنات ﷺ کی عادت شریفہ ہو یہ تھی کہ بڑے بڑے معرکوں میں آپ ﷺ خود تشریف لے جاتے تھے اور قیادت کرتے تھے۔

کبھی ضرورت ہوتی چھوٹی جماعت کی تو آپ ﷺ وہ جماعت بھیجتے تھے خود ساتھ تشریف نہیں لیجاتے تھے دوسروں کو بھیج دیتے تھے لیکن کہیں کسی کے دل میں یہ خیال نہ آجائے کہ شاید رسول اللہ ﷺ پیچھے رہ جاتے ہیں اور ہمیں آگے بھیج دیتے ہیں۔ایک یہ وسوسہ بھی تو ڈال سکتا ہے شیطان کہ جہاں مرنے مارنے کی ضرورت ہے ہمیں آگے بھیج دیتے ہیں خود پیچھے رہ جاتے ہیں تو سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کتاب الجہاد میں روایت ہے اور ہم سب کے یادرکھنے کی ہے فرمایا کہ میں کسی کسی جماعت کو بھیجتا ہوں اور خود ساتھ نہیں جاتا کیوں نہیں جاتا؟ فرمایا کہ اگر میں جانے کے لیے تیار ہو جاؤں تو بہت سارے لوگ ایسے ہیں جو میرے بغیر رہ نہیں سکتے وہ میرے ساتھ جانے پر اپنے آپ کو مجبور پاتے ہیں میں بھی ان کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔

لیکن اتنے لوگوں کو ساتھ لے جانے کی نہ ضرورت ہوتی ہے اور نہ گنجائش ہوتی ہے۔ میرے پاس اتنا سامان نہیں ہوتا کہ اتنی جماعت کو ساتھ لیکر چل پڑوں اور ضرورت بھی اتنے آدمیوں کی نہیں ہوتی۔ اگر میں ان کو چھوڑ کر چلا جاؤں ان کا دل خراب ہوتا ہے۔اس لیے میں دوسروں کو بھیج دیتا ہوں اور خود پیچھے رہ جاتا ہوں تاکہ باقی مسلمانوں کا دل خراب نہ ہو کیونکہ جب میں جاتا ہوں سارے چلنے کو تیار ہو جاتے ہیں (بخاری

۳۹۲، ۳۱۷_ مشکوۃ ۳۲۹)

رسول اللہ ﷺ کا شہادت کی تمنا کرنا:

اگلی بات ہے اگر آپ لوگ اس کو وظیفے کے طور پر یاد رکھ لیں تو میرا خیال ہے ایمان کی تازگی کے لیے بہت ضروری ہے۔ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا ...... وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ ...... قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے ...... لَوَدِدْتُّ اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ...... قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میرا تو جی چاہتا ہے ...... اَنْ اُقْتَلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلَ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَلَ (ایضاً) قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میرا تو جی چاہتا ہے کہ اللہ کے راستے میں قتل ہوؤں اور پھر اللہ مجھے زندگی دے پھر قتل ہوؤں پھر اللہ مجھے زندگی دے پھر قتل ہوؤں آخر میں جا کر اُقْتَلَ پر کلام ختم ہے پھر اُحْیٰ نہیں۔

کلام کا اختتام جو ہے اُقتل پر ہے۔ قسم کھا کر فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے میرا تو جی چاہتا ہے کہ مجھے بار بار زندگی ملے اور میں بار بار اللہ کے راستے میں قتل ہوؤں۔ جس نبی کا کلمہ پڑھتے ہو جو بات وہ نبی قسم کھا کر کہے کیا ہمارا وہ ایمان نہیں ہونا چاہیے؟۔ وہ ہمارا ایمان ہونا چاہیے کہ ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہم بھی اللہ کے راستے میں قتل ہوں ہمیں زندگی سے کوئی پیار نہیں ہے ہمیں موت سے پیار ہے۔

موت سے محبت مسلمان کا شعار ہے:

جو قوم موت سے نفرت کرتی ہے۔ جس طرح سے آج ہمیں اس انگریزی تہذیب نے بنا دیا تو اس کی حیثیت خس وخاشاک کے ہو جاتی ہے جو سیلاب آتا ہے ان کو بہا کر لیجاتا ہے ان کے اندر کوئی قوت نہیں ہوتی یہ بات میں نہیں کہتا یہ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ایک وقت آئیگا کہ قومیں تمہارے خلاف سب اکٹھی ہو جائیں گی

اور تمہیں لوٹ کھانے کے لیے ایک دوسرے کو ایسے دعوت دیں گیں کہ جس طرح سے پیالہ پر بیٹھا ہوا کھانے والا آدمی دوسروں کو دعوت دیتا ہے کہ آیئے آپ بھی ایک لقمہ لے لیجئے آیئے آپ بھی ایک لقمہ لیجئے۔ یہ ساری قومیں اکٹھی ہو کر جس طرح آج ایک دوسرے کو لیکر آگے کو بڑھی ہیں آپ کو نوچنے کے لیے اس کی بھی پیشن گوئی حدیث میں موجود ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا اس وقت ہماری تعداد تھوڑی ہو جائے گی؟۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تمہاری تعداد تو بہت زیادہ ہوگی۔ لیکن حیثیت خس وخاشاک کے ہو جائے گی جیسے سیلاب آتا ہے خس خاشاک کو بہا کر لے جاتا ہے اور تمہیں گھن لگ جائیگا جس طرح لکڑی کو گھن لگ جائے تو طاقت نہیں رہتی۔ تمہیں گھن لگ جائے گا تو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ گھن کیا ہوگا۔ فرمایا...... حُبُّ الدُّنْيَا وَكَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ (مشکوۃ ۴۵۹۔ ابو داؤد ۲/۲۳۲)...... دنیا کی محبت میں مبتلاء ہو جاؤ گے مرنے سے نفرت کرنے لگ جاؤ گے جو شخص دنیا کی عیش و عشرت کا عادی ہو جائے مرنے سے نفرت کرنے لگ جائے میں تو کہتا ہوں کہ پوری کی پوری قوم میں یہ بیماری آجائے تو اس کی حیثیت خس وخاشاک کے ہوتی ہے۔ اور آج ہمیں ہماری اس تہذیب نے جس تہذیب کی طرف ہم چلے گئے۔

موت سے نفرت کفار کا شعار ہے:

انہوں نے ہمارے دل و دماغ میں یہ بات ڈالدی کہ اصل تو دنیا کی عیش وعشرت ہے کیوں مرنے کیلیے آگے بڑھتے ہو۔ بس یہ بات ہے کراھیۃ الموت والی کہ جس نے پوری کی پوری مسلم برادری کو خس وخاشاک بنادیا کفر کے سامنے حالانکہ یہ خصلت یہودیوں کی ہے موت سے ڈرنا۔ قرآن مجید میں ہے فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ (بقرہ:۹۴۔ جمعہ:۶) یہودی کہتے تھے ہم اللہ کے محبوب ہیں اللہ کہتے ہیں انہیں کہو کہ مرنے کی تمنا کرو اگر اللہ کے محبوب ہوتو۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا (بقرہ:۹۵) یہودی کبھی بھی مرنے کی تمنا نہیں کریں گے۔یہ موت سے ڈریں گے تو موت سے ڈرنا یہودی کی خصلت ہے اور موت کا شوق جو ہے یہ امت محمدیہ کا خاصہ ہے۔ یہ بچے بچے کو اگر سبق یاد ہو جائے تو یہ پوری کفر کی دنیا خواب میں بھی مسلم کی طرف منہ کرتے ہوئے ڈرے گی۔ کیونکہ جو مرنے کیلیے تیار ہو جائے۔یادرکھواس کو کوئی نہیں مار سکتا۔مراوہ کرتا ہے جو بزدل ہو۔ یہ سبق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس بخاری میں پڑھایا ہے اور یہ روایت جو میں آپ کو سنا رہا ہوں یہ صحیح بخاری کی ہے۔ بہرحال درمیان مین یہ ایک بہت اہم بات تھی جس کی ضرورت ہے کہ بچے بچے کو یہ سبق یاد دلایا جائے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا خط رستم ومہران کے نام:

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جس وقت فارس میں ایران کی فوجوں کے خلاف لڑ رہے تھے یا لڑنے کے لیے گئے تھے تو انہوں نے رستم اور مہران کے نام ایک خط لکھا تھا وہ بھی حدیث میں ہے۔ آج تو آپ نے رستم کو سر پر چڑھایا ہوا ہے جس کو زیادہ بہادر قرار دینا ہو اس کو کہتے ہیں یہ رستم ہے اور یہ نہیں پتہ کہ رستم کو چت کس نے کیا تھا وہ یادنہیں۔رستم کا کندھا جس نے لگایا تھا وہ یادنہیں ہے۔ آج رستم ہند، رستم پاکستان، رستم عالم جو زیادہ طاقتور ہو اس کو رستم کہتے ہیں۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا الی رستم ومہران۔ پہلی بات مسلمان ہو جاؤ۔یہ مسلمان کا خطاب ہے ایران کی فوجوں کو جو اس وقت روس کی طرح آدھی دنیا پر حاوی تھیں۔

مسلمان ہو جاؤ گے تو بچ جاؤ گے اگر مسلمان ہونے کا ارادہ نہیں ہے تو اطاعت قبول کرلو جزیہ دیدو اور ہمارے ماتحت ہو کر رہ لو دو باتیں تو صراحت سے لکھیں۔ تیسری بات خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک عنوان بدل دیا یہ نہیں کہا کہ پھر لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ یہ نہیں لکھا۔

تیسری بات کا عنوان ایسا شاندار اختیار کیا جس کا حاصل میں اپنے الفاظ میں

بیان کرتا ہوں کہ تیسری غلطی نہ کرنا ان موت کے متوالوں سے بھڑنے کی کوشش نہ کرنا۔ ورنہ مارے جاؤ گے۔ لفظ کیا بولے اگر تم جزیہ دیکر بھی تابع ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتو یاد رکھو (میری طرف توجہ کرو) میرے ساتھ ایسے لوگ ہیں جن کو موت سے اتنا پیار ہے جتنا اہل فارس کو شراب سے (مشکوۃ ۳۴۲) یہ الفاظ ہیں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے جن کا ترجمہ میں نے کیا ہے کہ یہ موت کے متوالے ہیں اور ان کو موت کا اتنا شوق ہے جس طرح اہل فارس کو شراب کا۔ تمہیں شراب کا نشہ ہے ہمیں موت کا نشہ ہے لیکن وہ نہ سمجھ سکے آکر ان مستانوں سے ٹکرائے تو نہ رستم رہا نہ مہران رہا نہ ایران کی فوجیں رہیں۔

ان موت کے متوالوں نے پھر ان سب کو اگلے جہاں میں پہنچا دیا۔ یہ ہے سبق جو اصل میں حدیث شریف میں تھا اور مسلمان بچہ آج اس کو بھلا بیٹھا اور اس کے بھولنے کا نتیجہ یہ ہے کہ چاروں طرف سے ذلت برس رہی ہے۔

علماء حق ملک وملت کے محافظ ہیں:

ہم شکر گزار ہیں ان نو جوانوں کے جو عراق میں اور دوسرے محاذوں پر اس فریضے کو ادا کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے لیے عزت کا باعث بن رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ العزیز ان کی کوشش کے نتیجے میں آخر کار کفر ذلیل ہو کر رہے گا۔ لیکن ہمارے اوپر بھی تو فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم بھی ان کے لیے دعا گو رہیں اور اپنے جذبات کو اس قسم کے بنا کر رکھیں جب بھی قوم کی خاطر ملک کی خاطر، وطن کی خاطر میں تو کہتا ہوں کہ ملک کے لیے جتنا جان دینے کا جذبہ ہمارے اندر ہے شاید کہ کسی دوسرے کے اندر نہ ہو ہم ملک کے محافظ ہیں، ہم وطن کے محافظ ہیں، ہم قوم کے محافظ ہیں جب بھی ہمیں موقع ملے گا تو انشاء اللہ العزیز دیکھ لیں گے لوگ کہ مذہبی طبقہ کتنا جان نثار ہے دوسر کوئی طبقہ اتنا جان نثار نہیں ہو سکتا۔

محنت میں کامیابی وزن کی صورتیں ظاہر ہوتی ہے:

یہ سبق پڑھاتے ہوئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آخر میں کتاب التوحید تک پہنچے کیونکہ

خاتمہ جو ہے وہ توحید پر ہی ٹھیک ہے اور کتاب التوحید کے آخر میں جا کر وزن اعمال کا باب رکھا کیونکہ انسان کی زندگی کا خلاصہ وزن اعمال کے ساتھ ہی ظاہر ہوگا۔ جس طرح سے بظاہر کاشت جو ہم کرتے ہیں یہ زمیندار لوگ بھی بیٹھے ہیں ساری محنت کرنے کے بعد جب گندم کا ڈھیر ہوتا ہے تو پوچھتے ہیں کتنے من ہوئی وزن کے ساتھ نتیجہ نکلتا ہے۔ پانچ سو من ہوئی ہزار من ہوئی تو کاشت کار خوش ہوتا ہے کہ میری آمدنی اتنی ہوگئی۔ اتنے من کپاس ہوئی اتنے ہزار من ہوئی تو وزن کے ساتھ محنت کی کامیابی اس کے ہاتھ آتی ہے۔ اسطرح سے انسانی زندگی کی کامیابی وزن کے ساتھ سامنے آئے گی تو حضرت امام بخاری ؒ نے آخر آخر میں وزن اعمال کا باب رکھا ہے اور روایت جو بیان کی ہے وہ یہی ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں جو اللہ کو بہت محبوب ہیں زبان پر ہلکے پھلکے ہیں میزان میں بھاری ہیں۔ سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔

اللہ ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کا اسوہ اپنانے کی توفیق دے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العلمین۔

دہشت گرد کون؟

بمقام:

بموقع:

ختم بخاری کا اہتمام

یہ مجلس ہے صحیح بخاری کے اختتام کی یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے اکابر امت کا ایک تجربہ ہے وہ اپنے تجربے کی بناء پر کہتے ہیں کہ یہ کتاب اللہ کے نزدیک مقبول ہے اور اس کتاب کے اختتام پر دعاء کی جائے تو اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ دعاء قبول ہوتی ہے۔اس لیے پرانے دور سے ہی حل مشکلات کے لئے ،پیش آنے والے مصائب کے ازالے کے لیے ختم صحیح بخاری کا رواج چلا آرہا ہے اب تقریباً یہ سلسلہ کچھ متروک سا ہوگیا ہماری سستی کی بناء پر ورنہ مدارس میں گاہے گاہے ایک ہی دن میں ایک ہی مجلس میں بیٹھ کر صحیح بخاری کی تلاوت کیا کرتے تھے اور تلاوت کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اپنے مقاصد کے لیے دعاء کیا کرتے تھے۔ مجھے یاد ہے کہ جب میرا دورہ حدیث شریف کا سال تھا اس سال بھی ہمارے اساتذہ نے کسی موقع پر اس مقصد کے لیے ہمیں اکٹھے بیٹھا دیا تھا اور بٹھانے کے بعد ہم نے ایک ہی مجلس میں بخاری شریف کی تلاوت کی تھی اور تلاوت کرنے کے بعد دعاء کی تھی۔

دیوبند میں ختم بخاری کا اہتمام:

سنا ہے کہ دارالعلوم میں بھی اس قسم کے موقعے آتے رہتے تھے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بھی باہر سے کسی کی طرف سے کوئی درخواست آتی کہ میں کسی مشکل میں ہوں میرے لیے ختم بخاری کروا کر دعاء کروادیں تو گاہے گاہے اس واقعہ کی اہمیت کی بناء پر ہمارے اکابر میں یہ سلسلہ بھی تھا طلباء سے تلاوت کرواتے اور تلاوت کروانے کے بعد دعاء کرتے۔ یہ ایک تجربے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

سالانہ جلسہ منعقد کرنے کا مقصد:

اس کتاب کے اختتام پر اس لیے اہل مدارس اس موقع پر جب کہ کتاب کا اختتام ہو رہا ہو مجالس منعقد کر لیتے ہیں اور آپ حضرات کو، دوست احباب کو، متعلقین کو، معاونین کو دعوت دے کر جمع کر لیتے ہیں تاکہ آپ کے سامنے مدرسے کی کارکردگی بھی آجائے اور آپ کو یہ اطمینان بھی حاصل ہو جائے کہ جن لوگوں نے اس میں سرمایہ لگایا ہے جن لوگوں نے ان کے ساتھ تعاون کیا ہے ان کو اطمینان قلبی حاصل ہو جائے کہ ہمارا تعاون ضائع نہیں گیا یا ہم نے جو سرمایہ خرچ کیا ہے وہ بے فائدہ نہیں ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ اس تعاون کے صدقے اساتذہ کرام کی محنت کے ساتھ

- اتنے حافظ تیار ہو گئے......
- اتنے قاری تیار ہو گئے......
- اور اتنے عالم تیار ہو گئے......

کہ جب یہ چیز سامنے آتی ہے تو معاونین کو بھی چاہیے کہ اللہ کا شکر ادا کریں اور آئندہ کے لیے اپنے ارادے میں اور مضبوطی پیدا کریں کہ یہ سرمایہ صحیح جگہ میں خرچ ہو رہا ہے اور اس کے نتیجے میں امت کو کتنے بڑے قیمتی حضرات میسر آرہے ہیں تو یہ اطمینان بھی ہو جاتا ہے ان اجتماعات کے ساتھ اور دعا میں شمولیت بھی ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے رحمت کی امید ہوتی ہے کہ جن مقاصد کی اللہ کی طرف سے ہماری لیے آسانی ہوگی ان مقاصد کو اللہ تعالیٰ پورا فرمائیں گے۔اس جذبے کے تحت آپ سب حضرات کو جمع کر لیا جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں تلاوت حدیث کا اہتمام:

تو جہاں تک قبولیتِ دعا کا تعلق ہے وہ ہے صحیح بخاری کے الفاظ کی تلاوت کے ساتھ اور صحیح بخاری ختم ہو گئی جس وقت کہ اس طالب علم نے یا میں نے آپ کے سامنے آخری روایت پڑھ دی بخاری ختم ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ کے کلام کی آخری روایت جب

آپ کے سامنے پڑھ دی گئی تو بخاری ختم ہوگئی اس کے اوپر جو ہم گفتگو کریں گے وہ ہماری کلام ہے اس کی تشریح میں ورنہ ختم کا تعلق جیسے میں نے پہلے عرض کیا ہے یہ الفاظ کے ساتھ ہے اس لیے ہم سال کے دوران میں اس بات کا اہتمام کیا کرتے ہیں کہ کوئی روایت بغیر تلاوت کے نہ گزرے مثلاً استاد ترجمہ کر دیتا ہے اور طالب علم اس سے آگے پڑھنے لگ جائے عبارت نہ پڑھے ایسا نہیں بلکہ ہم صحیح بخاری کے سبق کے دوران میں اس بات کا التزام کرتے ہیں کہ ایک ایک روایت کا تلفظ زبان سے ہو جائے۔ باقی کتابوں میں اتنا اہتمام نہیں کیا جاتا جتنا کہ صحیح بخاری کے اندر کیا جاتا ہے۔

تعلیمی سال کی ابتداء اور انتہاء:

تعلیمی سال ہمارا شروع ہوتا ہے شوال سے اور ختم ہوتا ہے رجب پر اس لیے عام مدارس میں معمول یہی ہے کہ رجب کے آس پاس رجب سے ایک آدھا دن پہلے یا رجب کے شروع ہونے کے بعد امتحان منعقد ہونے سے پہلے پہلے یہ مجالس منعقد ہوتی ہیں اور ان مجالس میں اکثر و بیشتر اللہ کی توفیق کے ساتھ حاضر ہونے کا اتفاق ہوتا ہے۔ احباب دلچسپی لیتے ہیں تو جہاں تک روایت کے مفہوم اور مضمون کا تعلق ہے وہ تو ایک شہر میں متعدد جلسے ہوتے ہیں ہر جگہ کچھ نہ کچھ بیان ہوتا رہتا ہے۔

جیسے قرآن کریم کے ختم پر وہی سورتیں سنی جاتی ہیں اور قرآن کریم کو ختم کر دیا جاتا ہے اس طرح سے اس روایت کا ترجمہ اس روایت کا مفہوم اس کے اندر جو اللہ کی طرف سے اور اللہ کے رسول کی طرف سے ہدایات ہیں ان کو نمایاں کرنے کے لیے جگہ بہ جگہ بیان ہوتے رہتے ہیں اور چونکہ مجمع عام ہوتا ہے اس لیے عادت کچھ اس طرح سے بنائی ہوئی ہے کہ موقع محل کے مطابق صحیح بخاری کے درس سے ہٹ کر کچھ باتیں احباب کی خدمت میں عرض کر دیں جائیں وقت کے تقاضے کے تحت اس سے عامی سے عامی آدمی کو اس مجلس میں آنے کا ظاہری فائدہ بھی ہو جاتا ہے باطنی فائدہ ثواب والا، گناہ کی معافی والا' دعاء کے قبول ہونے کا ایک باطنی فائدہ ہے۔ لیکن جب

ظاہری طور پر بھی سارے جمع ہو گئے تو ان کے کان میں بھی اس قسم کی کچھ باتیں پڑ جائیں جو ان کے لیے مفید ہوں تو درس بخاری سے ہٹ کر کچھ نہ کچھ چند منٹ گفتگو کرنے کا یہ معمول میں نے بنایا ہوا ہے۔

سٹیج پر بیٹھے ہوئے اولیاء میرے پشت پناہ ہیں:

اب کس موضوع پر بات کروں سب سے پہلے میں درخواست کرتا ہوں سٹیج کے اوپر بیٹھنے والے علماء محدثین اور اولیاء کے جم غفیر سے کہ یہ سارے کے سارے اپنی توجہ مبذول فرمائیں اور اپنی توجہ کے ساتھ میری مدد فرمائیں جس کو میں کہہ سکتا ہوں کہ پشت کے پیچھے ان کو جو بیٹھایا گیا ہے تو اصل کے اعتبار سے ان کو پشت پناہ بنایا گیا ہے یہ پشت پناہی کریں اپنی توجہ کے ساتھ دعاء کریں اللہ تعالیٰ صحیح بات کہنے کی توفیق دیدے سمجھنے کی توفیق دے اور عمل کی توفیق دے (آمین)

گفتگو کا خطاب ان حضرات کے لیے نہیں ہوتا جو یہ علماء کا گروہ سٹیج کے اوپر بیٹھا ہوا ہے مخاطب طلباء ہوتے ہیں یا عوام ہوتی ہے اور ان کی تو ہمیں برکت کی ضرورت ہے اور توجہ کی ضرورت ہے۔ ہمیشہ سے معمول ہے کہ سٹیج پر بڑے بڑے اکابر بیٹھے ہوا کرتے تھے۔ حضرت سید نفیس شاہ صاحب ؒ اکثر و بیشتر ان جلسوں میں تشریف لاتے تھے حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم سٹیج کے اوپر نظر آیا کرتے تھے اور اس طرح سے دوسرے بزرگ حافظ ناصر الدین صاحب بھی تشریف لایا کرتے تھے آج وہ بھی نظر نہیں آرہے اور ایک کو اللہ نے اپنے پاس بلا لیا اور دوسرے صاحب فراش ہیں اور ان میں ہمت نہیں ہے کہ اس طرح سے اب جلسوں کے اندر آئیں وہ اپنی جگہ بیٹھے ہوئے ہی دعاء گو ہیں تو میری عادت تھی میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر یہاں اس نشست پر بیٹھنے سے پہلے ان کی خدمت میں درخواست کیا کرتا تھا کہ حضرت گفتگو کرنے کی اجازت عطاء فرمائیں اور آپ روحانی طور پر متوجہ بھی رہیں میری زبان پر جو دو چار الفاظ جاری ہونگے وہ آپ حضرات کی توجہ سے ہونگے۔

اب اس میں کوئی شک نہیں کہ اکابر سے ہماری یہ سیٹیں خالی ہو گئیں لیکن اکابر کے پیچھے جو یہ جانشین آ رہے ہیں یہ بھی انتہائی قابل قدر ہیں اور ان سے بھی یہی درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری باتیں سننے کے لیے یا نئی بات تلاش کرنے کے لیے متوجہ نہ ہوں آپ میرے پشت پناہ ہیں آپ توجہ رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہمت و طاقت دے کہ میں کوئی بات کہہ سکوں اصل خطاب وہ طلباء کو ہے یا عوام کو ہے کیونکہ اس سبق کے اختتام کا تعلق طلباء سے بھی ہے جو آپ کے سامنے سٹیج پر بیٹھے ہیں اور اس سبق کا تعلق طالبات سے بھی ہے جو اپنی جگہ جمع ہیں اور وہ بھی اسی طرح سے کتابیں لیکر بیٹھیں ہوئی ہیں۔ اور ان کے سبق کا بھی آج اختتام ہے اس لیے اللہ کی توفیق کے ساتھ ہو سکتا ہے ایک آدھ بات میں خصوصیت کے ساتھ ان بہنوں بیٹیوں کو خطاب کر کے بھی کہوں۔

اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دو گے:

ویسے ایک بات میرے ذہن پر غالب آ رہی ہے اور طبیعت تقاضہ کر رہی ہے کہ میں پہلے وہ بات کروں۔ اس دور میں مختلف شہروں میں مختلف مدارس میں جانے کا اتفاق ہوتا ہے۔ اب اس قابل تو نہیں ہوں کہ میں ہر جگہ ذمہ داری کو نبھا سکوں لیکن دوست احباب کے تقاضے سے لڑھکتا پھڑکتا جیسے کیسے ہے پہنچ جاتا ہوں۔ ایک بات عام طور پر دیکھنے میں آتی ہے اور اس پر حیرت بھی ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سٹیج کے اوپر ہم لوگ ہمارے بھائی...... علماء کرام...... واعظ...... دوسرے لوگ...... اکثر و بیشتر تقریر میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مدرسوں کے طلباء دہشت گرد نہیں ہیں یہ عنوان اکثر سٹیجوں پر آتا ہے ابھی بھی آپ سن رہے تھے یعنی ہم صفائیاں دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم دہشت گرد نہیں ہیں یہ ہم اپنا دفاع کرتے ہیں۔ ان طلباء علماء کو چھوڑ کر آپ عوام سے پوچھتا ہوں کہ اس وقت میرا خیال یہ ہے اس میدان میں قریب قریب دور دور کے شہروں میں سے بھی اور دیہاتوں سے بھی لوگ آئے ہوئے ہیں یہ مجمع جو ہے

ایک محلے کا یا ایک شہر کا نہیں ہے دور دور سے حضرات آئے ہوئے ہیں سارے شہروں میں سے کوئی نہ کوئی نمائندہ آیا ہوگا۔

دیہاتوں سے لوگ آئے ہوئے ہیں تو میں ان آنے والوں سے پوچھتا ہوں کہ جہاں جہاں سے آپ آئے ہیں وہاں عربی مدارس ہیں میرا خیال ہے کہ کوئی شہر خالی نہیں اب تو یوں سمجھو کہ جس طرح سے کہتے ہیں کہ اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کے دبادیں گے جب سے مدارس کی مخالفت شروع ہوئی ہے اس وقت سے ان کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا آرہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ شاید کوئی دن ایسا نہیں آتا کہ جس دن کسی نئے مدرسے کا افتتاح نہ ہو۔ وفاق المدارس کے ساتھ الحاق کروانے والوں کے فارموں پر میں دستخط کرتا کرتا تھک جاتا ہوں اتنے لوگ ہیں جو الحاق کے فارم لیکر آتے ہیں اور میری تصدیق کے ساتھ انکا وفاق کے ساتھ الحاق ہوتا ہے۔

اتنی کثرت سے مدرسے بن رہے ہیں۔ اس وقت ایک بات ذہن میں آتی ہے باتیں تو بہت آتی ہیں کیا کروں اور کیا چھوڑوں لیکن جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ کہیں رہ نہ جائے پہلے میں اس بات کو پورا کرلوں تعداد بہت کثرت سے ہوگی اور ہورہی ہے ہر مدرسے میں ہر شہر میں مدرسے ہیں اب یہاں میرا خیال ہے کہ آپ میں سے شاید کسی کو بھی معلوم نہ ہوگا فیصل آباد کی حدود میں دینی مدرسے کتنے ہیں۔ بڑے بڑے مدارس جن کو میں جانتا ہوں

- جامعہ امدادیہ ہے......
- درالعلوم ہے......
- عبیدیہ ہے......

یہ مدرسہ ہے جس میں آپ بیٹھے ہیں

- مدنیۃ العلم ہے......
- جامعہ فاروق اعظم ہے......

یہ مدرسے ہیں بڑے بڑے جن کو میں جانتا ہوں جہاں دورہ حدیث شریف بھی ہوتا ہے اور اس کے علاوہ کتنے گلی کوچوں میں پھیلے ہوئے ہیں جہاں صرف قرآن کریم کی تعلیم ہوتی ہے یا جس میں کتب کے درجات ہیں دو دو چار چار...... کوئی رابعہ تک...... کوئی خامسہ تک ہے...... کوئی محلہ شاید خالی نہ ہو...... کوئی گلی خالی نہ ہو...... جس میں چھوٹا بڑا کوئی نہ کوئی مدرسہ نہ ہو...... اور یہی حال ملتان میں ہے...... یہی حال دوسرے شہروں میں ہے۔

دہشت گرد کون؟ عوام جواب دیں:

تو میں عوام سے پوچھتا ہوں کہ یہ مدرسے آبادیوں میں ہیں اور ارد گرد آپ لوگ آباد ہیں تو آپ نے کبھی زندگی میں خطرہ محسوس کیا کہ رات کو طلباء ہمیں لوٹ نہ لیں یا کوئی قتل وغارت نہ کریں اور آپ کو پہرے دینے کی ضرورت پیش آئی ہو عربی مدارس کے طلباء سے اپنے گھروں کی حفاظت کرنے کے لیے کوئی بیٹھا ہو کبھی آپ کو ضرورت پیش آئی ہو تو بولو!

تمہیں یہ ضرورت، تمہیں یہ خطرہ، کبھی محسوس ہوا ہے کہ ہمارے محلے میں مدرسہ ہے اور اس میں طالب علم ہیں اور بش کہتا ہے یہ دہشت گرد ہیں ہم تو دیکھتے ہیں یہ سارے شریف لوگ ہیں کبھی پہرے دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی ہمارے بچے بچیاں چلتے پھرتے ہیں گلیاں محلوں میں ہمیں کبھی یہ سوچنے کی ضرورت پیش نہیں آتی کہ یہ دہشت گرد مدرسوں والے ان کو اٹھا کر بیچ نہ دیں' امریکہ نہ بھیج دیں کبھی خطرہ محسوس نہیں ہوتا تو صفائی دینے کی علماء کو کیوں ضرورت پیش آ رہی ہے تم سارے کیوں نہیں بولتے کہ یہ مدرسے تو ہماری ناک کے نیچے ہیں ہم نے تو ان کو کبھی فساد کرتے ہوئے نہیں دیکھا عوام کیوں نہیں بولتی اور اگر عوام کا خیال بھی یہی ہے کہ ہم دہشت گرد ہیں تو ہمیں خود کہیں لیکن آپ تو ہمارے ہاتھ چومتے ہیں

✿ ہمارے آگے پیچھے پھرتے ہیں......

* ہماری عزت واکرام کرتے ہیں......

ہم جانتے ہیں کہ آپ ہمیں دہشت گرد نہیں سمجھتے۔لیکن ان عالمی سطح پر بھونکنے والوں کو جواب دینا صرف ہمارے ذمے ہے آپ لوگوں کے ذمے نہیں ہے کہ آپ بولیں کہ کیوں کہتے ہو کہ یہ دہشت گرد ہیں یہ تو چالیس سال سے مدرسہ ہمارے محلے میں ہے ہم نے تو کبھی نہیں دیکھی دہشت گردی

یہ مدرسہ تو پچاس سال سے ہمارے محلے میں چل رہا ہے ہم نے تو کبھی نہیں دیکھا۔

* یہ دہشت گردی کرتے ہوں......
* ہم نے کبھی ان سے اپنی عزت کے نقصان کا اندیشہ نہیں پایا......

ہم نے کبھی اپنے مال کے لیے ان کی طرف سے خطرہ محسوس نہیں گیا ہم نے اپنی جان کے لیے کبھی ان کی طرف سے خطرہ محسوس نہیں کیا

یہ پاک دامن فرشتوں کی صورت میں چلتے پھرتے ہیں پھر تم کیوں عالمی سطح پر شور مچا رہے ہو کہ یہ دہشت گرد ہیں تمہیں امریکہ میں بیٹھے پتہ چل گیا اور ہمیں ان کے پڑوس میں رہتے ہوئے پتہ نہیں چلتا کہ یہ دہشت گرد ہیں ہم تو ان سب کو شرفاء مانتے ہیں شرافت کی انتہاء پہ پاتے ہیں تو یہ صفائی ہمیں دینے کی بجائے صفائی تم عوام کو دینی چاہیئے کہ کیوں بھونکتے ہو اس طرح ایسی باتیں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں ہم ان کے پڑوس میں رہتے ہیں کیا یہ بات میں صحیح کہہ رہا ہوں یا نہیں تو پھر تم ایک قدم آگے بڑھاؤ کہ تمہیں یہ سوچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

کہ یہ دہشت گرد ہیں تو ان کے لیے ہیں ہمارے لیے نہیں ہیں۔وہ ان کو دہشت گرد سمجھتے ہیں یہ دہشت گرد ان کے لیے ہیں ہمارے لیے نہیں ہیں تو ہم کیوں کہیں ہم تمہارے لیے دہشت گرد نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم تمہارے لیے دہشت گرد ہیں انشاء اللہ العزیز تمہاری موت ہمارے ہاتھ آئیگی۔تم ٹھیک دھڑک رہے ہو تمہارا دل

جو ہماری طرف سے دھڑک رہا ہے ٹھیک دھڑک رہا ہے تم نے مرنا ہے ہمارے ہاتھوں مرنا ہے۔ یہ چیز ہمیں وراثت میں ملی ہے ہم اس کا اقرار کرتے ہوئے اور اعتراف کرتے ہوئے کیوں ڈر محسوس کریں۔

علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں:

ہمیں لوگ کہتے ہیں ورثۃ الانبیاء اور آپ بھی اپنی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم انبیاء علیہم السلام کی وراثت لے رہے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کی وراثت پا رہے ہیں تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت حق کا اعلان مکہ میں شروع کیا تھا تو کونسا الزام ایسا ہے جو مشرکین مکہ نے ان پر نہیں لگایا۔ تاریخ میں جو کچھ ہے اس کو چھوڑو قرآن کیا کہتا ہے؟ ساحر کہا کہ جادوگر ہے

- کاہن کہا کہ یہ جنوں کے ساتھ رابطہ رکھنے کی بناء پر کہانت کرتے ہیں۔
- شاعر کہا کہ یہ بناوٹی باتیں بناتے ہیں......
- مفتری کہا......
- کذاب کہا کہ جھوٹ بولتے ہیں......
- باتیں گھڑتے ہیں......
- مفتری ہیں......
- کذاب ہیں......
- اور کوئی بات فٹ نہ آسکی تو کہا یہ مجنون ہیں......
- یہ پاگل ہیں......
- یہ دیوانے ہیں......
- میں کہتا ہوں......

تمہیں جو آج کہا جا رہا ہے وہ اس سے زیادہ ہے؟ جب مجمع کا موقعہ ہوا کرتا تھا اس وقت ٹھیک ہے ریڈیو نہیں تھا اس وقت ٹھیک ہے کہ ٹیلی ویژن نہیں تھا کیا آپ

سیرت کی کتابوں میں نہیں پڑھتے کہ راستوں کے اوپر بیٹھ جایا کرتے تھے یہ مشرک اور مشرکوں کے نمائندے اور آنے والوں کو کہا کرتے تھے کہ یہاں ایک پاگل ہے جو ایسی باتیں کرتا ہے کہیں اس کے قریب نہ چلے جانا۔ یہاں ایک کاہن ہے جو ایسی باتیں کرتا ہے کہیں اس کے پھندے میں نہ پھنس جانا' یہاں جادوگر ہے اس کے پاس نہ جانا ورنہ وہ تمہیں اپنا مطیع کریگا۔ کیا یہ پروپیگنڈے سڑکوں کے اوپر بیٹھ کر مشرک نہیں کرتے تھے؟ (سیرت ابن ہشام ۱/۲۶۹۔ خصائص کبری ۱/۱۸۶ وغیرہ)

کیا یہ باتیں سیرت کی کتابوں میں مذکور نہیں ہیں؟ تو جتنا پروپیگنڈہ کرنا ان کے اختیار میں تھا انہوں نے کیا اور سرور کائنات ﷺ اپنے کردار سے اپنی گفتار سے اپنے اخلاص سے جو کچھ سامنے لائے اس کے ساتھ ان کے پروپیگنڈے کی تردید خود بخود ہوتی چلی گئی۔ آج ان کی وراثت پانے والے بھی موجود ہیں مشرکین کے وارث وہ ہیں جو ان ورثاء الانبیاء علیہم السلام کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے ورثاء بھی موجود ہیں

- جو اپنے کردار کے ساتھ......
- اپنے علم کے ساتھ......
- اپنی گفتار کے ساتھ......

ان کا مقابلہ کرتے ہیں اور ان کے پروپیگنڈے کی تردید خود بخود ہوتی چلی جاتی ہے۔ ان کا پروپیگنڈہ اسلام کے پھیلنے سے مانع نہیں ہوا آج ان کا پروپیگنڈہ جس انتہا پر ہو رہا ہے تو کیا آپ یہ پڑھتے نہیں کہ یہ جتنا پروپیگنڈہ کرتے ہیں اسلام اتنا ہی پھیلتا جا رہا ہے۔ فرانس میں بڑی تیزی سے اسلام پھیل رہا ہے

- برطانیہ میں بڑی تیزی سے اسلام پھیل رہا ہے......
- آئے دن مسلمان ہو رہے ہیں......
- گرجے گھر مٹ رہے ہیں......

- مسجدیں بڑھ رہی ہیں......
- گرجے گھر بیچے جارہے ہیں......
- مسلمان خرید رہے ہیں......

اب دونوں باتوں میں جوڑ تو دیکھو کہ جتنا پروپیگنڈہ وہ زیادہ کرتے ہیں اور جتنا مسلمانوں کو دبانے کیلیے ظلم وستم زیادہ کرتے ہیں روئے زمین کے اوپر اسلام اتنا ہی پھیلتا چلا جارہا ہے۔ان کے ظلم وستم کے نتیجے میں یوں سمجھو کہ ان کا ظلم ہمارے لیے ترقی کا باعث بن رہا ہے......

ہمیں غفلت سے جگانے کا ذریعہ بن رہا ہے۔آج ہم سال کے بعد اس واقعے پر احتجاج کررہے ہیں کہ بچیوں کو انہوں نے ظالمانہ طریقے سے مارا جس ظلم کی مثال نہ انگریز کے دور میں ملتی ہے اور نہ کسی دوسرے کے دور میں ملتی ہے جتنا ظلم یہاں ہوا لیکن اس ظلم کی ابتداء کب ہوئی۔

سب سے پہلے اسلام کی خاطر خون عورت کا بہا ہے:

- سب سے پہلے آپ حضرات جانتے ہیں......
- کتابوں میں پڑھتے ہیں......
- واعظوں میں سنتے ہیں......

اسلام کے آنے کے بعد اس روئے زمین پر سب سے پہلے جس کا خون گرا ہے وہ عورت ہے جس کو سمیہ رضی اللہ عنہا کہتے ہیں۔اور وقت کے فرعون نے اس طرح سے ان کو شہید کیا تھا

- اس کے پاس فاسفورس کے بم نہیں تھے جو بم مارتا......
- اس کے پاس کلاشنکوف نہیں تھی جو گولی مارتا......

ظلم کی صورت جو انتہائی سوچی جا سکتی تھی۔اس سے بڑھکر نہیں سوچی جا سکتی۔ظالم نے اس صورت کو سوچا اور اپنایا کہ دو اونٹ لیکر ایک ٹانگ اس اونٹ کے

ساتھ باندھی اور ایک ٹانگ اس اونٹ کے ساتھ باندھی اور مخالف سمت میں اونٹوں کو چلا کر سمیہ رضی اللہ عنہا کے دو ٹکڑے کر دیئے (تفسیر قرطبی سورہ نحل آیت ۱۰۶ کے تحت) کیا اس سے زیادہ ظلم کی کوئی مثال آپ کے سامنے آسکتی ہے اگر اس وقت کے فرعون نے ایک معصومہ کا خون گرایا تو جب تک وہ خون اس کی اپنی رگ میں تھا وہ اس کے بدن کی پرورش کرتا تھا۔ اور جب وہ خون رگ سے نکل کر زمین پر آیا اس نے پوری قوم اور اسلام کی پرورش کی اور یہی شہداء کے خون کی خاصیت ہوتی ہے کہ جب یہ رگوں سے بہتا ہے تو اسلام کی کھیتیاں لہلہاتی ہیں بدن سے جب یہ خون نکلتا ہے تو قوم اور اسلام کے لیے سرسبزی کا باعث بنتا ہے۔

یہ ظلم کی ابتداء ہوئی اور اس وقت کا فرعون انتہائی درجے میں جو سزا سوچ سکتا تھا اس سے زائد اس کے ذہن میں تصور نہیں آیا ہوگا جس طرح سے اس نے سزا دی تو آج اگر سمیہ رضی اللہ عنہا

- اللہ کے نام پر مر گئی......
- کٹ گئی......
- ٹکڑے ہو گئی......
- چر گئی......

اور آنے والی عورتوں کی نسل کو یہ تعلیم دے گئی کہ دین کے لیے بدن کے ٹکڑے کروائے جاسکتے ہیں دین کو چھوڑا نہیں جا سکتا تو آج اگر اس خون کی بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے تو اس سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے نام ونشان مٹ جاتا ہے ان لوگوں کا جو حق کے ساتھ ٹکراتے ہیں۔ لیکن حق والوں کے لیے کچھ امتحان ہوتا ہے جس میں ان کو ثابت قدم رہنا پڑتا ہے۔ یہ ظلم جو ہوا ہے جس کو آج ایک سال ہو گیا جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

پاکستان میں عیسائی تہذیب کا تسلط:

پاکستان ۱۹۴۷ء میں بنا تھا۔ ۱۴اگست ۱۹۴۷ء کو یہ تھی وہی عیسائی تاریخ جو ہم پر مسلط تھی عربی تاریخ کیا تھی وہ آپ نے بھلادی جیسے عام حالات میں بھی تم نے اپنے عربی مہینے یادرکھے نہ تاریخیں یادرکھیں۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا چودہ اگست کو ۲۶ رمضان تھا ہماری تاریخ چونکہ غروب آفتاب کے ساتھ بدل جاتی ہے تو غروب آفتاب کے بعد ستائیسویں رات شروع ہوئی اور ۱۴؍۱۳اگست نے رات بارہ بجے تک جاناتھا اس وقت یہ اعلان ہوا ہے ریڈیو کے اوپر تقریریں سننے والوں میں میں بھی تھا جس نے یہ اعلان سنا۔ بلکہ شاید اس وقت پہلی دفعہ ریڈیو سنا تھا انگلینڈ سے ایک آدمی آیا تھا وہ اپنے ساتھ لایا تھا ورنہ یہ چیز عام نہیں تھی۔ تو گویا کہ ستائیس رمضان کو یہ پاکستان کا اعلان ہوا تھا ۱۴اگست ستائیس رمضان۔ ہمیں افسوس ہے کہ مذہبی طبقے کے لوگ جو دن مناتے ہیں چودہ اگست کا اگر وہ ستائیس رمضان کو منالیا کرتے تو کم ازکم قوم کوشاید یہ احساس ہوتا کہ یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے ہمیں ستائیس رمضان کو دی تھی اور جواس دن خرافات کی جاتی ہیں۔

تو اگر رمضان کی ستائیسویں رات کو یہ دن منایا جاتا تو شاید یہ اتنی خرافات اس میں نہ ہوتیں۔ اب تو پوری نسل کی نسل غافل ہے ان کو پتہ ہی نہیں کہ رمضان شریف میں اعلان ہوا تھا اور ستائیسویں رات کو اللہ نے ہمیں یہ نعمت دی تھی ہم نے اس کو بھلادیا۔ حالانکہ عربی تاریخوں کا یادرکھنا یہ فرض کفایہ ہے۔ عربی مدارس میں ہم شوال، ذوالقعدہ، ذوالحجہ یہ تاریخیں یادرکھتے ہیں۔

ان کی برکت سے آج تک آپ کے یہ رمضان کے دن محفوظ ہیں، حج کے دن محفوظ ہیں ورنہ ہمارے سکول کالج کی تعلیم نے تو جس طرح سے ہماری شکلیں بگاڑ دیں مسلمانوں جیسی نہیں رہنے دیں......

ہمارے ذہن بگاڑ دیئے مسلمانوں جیسے رہنے نہیں دیئے۔ اب ہم اس چھوٹے

سے بچے سے پوچھیں کہ سال میں کتنے مہینے ہوتے ہیں وہ کہے گا بارہ۔آپ پوچھیں کون کون سے وہ ایک ہی سانس میں جنوری،فروری، مارچ،اپریل شمار کر دیگا۔لیکن اس بچے کے باپ سے پوچھو کہ عربی مہینے کون سے ہیں تو کسی کو یاد نہیں۔

حصول ملک کی قیمت:

ہم اس طرح سے اپنی تاریخ کو بھلا کر بیٹھ گئے۔اب یہ آرہا ہے چودہ اگست اس میں پاکستان کو ہو جائیں گے اکسٹھ سال۔اس پاکستان کی کتنی قیمت ادا ہوئی اس کو ذرا مستحضر کریں۔پچاس سالہ جوبلی جب منائی گئی تھی تو اخبارات میں بڑے بڑے اس کے اوپر مضمون لکھے تھے۔انڈیا کے اخباروں نے لکھا تھا کہ پاکستان کی تقسیم کے موقع پر ملک کی تقسیم کے موقع پر تقریباً چھ لاکھ آدمی قتل ہوا ہے انڈیا کے اخباروں نے لکھا تھا۔پاکستان کے اخباروں نے لکھا تھا تقریباً ایک (۱) لاکھ آدمی تقسیم پاکستان کے موقع پر قتل ہوا۔انڈیا نے چھ لاکھ لکھا تھا۔

- کتنی مسجدیں ویران ہوئیں شمار میں نہیں......
- کتنے مدرسے اجڑے شمار میں نہیں......
- کتنے اسلامی کتب خانے جلائے گئے شمار میں نہیں......

لیکن ان سب کے مقابلے میں دردناک بات وہ ہے کہ سرکاری رپورٹ کے مطابق جنہوں نے بچیوں کی رپورٹ لکھوائی کہ ہماری بچیاں سکھوں نے اٹھالیں ان کی تعداد تقریباً پچھتر ہزار تھی اور حکومت کی کوشش کے ساتھ صرف پچیس ہزار بازیاب ہوئیں پچاس ہزار پھر بھی سکھوں کے قبضے میں رہ گئیں۔

قومی غیرت وحمیت کا ثبوت دو:

جب یہاں آتے ہی یہ جشن شروع ہوئے اور یہ راگ ورانی اور شراب نوشی کی محفلیں شروع ہوئیں تو ہمارے ایک درویش بزرگ مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ درس میں چلا چلا کر کہا کرتے تھے بے غیرتو او دیوثو! تمہیں یہ نہیں معلوم کہ تمھاری پچاس ہزار

بہنیں تمہارے لیے سکھ بھانجے جن رہی ہیں اور تم یہاں ناچنے میں لگے ہوئے ہو۔ تمہیں پتہ نہیں تمہیں تو اس واقعے کی بناء پر چاہیئے تھا کہ بچے بچے کے دل میں اسلامی غیرت کا جوش پیدا کرتے اور ان کو جہاد کے لیے تیار کرتے اگر یہ طرز فکر اپنا لیا جائے تو شاید یہ باتیں نہ ہوتیں حقیقت ہوتی کہ لال قلعے کے اوپر بھی پاکستان کا جھنڈا لہراتا۔

پاکستان اندورنی فسادات کا شکار:

اگر قوم کے اندر یہ غیرت باقی رہ جاتی۔لیکن ہم تو سب کچھ بھول گئے۔صرف اپنی رنگ رلیو میں لگ گئے۔ یہ تو ہماری ابتداء ہے اور اس کے بعد پھر اس مسلمان ملک میں اسلامی آئین کے نفاذ کے لیے کوششیں ہوئیں یا یہاں کے مسلمانوں کو بے دین بنانے کے لیے فتنے ہوئے ان کے ردعمل میں جو کوششیں ہوئیں ان کو اگر آپ شمار کریں ۵۳ء کی تحریک میں دیکھو کتنا خون ہوا اور چوہتر ۷۴ کی تحریک میں جس میں مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا کتنے قتل ہوئے اور پھر بھٹو صاحب کے دور میں سب سے پہلے سندھ میں لسانی فساد ہوا سندھی اور پنجابی کی لڑائی میں کتنے مسلمان مارے گئے اور پھر ایم کیو ایم بننے کے بعد سب سے پہلے پٹھان اور اردو بولنے والوں کا فساد کراچی میں ہوا تو کتنی املاک جلائی گئیں اور کتنے آدمی مرے اور اس وقت سے لیکر اس وقت تک صوبائی تعصب لسانی تعصب کے تحت مرنے والے کون؟ پاکستانی مسلمان۔ مارنے والے کون؟ پاکستانی مسلمان۔مشرقی پاکستان کے علیحدہ ہونے کے وقت کتنے بنگالی مرے اور کتنے بنگالی اور غیر بنگالی کے درمیان مقابلہ ہوا۔

مارنے والے بھی مسلمان اور مرنے والے بھی مسلمان اور اس مرنے اور مارنے میں جو اسلحہ استعمال ہوتا ہے وہ بھی مسلمان کے پیسوں سے خریدا ہوا اگر آپ حساب کریں تو میرا خیال ہے کہ کروڑوں پر بات جاتی ہے جو جانیں قربان ہوئیں اس پاکستان کے اوپر اور آج تک ہوتی جارہی ہے اتنی قیمتی یہ نعمت ہے۔اب بالکل یوں سمجھو کہ یہ علیٰ شفاء حفرۃ ہے۔ہم ہر وقت یہ دعاء کرتے ہیں بلکہ جتنی دعاء اہل مدارس کرتے

ہیں دوسروں کو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ یا اللہ اس ملک کو محفوظ رکھ۔ مسلمان کی جان اور عزت کو محفوظ رکھ یہ دعائیں جتنی ہم کرتے ہیں شاید کوئی دوسرا طبقہ اتنی نہ کرتا ہو۔

مشرکین مکہ کے ورثاء:

لیکن اس کے باوجود سب سے بڑا الزام یہی طالب علم اور مولوی کے اوپر اور ہمیں اس میں کوئی گھبراہٹ نہیں ہے۔ جیسے کہ حضور ﷺ کے ساتھ جب مشرک اس قسم کی بات کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے کہا تھا وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ (انعام:۱۰۔ رعد:۳۲۔ انبیاء:۴۱) تیرا مذاق اڑاتے ہیں تو کونسی بات ہے پہلی قومیں پہلے رسولوں کا ایسے ہی مذاق اڑاتی رہیں ہیں تو جب پہلی قومیں پہلے رسولوں کا مذاق اڑاتی تھیں ہمارے نبی ﷺ کے مخالفین مشرک ہمارے نبی ﷺ کا مذاق اڑاتے تھے تو ان کی نسل اگر مولوی کا مذاق اڑائے تو وہ اپنا کام کرتے ہیں آپ اپنا کام کریں۔

ہم ان کے اس استہزاء سے کیوں گھبرائیں وہ اپنا کام کرتے ہیں ہم اپنا کام کریں اور اگر آپ کو گھبراہٹ ہوتی ہے تو اس مولوی کی صف میں آپ شامل نہ ہوں ورنہ تو جیسے پنجابی کا محاورہ ہے کہ اُوٹھاں والاں نال یاری لاکے بوہے چھوٹے نہیں رکھیندے۔ جب اُوٹھاں والاں نال یاری لگاؤ گے تو دروازے چھوٹے نہیں رکھیندے جب اونٹ والے آن گے تو کم از کم اندر آن دی گنجائش ہووے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں......یا تو ہاتھی والوں سے دوستی نہ لگاؤ یا پھر اپنے مکان ہاتھیوں کی مناسبت سے بناؤ یا تو مولوی نہ بنو طالب علم نہ بنو ادھر نہ آؤ اور آئے ہو تو پھرا ستھزاء بھی برداشت کرو گالیاں بھی برداشت کر یہ مشرکوں کی وراثت ان کے حصے میں ہے اور یہ نبیوں کی وراثت تمھارے حصے میں ہے۔ وہ اپنا کام کریں تم اپنا کام کرو گھبرانے کی کوئی بات ہے۔ انہوں نے اس طرح قیامت تک کرتے رہنا ہے اور تم نے قیامت تک اسی طرح سہتے رہنا ہے لیکن یاد رکھیئے کامیاب آخر کار آپ نے ہی ہونا ہے

انشاء اللہ العزیز۔

تاریخ ہمیشہ اپنے آپ کو دہراتی ہے:

عام طور پر دستور ہے کہتے ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے اس میں زیادہ لمبی بات نہیں کرونگا صرف ایک اشارہ کرتا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں دو سلطنتیں جو بڑی تھیں ایک فارس اور ایک روم دونوں سلطنتوں کی ہیبت تھی پوری دنیا پر اور یہ درمیان سے ایک قوت ابھری تھی مساکین کی قوت۔ جن کو چوبیس گھنٹوں میں ایک کھجور کھانے کو نصیب نہیں ہوتی تھی۔ جن کی تلواروں کے اوپر نیام نہیں تھے کپڑوں کے چیتھڑے لپٹے ہوئے ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان مسکینوں کے ذریعے سے پہلے ایک قوت کو پامال کیا پھر دوسری قوت کو پامال کیا دونوں بڑی سلطنتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے مسکینوں کے ہاتھوں سے مٹائیں۔ جن کو کھانے کو میسر نہیں آتا تھا جن کے پاس تلوار نہیں تھی تلوار کے نیام نہیں تھے کیا یہ تاریخی حقیقت نہیں ہے۔ کوئی جھٹلا سکتا ہے اس بات کو فارس کی سلطنت انہی مسکینوں کے ہاتھوں تباہ ہوئی اور روم کی سلطنت انہی مسکینوں کے ہاتھوں تباہ ہوئی۔ اگر تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے تو پھر بعد میں بھی دنیا دو بلاکوں میں بٹی ایک بلاک روس کا تھا اور دوسرا بلاک جو ہے وہ امریکہ کا ہے یورپ کا ہے دو بلاکوں میں بٹی اور ان کی ہیبت پوری دنیا پر حاوی تھی ان میں سے ایک حکومت جو تھی کیا وہ انہی مسکینوں کے ہاتھوں نہیں مٹی؟

انہی مسکینوں کے ہاتھوں جن کو کہتے ہو انہیں رہنے کے لیے جھونپڑی میسر نہیں اور ان کو کھانے کے لیے کچھ میسر نہیں انہی مسکینوں سے اللہ نے اس ریچھ کی ٹانگیں تڑوائیں۔ سولہ سال روس کے خلاف جہاد ہوا ہے ہر ہتھکنڈہ روس نے استعمال کیا لیکن ان مسکینوں پر قابو نہ پا سکا اب وہ جو نکلا تو دوسرا بندر اچھل کر آ گیا اب یہ ناچ رہا ہے لیکن اس کا ناچ بھی زیادہ دیر تک جاری نہیں رہے گا انشاء اللہ العزیز یہ بھی دم کٹا

کر بھاگنے والا ہے اور یہ بھی انہی مسکینوں کے ہاتھوں سے مٹے گی۔ مٹانے والے یہی مسکین ہونگے۔ انہی کے ہاتھوں یہ مٹیں گے۔

افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی:

ورنہ ان مساکین کے ٹولے سے اگر نظر ہٹالی جائے تو یہی مسلمان کہلانے والے جوزبردستی ان کا حلیہ اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

- لباس ان جیسا......
- شکل ان جیسی......
- کھڑے ہو کر پیشاب کرنا انہی کی طرح......

ہر عادت کو اپنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ تو سوائے ان کو سجدہ کرنے کے کچھ بھی نہیں جانتے ان کے ہاتھوں سے کس نے مٹنا ہے اور کس نے شکست پانی ہے یہ تو جو بھی آگے ہوتا ہے پتہ نہیں چلتا تیسرے دن سجدہ کر لیتا ہے اور سارے ان کے ہو کر رہ جاتے ہیں پھر وہ حقیقت یاد آتی ہے جو علامہ اکبر الہ آبادی نے کہی تھی کہ

یوں قتل سے بچوں کے وہ بد نام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

فرعون خواہ مخواہ اسرائیلیوں کو اپنا مخالف سمجھ کر بچوں کو قتل کر کے بدنام ہوا۔ کہتے ہیں کالج کھول لیتا بچے اسرائیلیوں کے ہوتے پڑھتے فرعون کے کالجوں میں اور کام فرعون کے آتے۔ کیا اس حقیقت میں ایک نقطے کے برابر بھی فرق ہے کہ ہمارے بچے جب اس طرف جاتے ہیں انہی کے ہو کر ادھر کو منہ کر کے ہمیں ہی مارتے ہیں۔ بچے ہمارے ہیں کام ان کے آرہے ہیں۔

مسلمانوں کا رعب عطیہ خداوندی ہے:

اس لیے اگر توقع ہے کچھ ان یہود ونصاریٰ سے جان چھڑانے کی تو انشاء اللہ یہی مساکین جان چھڑائیں گے جن کو آپ دیکھ رہے ہیں۔ جن کو لوگ سمجھتے ہیں کہ کسی کام

کے نہیں لیکن یہ ہے کہ ہم اپنے اندر خود اعتمادی پیدا کریں اور بالکل کسی قسم کی احساس کمتری میں مبتلا نہ ہوں اور عوام کو چاہیے کہ اس بات کو اپنے ذہن میں جما لیں کہ یہ دہشت گرد ہیں۔ ہم صفائی کیوں دیں۔ لیکن کن کے لیے ان کے لیے آپ کے لیے نہیں۔ آپ ان کو دہشت کیوں سمجھتے ہیں۔ اپنے مشاہدے اور اپنی آنکھوں کا کیوں تم انکار کرتے ہو۔ آنکھیں کھول کر کیوں نہیں دیکھتے اور وہاں واقعی ان کا یہی حال ہے۔ ہمارے ایک دوست انگلینڈ سے آئے وہ کہنے لگے کہ میں بلا مبالغہ بتاتا ہوں کہ بسا اوقات بچے ماں کے ساتھ بازار میں آئے ہوتے ہیں اور سامنے سے کوئی داڑھی والا آجائے تو بچے بن لادن کرتے ہوئے ماں کی ٹانگوں سے لپٹ جاتے ہیں۔

داڑھی والے کو دیکھ کر وہ کہتے ہیں دہشت گرد آگیا اور بھاگ کر اپنی ماں کی ٹانگوں سے لپٹ جاتے ہیں لیکن ہمارے بچے تو داڑھی والے کو دیکھ کر نہیں گھبراتے۔ ہمارے بچے تو نہیں ڈرتے داڑھی والے کو دیکھ کر۔ یہ تو دہشت زدہ ہیں خواب میں ڈر رہے ہیں پتہ نہیں کتنوں کا پیشاب رات کو نکل جاتا ہوگا جب خواب میں کسی داڑھی والے کو دیکھتے ہونگے۔

یہ بھی ایک سنت ہے حضور ﷺ نے فرمایا...... نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ (مشکوۃ ۵۱۲۔ بخاری ۴۸) حدیث میں حضور ﷺ کی جو خصوصیات آتیں ہیں ان میں سے ایک نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ ہے کہ اللہ تعالٰی نے مجھے رعب اتنا دیا ہے کہ میرا رعب میری مستقل مدد ہے اللہ کی طرف سے۔ ایک ایک مہینے کے فاصلے پر بیٹھے ہوئے لوگ ڈرتے ہیں اس وقت حدیث میں یہ الفاظ ہیں مہینے کے فاصلے تک میرا رعب لوگوں کے اوپر ہے۔ کیا تھا

- گھر میں کھانے کو نہیں تھا......
- گھر میں چراغ جلانے کو نہیں تھا......
- پھٹے ہوئے کپڑے......
- اور چٹائیوں پر بیٹھے ہیں......

اور وہ قیصر و کسریٰ کے لوگ گھر ہی میں بیٹھے ہوئے کانپتے ہیں۔ آج بھی بالکل وہی کیفیت ہے اس لیے آپ بھی اپنے آپ کو معمولی نہ سمجھیں انشاء اللہ العزیز یہ انقلاب آئے گا تو آپ درویشوں کے ہاتھ سے آئے گا۔ ہم تمہیں بتاتے ہیں کہ تم خیال کیا کرو ہم دہشت گرد نہیں ہیں تم یقین کرو اور تمہارے ذمے ہے کہ تم صفائیاں دو باقی ان کو ہم مطمئن نہیں کرتے کہ ہم دہشت گرد نہیں ہیں ہم تو ان کو کہتے ہیں کہ ہم تمہارا کچومر نکال کر رہیں گے اور تمہارے بھیجے تمہارے دماغوں سے انہی درویشوں کے ذریعے سے نکلنے ہیں انشاء اللہ العزیز۔ وقت آ جائیگا وہ وقت بہت قریب آ رہا ہے جیسے وہ ریچھ ٹانگیں تڑوا گیا انشاء اللہ یہ بندر بھی دم کٹا کر جائیگا۔

ہم اپنوں کے محافظ غیروں کے مخالف ہیں:

حوصلہ رکھیں آپ اتنی صفائیاں نہ دیا کرو کہ ہم دہشت گرد نہیں ہیں یہ صفائیاں نہ دیا کرو یہ کہا کرو دہشت گرد ہیں لیکن

- پاکستان کے دشمنوں کے لیے......
- اسلام کے دشمنوں کے لیے......

پاکستان کے لیے اور پاکستان کے رہنے والوں کے ہم حامی ہیں ان کے لیے تو دعا گو ہیں۔

- پاکستان کی حفاظت بھی کریں گے......
- پاکستان کی حکومت کی حفاظت بھی کریں گے......
- پاکستان کے حکام کی بھی کریں گے......
- پاکستان کی املاک کی بھی کریں گے......
- دہشت گرد پاکستان کے دشمنوں کے لیے......

اسلام کے دشمنوں کے لیے اس لیے ہماری دونوں حیثیتیں ہیں ہم محافظ بھی ہیں ہم دہشت گرد بھی ہیں لیکن محافظ اپنوں کے لیے اور دہشت گرد یہود و نصاریٰ کے

لئے۔ خیر اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھنے کی توفیق دے اور حق پر چلنے کی توفیق دے (آمین)۔

عورتوں کو حفاظت زبان کی تلقین:

بچیاں جو طالبات ہیں ان کی خدمت میں عرض کردوں کہ ایک بات کو خصوصیت کے ساتھ آپ پیش نظر رکھیں۔ تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ کے کردار میں اخلاق میں فرق ہونا چاہیے یہ بہت ضروری ہے۔ پڑھکر آپ جارہیں ہیں تو آپ کا کردار......

آپ کا اخلاق باقی بچیوں کے مقابلے میں بہت ممتاز ہونا چاہیے اس کے لیے آپ ایک روایت یاد رکھیں جو آپ کو پڑھادی گئی ہے لیکن شاید ادھر آپ کی توجہ نہ ہو کہ سرور کائنات ﷺ کے سامنے ایک عورت کا تذکرہ آیا آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ بہت نماز پڑھتی ہے بہت نماز پڑھنے کے معنی نوافل بہت پڑھتی ہے کیونکہ فرض تو سب نے پڑھنے ہوتے ہیں بہت روزے رکھتی ہے، بہت صدقہ خیرات کرتی ہے ساری خوبیاں اس کے اندر موجود ہیں ہر حدیث کی کتاب کے اندر یہ روایت موجود ہے مشکوٰۃ شریف میں باب الشفقة والرحمة کے باب میں یہ روایت موجود ہے ذکر آیا کہ ایک عورت بہت نمازیں پڑھتی ہے بہت خیرات کرتی ہے بہت روزے رکھتی ہے......غَيْرَ اَنَّهَا تُؤْذِىْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا...... (مشکوٰۃ ۴۲۴)

بس اس میں خرابی ایک ہی ہے کہ لڑاکی بہت ہے۔ پڑوسیوں سے لڑتی ہے اپنی زبان کے ساتھ دوسروں کو تکلیف پہنچاتی ہے۔ پڑوسی ایک ہوتا ہے دیوار سے باہر والا اور جو گھر میں رہنے والے ہوتے ہیں وہ بڑے پڑوسی ہوتے ہیں جیسے طالب علم ایک کمرے میں اگر چار ہیں تو یہ چاروں ایک دوسرے کے جار جار ذی القربی ہیں یہ زیادہ قریب رہنے والے پڑوسی ہیں تو گھر کے افراد اپنی بہنیں ہیں، اپنی بھابھیاں ہیں، اپنی ساس ہے اپنے دوسرے رشتے دار ہیں وہ بھی اگر چاردیواری کے اندر رہتے ہیں وہ بھی پڑوسی ہیں تو کہنے والے نے یہ کہا کہ اتنی سی اس میں خرابی ہے ...... تُؤْذِىْ جِيْرَانَهَا بِلِسَانِهَا...... وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے نقصان پہنچاتی ہے تو آپ

نے حدیث میں پڑھا ہے کہ سرور کائنات ﷺ کا مختصر سا جواب تھا...... هِیَ فِی النَّارِ
...... یہ عورت جہنم میں جائیگی۔

- روزے اپنی جگہ......
- نمازیں اپنی جگہ......
- صدقہ خیرات اپنی جگہ......

لیکن اگر زبان ٹھیک نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جہنم میں جائیگی۔

- دوسری عورت کا ذکر آیا......
- اس کے قلتِ صلوۃ کا ذکر آیا......
- اس کے قلت صیام کا ذکر آیا......
- نماز بہت کم پڑھتی ہے......
- جس کا معنی ہے فرض پڑھتی ہے......
- نوافل زیادہ نہیں پڑھتی......
- روزے بہت کم رکھتی ہے......
- نماز بہت کم پڑھتی ہے......

صرف رمضان شریف کے رکھے زیادہ نہ رکھے......
اور کبھی ہوا تو پنیر کے چند ٹکڑے خیرات کر دیئے زیادہ خیرات بھی نہیں کرتی لیکن اس میں ایک خوبی ہے...... لَا تُؤْذِیْ بِلِسَانِهَا جِیْرَانَهَا...... زبان سے وہ کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتی تو جس وقت اسکا تذکرہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا...... هِیَ فِی الْجَنَّةِ
...... یہ عورت جنت میں جائیگی تو جس سے معلوم ہوگیا کہ عورتوں کے لیے خصوصیت کے ساتھ یہ مسئلہ بہت اہم ہے کہ اپنی زبان کی حفاظت کیا کرے۔ ہمارے تجربے میں یہ بات آئی ہے گھروں میں اکثر وبیشتر لڑائیاں زبان کی بے احتیاطی کی بناء پر ہی ہوتی ہیں اور اگر زبان میں احتیاط اختیار کر لی جائے تو بہت ساری لڑائیوں سے معاشرہ بچا رہتا

ہے۔

حضور ﷺ کی لاڈلی صاحبزادی گھر کا کام خود کرتی تھیں:

دوسری بات یہ ہے کہ یہ بھی آپ کے علم میں ہے کہ سرور کائنات ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔ تین آپ ﷺ کی زندگی میں فوت ہو گئیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا' حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا' حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ایک باقی رہ گئی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ بیٹے جو پیدا ہوئے فوت ہو گئے۔ مدینہ منورہ میں ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے سترہ اٹھارہ مہینے کی عمر میں وہ بھی فوت ہو گئے تھے۔ بچہ آپ ﷺ کا کوئی بھی زندہ نہ رہا تو ساری محبت اولاد والی رسول اللہ ﷺ کی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگی کیسے گزری حضور ﷺ اس کے اوپر کتنے شفیق تھے باوجود حضور ﷺ کی شفقت کے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کا کام خود کرتی تھیں کپڑے خود دھوتی تھیں حتیٰ کہ چکی خود پیستی تھیں جس کا آج تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جھاڑو خود دیتی تھیں۔

تھکاوٹ دور کرنے کا نبوی نسخہ:

ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا کہ غلام آتے ہیں اور تیرے والد لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں اور وہ غلام گھروں میں جا کر کام کاج کرتے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہا بھی جائیں اور جا کر کہیں کہ ایک غلام آپ رضی اللہ عنہا کو بھی دیدیں جو کام کاج میں آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مدد کر دیا کرے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئیں رسول اللہ ﷺ موجود نہیں تھے۔ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کر کے واپس آ گئیں کہ مجھے کوئی غلام دیدیں سارا کام میں خود کرتی ہوں بڑی مشقت ہے میرے ہاتھوں پر نشان پڑ گئے جیسے چکی پینے سے ہوا کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ذکر کیا۔ آپ ﷺ عشاء کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے جا کر پوچھا کہ بیٹی تو آئی تھی کیا کام تھا تو انہوں نے بتایا۔ فرمایا کہ کیا خادم کے مقابلے میں میں تمہیں ایک اور بات

نہ بتادوں جو خادم کے مقابلے میں بہت اچھی ہے انہوں نے کہا ضرور، فرمایا سوتے وقت جب بستر پر لیٹ جاؤ تو

- تینتیس (۳۳) دفعہ سبحان اللہ......
- تینتیس (۳۳) دفعہ الحمد اللہ......
- چونتیس (۳۴) دفعہ اللہ اکبر......

پڑھ لیا کرو یہ خادم کے مقابلے میں تمہارے لیے بہت بہتر چیز ہے (مشکوۃ ۲۰۹۔ ابوداؤد ۲/۶۴) تو بیٹی پر دنیاوی خوشحالی کرنے کی بجائے اس کو اللہ کا ذکر بتادیا یہ تسبیح پڑھ لیا کرو۔

بیٹی بھی مطمئن ہوگئی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس دن سے لیکر میں نے کبھی ناغہ نہیں کیا۔ کسی نے پوچھا...... وَلَا لَيْلَةَ صِفِّيْنَ...... جنگ صفین والی رات جبکہ آپ ﷺ کی فوجیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجوں کے بالمقابل تھیں اس رات بھی ناغہ نہیں کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس رات بھی ناغہ نہیں کیا (مسلم ۲/۳۵۱) رسول اللہ ﷺ پر اتنا اعتماد اور اس کے ساتھ اس ذکر کا اختیار کرنا اور بیٹی کے لیے ذکر اللہ کو دنیاوی خوشحالی کے مقابلے میں ترجیح دینا۔

یہ سبق بھی آپ نے پڑھے ہیں۔ ان کو بھی یاد رکھو گھر میں کام کرنے سے عار نہ کرو گھر کا کام شوق سے کرو۔ اور سنت فاطمہ رضی اللہ عنہا سمجھ کر کرو اور روحانی تسکین کے لیے اللہ کے اس ذکر کی عادت ڈالو یہ بھی آپ حضرات کے فرائض میں شامل ہے۔

عام طور پر آج کل یہ شکایت آنے لگ گئی جس کی بناء پر ہمارے صدر الوفاق مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم، اللہ ان کی عمر دراز فرمائے وہ تو کئی دفعہ کہتے ہیں کہ یہ تو بہت شکایتیں آرہی ہیں کہ مدرسوں کی پڑھی ہوئی لڑکیاں جب گھروں میں جاتیں ہیں تو جا کر فساد کرتی ہیں اور بڑی شکایتیں آرہی ہیں اس بارے میں نباہ نہیں کرتیں گھر والوں کے ساتھ یہ تو دین کے خلاف ایک صورت پیدا کرنے والی بات ہے۔

آپ خوش اخلاق ہو کر رہیں گھروں میں کام کریں' سسرال کے ساتھ موافقت رکھیں بھابھیوں کے ساتھ دوسروں کے ساتھ موافقت رکھیں۔ تاکہ لوگوں کو پتہ چلے کہ بچیوں کو دین پڑھانے کا نتیجہ یہ ہے کہ گھروں کے اندر صلح صفائی اور اسی طرح سے خوش اخلاقی آتی ہے۔

اپنے گھروں کو فواحش سے پاک کرو:

ایک بات کا اور خیال رکھیں حضور ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کوئی عزیز نہیں تھی۔ اکلوتی بیٹی تھی تین تو پہلے فوت ہوگئیں تھیں ایک ہی رہ گئی تھی۔ واقعات آپ کے سامنے حدیث میں ہیں کہ اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کسی کپڑے کے اوپر کوئی تصویر نظر آ گئی تو رسول اللہ ﷺ بیٹی کے گھر تشریف نہیں لے گئے (بخاری ۳۵۶) پڑھا ہے آپ نے کہ بیٹی کے گھر نہیں گئے؟ تو آپ اپنے گھر کو سجالیں تصویروں کے ساتھ جاندار تصویروں کے ساتھ اور پھر یہ توقع رکھیں کہ اللہ کی رحمت اس گھر میں آئیگی۔

اور حضور ﷺ تشریف لائیں گے اس گھر میں تو تم کوئی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پیاری نہیں ہو رسول اللہ ﷺ کے نزدیک۔ اس لیے گھروں کو تصویر سے صاف رکھو تصویریں نہ آنے دو کتوں سے صاف رکھو کہ کتے کو گھر میں گھسنے نہ دو اور پھر خاص طور پر جو یہ ٹی وی کا معاملہ ہے جس میں ہر وقت فحش قسم کی باتیں ہوتیں ہیں ہر وقت فاحشہ قسم کی عورتیں اس میں نظر آتی ہیں اس سے اپنے بچوں کو بھی بچاؤ اور اپنی بچیوں کو بھی بچاؤ گھروں کے اندر یہ انقلاب لاؤ تاکہ گھروں کے اندر بھی دین کا چرچا ہو جائے۔ طلباء کو تو ہم نصیحتیں کرتے رہتے ہیں کہ تم اپنے علم کے اوپر عمل کرو اور تمہارا کردار جو ہے وہ بہت نمایاں ہونا چاہیے۔ بچیوں کو خصوصیت کے ساتھ توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بھی اپنے اس پڑھے ہوئے کی روشنی میں اپنے گھروں کے ماحول کو ٹھیک کرنے کی کوشش کریں۔ آخر میں حدیث شریف کا ترجمہ کرتا ہوں دیکھ لیجئے توجہ فرمالیجئے۔

بخاری شریف کی آخری حدیث کا درس:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخری باب رکھا ہے وزن اعمال کا اور وزن اعمال کے ساتھ حدیث موافق ہو جاتی ہے ثقیلتان فی المیزان کے ساتھ قرآن مجید میں صراحۃً یہ مسئلہ ہے قطعی مسئلہ ہے جس میں انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انصاف کا ترازو رکھیں گے اور لوگوں کے اقوال بھی تولے جائیں گے اور اعمال بھی تولے جائیں گے یہ تو مسئلہ بیان ہوا۔ آگے چونکہ قسط کا لفظ آیا تھا تو اس کی مناسبت سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ دیکھیں کتنے بڑے عالم ہیں کہتے ہیں۔

قال مجاهد القسطاس العدل بالر ومیه.

قسطاس کا معنی نقل کرتے ہوئے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیتے ہیں۔ اول سے لیکر آخر تک آپ بخاری پڑھتے آرہے ہیں۔ جہاں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی قول نقل کیا ہے تو اس کی تائید میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ قول نقل کیا' سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا' عکرمہ رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا' مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا اس لیے یہ کہنا کہ امام بخاری صرف اللہ اور اللہ کے رسول کے کلام کو حجت سمجھتے ہیں باقی اکابر کے کلام کو حجت نہیں سمجھتے یہ بات کتنی حقیقت کے خلاف ہے۔ اب یہ قال مجاهد ہے قال اللہ تو نہیں ہے، نہ قال الرسول ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ تابعین رحمہم اللہ کے اقوال وہ بھی دین کے اندر سند ہیں۔ تو صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال تو بدرجہ اولیٰ سند ہیں تو کسی مسئلے کو ثابت کرنے کے لیے صحابی کا قول پیش کرنا، کسی مسئلہ کو ثابت کرنے کیلیے تابعی کا قول پیش کرنا یہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا طرز استدلال ہے۔ تو یہ نہیں کہ جب تک اللہ کی بات اور اللہ کے رسول کی بات صراحۃً نہ ہو وہ بات نہیں مانی جائیگی یہ اصول غلط ہے۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس اصول کے قائل نہیں ہیں ہر مسئلے کے اندر تابعین رحمہم اللہ کے اقوال پیش کرتے ہیں' صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال پیش کرتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہماری طرح اہل سنت والجماعت کی

طرح مقلدین کی طرح امام بخاری رحمہ اللہ بھی علماء کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں۔

باقی قسط یہ ماخذ ہے مقسط کا باب افعال سے ہو تو انصاف کے معنی میں ہے مجرد سے ہو تو اس کا معنی ظلم بھی آتا ہے۔ قاسط جائر کو کہتے ہیں۔ ...... وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (سورہ جن:۱۵)...... قرآن کریم کے اندر یہ مجرد سے بھی آیا ہوا ہے۔ باقی یہ اشکال کہ وزن کیسے ہوگا قول کیسے تولے جائیں گے انکا وجود ہے یا نہیں ہے یہ بحثیں معتزلہ کا رد کرتے ہوئے کیا کرتے تھے اس دور میں ان کی ضرورت نہیں۔ اب یہ ساری کی ساری باتیں جو ہیں موجودہ ایجادات ہی نے ان کو غلط ثابت کر دیا یہ بات سامنے آگئی کہ قول کا وجود قائل کے بغیر بھی ہوتا ہے عمل کا وجود عامل کے بغیر بھی ہوتا ہے اور عامل سے اسے علیحدہ کر کے محفوظ بھی کیا جا سکتا ہے۔ قائل سے علیحدہ کر کے اسے محفوظ بھی کیا جا سکتا ہے۔

یہ بات وزنی ہے یا غیر وزنی۔ عارض چیزیں جو ہیں جو جو ہر نہیں ہیں اسے جو عوارض ہیں ان کا وزن بھی ہوتا ہے، ہوا کا وزن بھی ہے، بخار کا وزن بھی ہے یہ سب چیزیں ایسی آگئیں جن کے ساتھ معتزلہ کی ان باتوں کا کوئی جواب دینے کی ضرورت نہیں وہ سب خود بخود ہی غلط ثابت ہو گئیں ہیں۔ ایسی ایسی چیزیں ایجاد ہو گئیں جو حرارت کو بھی ناپتی ہیں۔ برودت کو بھی ناپتی ہیں آپ کے بدن کے اندر حرارت کتنی ہے اس کو بھی ناپتی ہیں اب ان چیزوں کے لیے کوئی دلائل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

روایت جو نقل کی ہے فضائل ذکر سے بھی اس کا تعلق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو کلمے بڑے محبوب ہیں رحمٰن کو۔ رحمٰن کا عنوان اختیار کیا معلوم ہو گیا کہ ان کلموں کا پڑھنا اللہ کی رحمت کو جذب کرنے والی بات ہے۔ اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے اللہ کو بہت پسند ہیں۔ پسند ہونے کے باوجود زبان کے اوپر بڑے ہلکے پھلکے ہیں ادائیگی کوئی مشکل نہیں لیکن جب ترازو میں رکھے جائیں گے بہت بھاری ہونگے۔

یہ ہے اس مسئلے کی دلیل جو وزن اعمال کے متعلق آیا اس میں اگرچہ قول کا وزن

ہے عمل کا وزن نہیں لیکن وہ فقہ کی اصطلاح ہے لِعَدَمِ الْقَائِلِ بِالْفَصْلِ جو قائل ہیں دونوں کے وزن کے قائل ہیں جو قائل نہیں وہ دونوں کے وزن کے قائل نہیں۔اس لیے عمل کے وزن کی دلیل قول کے وزن کی دلیل ہے اور قول کے وزن کی دلیل عمل کے وزن کی دلیل ہے تو اس کے ساتھ ترجمۃ الباب کی تائید ہو جاتی ہے۔اور وہ دو کلمے یہ ہیں"سبحان الله وبحمدهٖ سبحان العظيم."

یہ تو اس کا قریب والے باب سے تعلق ہے باقی یہ کتاب التوحید کی آخری روایت ہے یہی کلمات جو ہیں یہی اللہ کی توحید پر بھی دلالت کرتے ہیں کہ "سبحان الله" کا معنی یہ ہے کہ اللہ میں کوئی عیب نہیں"وبحمده" کا معنی ہے کہ اللہ میں ساری خوبیاں ہیں۔جب عیب کوئی نہ ہو خوبیاں ساری ہوں تو عظمت انتہائی ثابت ہو جاتی ہے۔جب عظمت انتہائی ثابت ہو جائے تو پھر وحدانیت بھی اسی طرح سے ثابت ہو جایا کرتی ہے۔ یوں اس روایت کی مناسبت کتاب التوحید کے ساتھ بھی ہو جاتی ہے۔بس اب اس سے زیادہ ہمت نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی سمجھ نصیب فرمائے۔ (آمین)

طلباء وطالبات کو اجازت حدیث:

آخری بات جو میں طلباء اور طالبات کو مخاطب کر کے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں حدیث شریف میں سند کی بہت اہمیت ہے کہ ہم استاد سے نقل کرتے ہیں اور استاد کے سلسلے کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچاتے ہیں اس کو سند متصل کہتے ہیں۔

اصل سند ہوا کرتی ہے اس استاد کی جس کے پاس آپ نے پڑھا ہے۔اسکو ہم سلسلۃ الدرس کہتے ہیں۔جس استاد نے آپ کو صحیح بخاری پڑھائی وہی اس میں آپ کے شیخ ہیں اور اس کے ساتھ ہی سند آگے چلے گی جس نے جامع ترمذی پڑھائی وہی آپ کے استاد ہیں۔باقی سند دینے کا رواج اس فن میں ابتدا سے چلا آرہا ہے۔میرا سلسلۃ الدرس ہے مولانا عبدالخالق صاحب رحمہ اللہ اور مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ سے مولانا عبدالخالق

صاحب رحمہ اللہ شاگرد ہیں حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے۔ آگے سند سب کو معلوم ہے تو اس سند کے ساتھ بھی میں آپ کو روایت حدیث کی اجازت دیتا ہوں۔

اللہ اس نسبت کو ہم سب کے لیے مبارک کرے اور عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ (آمین)۔

طلباء کی عظمت
اور
جھوٹا پروپیگنڈا

بموقع: اختتام بخاری شریف

بمقام: جامعہ قادریہ۔ ملتان

تاریخ: رجب ۱۴۲۹ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ.

بِالسَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنَّا اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الْحَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيِّ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ فِيْ بَابِ قَوْلِ اللّٰهِ "وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ...... الخ وَاَنَّ اَعْمَالَ بَنِيْ آدَمَ وَقَوْلَهُمْ يُوْزَنُ. وَقَالَ مُجَاهِدٌ اَلْقِسْطَاسُ الْعَدْلُ بِالرُّوْمِيَّةِ وَيُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُوَ الْعَادِلُ وَاَمَّا الْقَاسِطُ فَهُوَ الْجَائِرُ...... بِهٖ قَالَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ ابْنُ اَشْكَابٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ ابْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِيْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِي الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.

آپ حضرات بھی پڑھ لیجئے سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم، سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم.

❀❀❀

اختتام بخاری پر اکابر کو بلانا:

عربی مدارس میں شوال میں تعلیم کا آغاز ہوتا ہے اور رجب میں اختتام ہوتا ہے اختتام کے موقع پر ہمارے ہاں مشرقی تہذیب کے تقاضے سے یہ ایک رسم چلی آرہی ہے کہ اپنے بڑوں کو، اپنے اساتذہ کو، اپنے اکابر کو سبقوں کے اختتام کے موقع پر بلالیتے ہیں اور یہ ایک شرف سمجھا جاتا ہے کہ جیسے بسم اللہ ابتداء میں اپنے اساتذہ سے کروانے کا اہتمام ہوتا ہے اسی طرح سے اختتام پر اہتمام ہوتا ہے۔ اپنے اساتذہ کی حق شناسی، احسان شناسی اور ان کی پڑھائی کو عوام کے سامنے پیش کرنا انکی عظمت کے گیت گانا یہ انکا شکریہ ادا کرنے کا ایک طریقہ ہے۔

ان چند دنوں میں مختلف شہروں میں ختم بخاری کے سلسلے میں حاضر ہونے کی توفیق ہوئی۔ فیصل آباد میں حضرت سید جاوید شاہ صاحب مدظلہ کا مدرسہ جامعہ عبیدیہ، دارالقرآن فیصل آباد، اور کل جامعہ خالد بن ولید اور آج جامعہ رحیمیہ اور اس وقت جامعہ حنفیہ میں بالعموم یہ تو میں نے چند ایک شمار کئے ہیں جن میں انہی دنوں میں آنا جانا ہوا۔ ورنہ کراچی میں بھی پچھلے دنوں ہو کر آیا ہوں دو تین مجمعوں میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اور اسی طرح سے اور بھی کئی مدرسوں میں اس موقع پر حاضری کا اتفاق ہوا۔

حضرت حکیم العصر مدظلہ کا اظہار مسرت:

یہ سب حضرات جو ان مدرسوں کے ذمہ دار ہیں ان کے کام کو دیکھ کر اور ان کی ان برکات کو دیکھنے کے بعد دل ہی دل میں ایک شعر میں گنگناتا رہا کسی کو سنایا نہیں اب جی چاہتا ہے کہ سنادوں۔

اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو باپ کو استاد کو

کہ اپنے سے بڑھ کر دیکھ لے شاگرد کو اولاد کو

بہت خوشی کی بات ہے بہت سعادت اور نیک بختی کی بات ہے کہ اللہ تعالی نے ہمارے ان برخورداروں کو جن کے میں نے نام لیے یا اور بے شمار مختلف ادارے ہیں جیسا کہ چوک منڈا میں مولوی عبدالمجید صاحب کا بہت بڑا ادارہ ہے۔ صبح وشام دن رات اسی طرح سے بھاگا پھرتا ہوں تو یہ دیکھ کر اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں۔

پرانے ادب عربی میں بلکہ میرا خیال ہے شاید مختصر المعانی میں بھی کسی جگہ ہے کہ پرانے زمانے میں عرب لوگ جو تھے اپنے آباء و اجداد پر بہت فخر کیا کرتے تھے۔ ایک دوسرے کے مقابلے میں۔ تو کسی ایسے ہی موقع پر فرزدق ایک شاعر ہے جنہوں نے مقابلہ میں اپنے آباء کا تذکرہ کیا اور ان کے کارنامے گنوائے۔ فرزدق اپنے آباء کا تذکرہ کر کے اپنے بالمقابل جریر کو خطاب کر کے کہتے ہیں۔

أُولٰئِكَ آبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ
إِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

یہ میرے آباء ہیں ان جیسے لاکر دکھاے جریر! جس وقت مجمعے ہمیں جمع کریں اُس وقت میرے آباء جیسے آباء لاکر دکھا۔ تو میں اس موقع پر کہتا ہوں

هٰؤُلَاءِ أَبْنَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ

یہ ہیں ہمارے بیٹے ہماری اولاد اس جیسے بیٹے اور اولاد لاکر دکھاؤ جب مجمعوں کے اندر بیٹھنے کا موقع ملے تو لاؤ ہمارے بیٹوں جیسے بیٹے کس کے ہیں۔ آج یہی کہنے کو جی چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی عمروں میں برکت دے۔ (آمین)

یا اللہ! سب کو ایک جیسا کیوں نہ بنا دیا؟:

میں اپنے جذبات کن الفاظ میں بیان کروں، حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد ان کی جو اولاد قیامت تک ہونے والی تھی ان سب کو بیک وقت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا اور حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے حاضر کر دیے۔

پوری اولاد جن میں ہم بھی شامل تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جب اپنی اولاد پر نظر ڈالی مشکوۃ شریف میں باب القدر میں یہ واقعہ ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے نظر ڈالی تو آدم کو

- کوئی اندھا نظر آیا............
- کوئی آنکھوں والا نظر آیا............
- کوئی لنگڑا نظر آیا............
- کوئی ٹانگوں والا نظر آیا............
- کوئی غنی نظر آیا............
- کہ یہ مالدار ہونگے............
- کوئی فقیر نظر آیا............
- کوئی کمزور نظر آیا............
- کوئی طاقت ور نظر آیا............

آنے والے حالات میں اولاد نے جتنے طبقات اختیار کرنے تھے حضرت آدم علیہ السلام نے وہ دیکھے، آخر باپ تھا، باپ والی شفقت اللہ تعالیٰ نے بھری ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ سے ایک سوال کیا، یاباری تعالیٰ!...... لَوْلَا سَوَّيْتَ بَيْنَ عِبَادِكَ...... یااللہ! سب کوایک جیسا کیوں نہ بنادیا؟

- یہ کیا ہے کوئی اندھا ہے............
- کوئی آنکھوں والا ہے............
- کوئی ٹانگوں والا ہے............
- کوئی لنگڑا ہے............
- کوئی لولا ہے............
- کوئی غنی ہے............
- کوئی فقیر ہے............

سب کو ایک جیسا کیوں نہیں بنایا؟ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی فطرت سے کبھی کبھی یہ سوال اٹھتا ہے کہ سب کو ایک جیسا ہونا چاہیے۔ مساوات کا نعرہ لگانے والے جو ہیں وہ یہی بولی بولتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے یہ سوال اللہ تعالیٰ سے کرلیا تھا کہ یا اللہ تو نے سب کو برابر کیوں نہیں کردیا یہ آدم علیہ السلام کا سوال ہے اور اللہ تعالیٰ کا جواب یہ ہے کہ...... اِنِّي اَحْبَبْتُ اَنْ اُشْكَرَ ......آدم! میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ (مشکوۃ ۲۴)

یہ جواب ہے اللہ تعالیٰ کا، سوال کے ساتھ اس جواب کا جوڑ کیا ہے؟ سوال تو تھا کہ تو نے سب کو ایک جیسا کیوں نہیں کردیا۔ جواب یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا شکر ادا کیا جائے۔ ہم جس وقت یہ سبق پڑھاتے ہیں تو اسکی تشریح کیا کرتے ہیں کہ اگر سارے ایک جیسے ہوتے تو نہ نعمت کی قدر ہوتی نہ کوئی اللہ کا شکر ادا کرتا۔

- اندھے کو دیکھو گے تو تمہیں آنکھ کی قدر آئے گی شکر ادا کرو گے کہ یا اللہ میری آنکھیں ہیں۔
- لنگڑے کو دیکھو گے تو تمہیں ٹانگ کی قدر معلوم ہوگی شکر کرو گے کہ یا اللہ میری ٹانگیں ٹھیک ہیں اس کی طرح میں لنگڑا نہیں ہوں۔
- کسی کمزور کو دیکھو گے تو تمہیں اپنی قوت و طاقت کی قدر آئے گی کہ دیکھو اللہ نے مجھے قوت دے رکھی ہے، طاقت دے رکھی ہے۔
- کسی فقیر کو دیکھو گے تو تمہیں اپنے مال کی قدر آئے گی کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ مال دے رکھا ہے، اللہ کا شکر ہے۔

کوئی بندہ آپ کو ایسا نظر نہیں آئیگا کہ جس کے پاس کوئی ایسی نعمت نہ ہو جو دوسرے کے پاس نہیں ہے۔

- ایک کے پاس دولت ہے......اولاد نہیں،
- ایک کے پاس اولاد ہے......دولت نہیں،

- ایک کے پاس آنکھیں ہیں...... ٹانگیں نہیں،
- ایک کے پاس ٹانگیں ہیں...... آنکھیں نہیں،

کوئی نعمت کسی کے پاس ہے کسی کے پاس نہیں ہے۔ جس کے پاس نعمت نہیں ہے جب اس کو وہ شخص دیکھے گا جس کے پاس وہ نعمت موجود ہے تو یہ ''فرق مراتب'' انسان کو شکر پر برانگیختہ کرے گا کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے یہ چیز دے رکھی ہے یہ معنی ہے اللہ کے قول کا۔

جوتا نہیں، ٹانگیں تو ہیں:

شیخ سعدی رحمہ اللہ کہتے ہیں اور آپ جانتے ہیں کہ شیخ سعدی رحمہ اللہ سیاح قسم کے آدمی تھے چلتے پھرتے بہت تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ سفر میں ایک دفعہ جوتا ٹوٹ گیا تو مجھے ننگے پاؤں چلنا پڑ گیا مجھے بہت افسوس ہو رہا تھا کہ میرے پاس جوتا نہیں ہے۔ جب میں دمشق کی جامع مسجد کے پاس پہنچا تو دروازے پر میں نے ایسے شخص کو پڑے ہوئے دیکھا کہ جس کی دونوں ٹانگیں نہیں تھیں تو میں نے کہا یا اللہ تیرا شکر ہے جوتا نہیں ہے تو کوئی بات نہیں ٹانگیں تو ہیں۔ یہ وہ ''فرق مراتب'' ہیں جسکی وجہ سے انسان کے اندر شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ تو خیر ایک معروف بات تھی جو میں نے آپ کے سامنے ذکر کر دی۔

میں زندگی کے بقیہ دن اپنے بیٹوں پر تقسیم کر دیتا:

ایک اور واقعہ پیش آ رہا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بعضے بچے بڑے خوبصورت لگے جن کے اوپر نور اور روشنی زیادہ تھی تو ان میں سے ایک بچے کے متعلق آدم علیہ السلام نے پوچھ لیا کہ یا اللہ یہ کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ تیرا بیٹا داؤد علیہ السلام ہے آدم علیہ السلام کہنے لگے یا اللہ اس کی عمر کتنی لکھی ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ساٹھ (۶۰)۔ سال حضرت آدم علیہ السلام کہنے لگے یا اللہ یہ تو بہت تھوڑی ہے، میں اپنی عمر میں سے چالیس (۴۰) سال دیتا ہوں کم از کم اس کی عمر سو (۱۰۰) سال تو کر دے، اللہ تعالیٰ نے کہا میں نے تو یہی

لکھی ہے تو جان تیرا کام جانے حضرت آدم علیہ السلام کو یہ اطلاع تھی کہ انکی عمر ہزار (۱۰۰۰) سال ہے اور اس عمر سے مراد ہ زمینی عمر ہے جو انہوں نے زمین پر اترنے کے بعد گزارنی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام جب اپنی عمر شمار کرتے کرتے نوسو ساٹھ (۹۶۰) سال پر پہنچے تو عزرائیل علیہ السلام آ گئے اور آ کر آدم علیہ السلام کو کہا کہ تیاری کیجئے اللہ کے پاس جانے کی، حضرت آدم علیہ السلام کہنے لگے ابھی تو چالیس (۴۰) سال باقی ہیں تو عزرائیل علیہ السلام نے کہا کہ وہ تو آپ نے اپنے بیٹے داؤد علیہ السلام کو دے دیئے تھے۔ اب چونکہ اللہ نے ظاہر کرنا تھا کہ انسان بھولے گا اور انسان سے خطاء بھی ہوگی اس کو اس واقعہ کے طور پر ذکر کیا۔ آدم علیہ السلام کہنے لگے کہ میں نے تو نہیں دیئے، تو وہاں ہے آدم علیہ السلام بھول گئے (مشکوۃ ۲۳۔ ترمذی ۱۳۸) جان بوجھ کر انکار نہیں کیا، اور یہی ظاہر کرنا تھا کہ اللہ نے آدم علیہ السلام کو ایسا بنایا ہے کہ یہ بات کر کے بھول جاتا ہے اس لیے اس واقعہ کو ذکر کر کے حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب آدم علیہ السلام یا آدم علیہ السلام کی اولاد سے کوئی معاملہ ہو تو لکھ لیا کرو، گواہ بنالیا کرو ورنہ آدم بھول بھی جاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر۔ سورہ بقرہ آیت ۲۸۲ کے تحت)

اس واقعہ کو یہاں عرض کرنے کا کیا مطلب ہے؟ یہاں اس واقعہ کو عرض کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو اپنی عمر دی جاسکتی اور یہ بات اللہ کی عادت میں ہوتی تو میں واقعۃً اپنے دل کا جذبہ ظاہر کرتا ہوں کہ آج میں اپنی زندگی کے بقیہ دن اپنے ان بیٹوں کے اوپر تقسیم کر دیتا۔ لیکن کیا کریں اللہ کی لکھی ہوئی بات بدلتی نہیں ہے ورنہ میری طرف سے یہ بات اٹل ہوتی کہ اللہ میری زندگی کے جتنے دن باقی ہیں میں تو اب ریٹائرڈ ہو گیا ہوں کسی کام کا رہا نہیں یہ بچے تو کام کر رہے ہیں! میری زندگی کے بقیہ ایام ان پر تقسیم کر دے، میرے دل کے جذبات یہ ہیں، بہر حال اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ ان کی زندگیوں میں برکت دے اور ان کے فیض کو زیادہ سے زیادہ پھیلائے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت ہی زیادہ سرور اور مسرت ہوتی ہے جب میں اپنے محترموں کی اس طرح

سے کامیاب کارکردگی کو دیکھتا ہوں تو دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ اللہ! ان کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور فتنوں سے بھی محفوظ رکھے۔ (آمین)

ایک بات تو میں نے اس اپنے سرور اور مسرت کا اظہار کرنے کے لیے آپ کے سامنے کہی۔ دو تین باتیں کہنے کا خیال ہے۔ ورنہ حدیث شریف پر تقریریں تو بہت زیادہ ہو رہی ہیں کوئی ایسی بات نہیں۔

دہشت گرد ایسے ہوتے ہیں؟:

دوسری بات یہ ہے کہ اکثر و بیشتر جلسوں میں جہاں میں نے پہلی بار یہ بات کہی ہے وہ بات اسی سفر میں دو تین دن پہلے دار القرآن فیصل آباد میں کہی ہے۔ دار القرآن میں بہت مجمع ہوتا ہے، میرے سے پہلے ایک بچے نے تقریر کی جس میں اس نے بھر پور صفائی دی کہ مدارس دہشت گردی کے اڈے نہیں ہیں۔ حکومت ہم پر الزام لگاتی ہے ہم دہشت گرد نہیں ہیں اس بچے نے اپنے جذبات کا اظہار اس تقریر میں کیا جو کسی استاذ نے لکھ کر دی ہوگی تقریر۔ اور یہ صرف وہاں کی بات نہیں ہے اکثر و بیشتر سٹیج پر آپ بھی یہ تقریریں سنتے ہونگے کہ علماء کرام سٹیج کے اوپر تقریریں کرتے ہیں کہ ہم پر یہ غلط الزام ہے ہم دہشت گرد نہیں ہیں ہم تو بڑے شریف لوگ ہیں، تقریریں کرتے ہیں، صفائیاں دیتے ہیں، میں نے ان بچوں کا رخ کیوں بدلا ہے؟[1] ان کی پشت آپ کی جانب تھی ان کے چہرے آپ کو نظر نہیں آرہے تھے، میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ پوری باریک بینی کیساتھ ان کے چہروں پر نظر ڈالیں کہ دہشت گرد ایسے ہوتے ہیں یعنی انکی شکلیں آپ کو دکھانے کے لیے میں نے انکا رخ بدلا ہے۔ انکو ذرا توجہ سے دیکھ لو، غور کر لو ان کے نورانی چہرے دیکھ لو کس طرح سے ان کے چہرے کے اوپر شرافت ٹپک رہی ہے اور قرآن وحدیث کے نور کے ساتھ ان کی شکلیں منور ہیں ذرا دیکھ لو میں نے اس لیے

[1] حضرت شیخ نے طالب علموں کا رخ مجمع کی طرف پھیر دیا تا کہ مجمع میں بیٹھے ہوئے لوگ اچھی طرح ان طالب علموں کو دیکھ لیں۔ (مرتب)

ان کا رخ بدلا ہے ورنہ ان کی پشتیں آپ کی جانب تھیں انکے چہرے آپ کو نظر نہیں آرہے تھے۔لیکن دار القرآن میں اللہ نے وقتی طور پر ایک دل میں بات ڈالی یہی بات جو آپ سے کہہ رہا ہوں۔

تم حکومت کا منہ بند کیوں نہیں کرتے؟

اس وقت یہ مجمع کسی ایک گاؤں یا ایک شہر کا نہیں ہے۔ملک کے مختلف حصوں سے آپ حضرات تشریف لائے ہیں اور جہاں جہاں سے آپ تشریف لائیں ہیں وہاں بھی چاہے دیہات ہوں یا شہر ہوں اللہ کا شکر ہے کہ مدارس کا سلسلہ سارے ملک میں پھیلا ہوا ہے کوئی شہر خالی نہیں جس میں مدرسہ نہ ہو۔اب تو کوئی دیہات بھی خالی نہیں جس میں چھوٹا مدرسہ نہ ہو تو آپ سب حضرات جانتے ہیں اور آپ کے محلوں میں اور علاقوں میں مدرسے ہیں۔میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ آپ لوگ جس شہر میں رہتے ہیں وہاں مدرسے ہیں؟ آپ کے محلے میں ہیں؟ آپ نے کبھی اپنی جان، مال، عزت کے لیے ان مدارس کے طلباء اور علماء کو خطرہ سمجھا؟ بولو! اچھی طرح بولو! (نہیں۔ مجمع) آپ نے کبھی محسوس کیا کہ ان علماء سے جان کا خطرہ، مال کا خطرہ، عزت کا خطرہ ہے کہ تم رات کو پہرہ دیا کرو کہ کہیں یہ مولوی ہمارا مال نہ لوٹ کر لے جائیں، یہ مولوی کہیں ہماری عزت خراب نہ کردیں، کہیں یہ مولوی ہمیں بم سے اڑا نہ دیں آپ نے کبھی یہ خطرہ محسوس کیا؟ (نہیں کیا محسوس)۔

اللہ کو حاضر ناظر کر کے کہہ رہے ہو؟ میں کہتا ہوں کہ ہمیں صفائیاں دینے کی نوبت کیوں آرہی ہے جب کسی شخص نے یہ بکواس کی تھی کہ دینی مدارس میں دہشت گرد ہوتے ہیں تو تم کیوں نہیں بولتے کہ نہ ہم نے اپنی عزت کا خطرہ ان سے محسوس کیا ہے، نہ مال کا خطرہ محسوس کیا ہے تم کہتے ہو کہ مدرسوں میں دہشت گرد ہیں بکتے ہو، بکواس کرتے ہو، اگر آپ کی طرف سے یہ بات ہوتی تو انشاء اللہ ان کو آئندہ ایسی بات کہنے کی جرأت نہ ہوتی۔اب کہہ دوگے؟۔اس بات کو اچھی طرح سے اپنے پلے

باندھ لو جو میں کہہ رہا ہوں کہ صفائیاں ہم نہ دیں صفائی آپ دیں جو مدارس کے پاس رہنے والے ہیں۔

کافروں کے لیے ہم واقعی دہشت گرد ہیں:

لیکن میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں ان لوگوں کو جو اپنی صفائیاں دیتے ہیں میں تو کبھی اپنی صفائی نہیں دیتا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر وہ دہشت گرد کہتے ہیں تو ان کے لیے ہم واقعی دہشت گرد ہیں۔ وہ نہ تمہاری توپوں سے ڈریں، نہ وہ تمہارے ٹینکوں سے ڈریں، نہ تمہارے ہوائی جہازوں سے ڈریں، نہ تمہاری فوجوں سے ڈریں ان کو ڈر لگتا ہے تو ان سے ڈر لگتا ہے تو آپ کا کیا خیال ہے کہ ہمیں ان کے لیے دہشت گرد نہیں ہونا چاہیے، ہونا چاہیے! خواب میں بھی اگر ان کو کوئی داڑھی والا نظر آجائے تو کانپ اٹھتے ہیں۔

میں آپ کو ایک مبارکباد دوں کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے حضور ﷺ کو جو خصوصیات دی تھیں ان میں سے ایک خصوصیت یہ تھی نصرت بالرعب اللہ نے مجھے رعب دیا ہے رعب، اور میری مدد رعب کے ذریعے سے کروائی ہے۔ تو نبیوں کے وارثوں کو بھی اللہ نے ایسا رعب دیا ہے کہ صادق آباد میں مدرسہ ہے اور بش اپنے ایوان صدر میں ڈرتا ہے تو ہم کیوں صفائیاں دیں؟

مجھے میرے ایک دوست نے بتایا وہ ہمارے بھائی ہیں انگلینڈ میں ہوتے ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ بازار میں کبھی کبھی کوئی عورت آتی ہے تو اس کے ساتھ چھوٹے بچے بھی ہوتے ہیں۔ آگے سے کوئی داڑھی والا آجائے تو بچے شور مچاتے ہوئے بن لادن، بن لادن کرتے ہوئے ماں کی گود میں جا گھستے ہیں، ٹانگوں سے لپٹ جاتے ہیں۔ وہ ہر داڑھی والے کو سمجھتے ہیں یہ بن لادن ہے۔ اللہ نے بن لادن کو اتنا رعب دیا ہے۔ ہم دہشت گرد ہیں، کن کے لیے؟ ملک کے دشمنوں کے لیے، اسلام کے دشمنوں کے لیے، شرافت کے دشمنوں کے لیے انسانیت کے دشمنوں کیلئے۔ یہ لوگ انسانیت کے دشمن

ہیں، اسلام کے دشمن ہیں، ہماری تہذیب کے دشمن ہیں ہم ان کے لیے دہشت گرد ہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں کامل طریقے سے دہشت گرد بننے کی توفیق دے (آمین)

اصل میں دہشت گردان کی زبان میں ترجمہ ہے مجاہد کا۔ ہم تو کہتے ہیں کہ ہمارے مسلمان حکام ہمارے سامنے رکاوٹ نہ بنیں۔ یہ اپنے محلات میں اطمینان کے ساتھ سوئیں ذرا ہمیں اجازت دے دیں کہ ان دشمنوں کو سنبھالو پھر پتہ چلے گا کہ یہ درویش کس طرح سے ان بندروں اور سوروں کو اپنے علاقے سے بھگاتے ہیں اور کس طرح سے اپنے علاقے میں امن قائم ہوتا ہے ایک دفعہ تم اجازت دے کر تو دیکھو۔ اب ہمیں اپنے بھی ماریں اور پرائے بھی ماریں تو ہم کیا کریں اللہ عقل دے۔ ورنہ حقیقت ہے کہ ان کو پتہ چلے کہ یہ دہشت گرد کیسے ہیں کیسے نہیں۔

خاوند کی زندگی میں بیوی بیوہ ہوگئی:

یہ بات آپ حضرات کے ذہنوں میں ڈالنی تھی۔ یہ بات اس لیے ہم مجمعوں میں کرتے ہیں تاکہ آپ کو حقیقت سمجھنے کا موقع ملے۔ آپ نہ کہیں یہ غلطی کریں کہ ہمیں تو پتہ نہیں ہے ہوسکتا ہے دہشت گردی کرتے ہوں۔ کیونکہ بسا اوقات راوی اتنا معتبر ہوتا ہے کہ انسان اس کے مقابلے میں عقل کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔ جیسے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شہزادہ تھا اس کی شادی ہوئی اس کی بیگم صبح اٹھی اس نے زیورات اتارے ہوئے تھے۔ وزیر کی بیوی نے دیکھا تو اس کو فوراً خیال آیا کہ شہزادی بیوہ ہوگئی۔ اس نے زیب وزینت جو ترک کردی وہ اپنے خاوند کے پاس گئی اور کہا کہ تجھے پتہ نہیں شہزادی تو بیوہ ہوگئی۔ اس نے کہا اچھا بھاگا ہوا شہزادے کے پاس گیا کہ حضور آپ کی بیوی تو بیوہ ہوگئی شہزادے نے رونا شروع کردیا۔ جو آتا ہے رونا شروع کردیتا ہے جو آتا ہے پاس بیٹھ کر رونا شروع کردیتا ہے تو کسی عقل مند نے کہا شہزادے سے پوچھ تو لو روتے کیوں ہیں؟ شہزادے سے پوچھا حضور آپ روتے کیوں ہیں؟ کہنے لگا کہ میں اس لیے روتا ہوں کہ میری بیوی بیوہ ہوگئی ہے۔ انہوں نے کہا عقل مند آدمی

جب آپ زندہ بیٹھے ہیں تو آپ کی بیوی بیوہ کیسے ہوگئی۔ شہزادہ کہتا ہے بات تو آپ کی ٹھیک ہے لیکن جو گھر سے پیغام لے کر آیا ہے وہ راوی بڑا معتبر ہے۔ تو بسا اوقات آپ بھی ایسے سمجھ لیتے ہیں کہ راوی بہت معتبر ہے، ورنہ ہمارے سامنے ہے دہشت گرد تو کوئی ہوتا نہیں لیکن یہ کہنا شروع کر دیتے ہیں طالب علم، مولوی دہشت گرد ہیں۔ یہ حال ہمارا اسی طرح ہوا ہے اور باہر والوں کو زیادہ کہنے کی نوبت اس لیے آتی ہے کہ گھر والے ہمیں یہی بات کہتے ہیں۔ ہمارے حکام اتنے جاہل ہیں کہ ان کو شاید کبھی مسجد مدرسے میں آنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا وہ آکر دیکھیں تو ان کو بھی ان کی عظمت وشرافت کا اعتراف کرنا پڑیگا۔ لیکن کیا کریں کہ وہ نہ مسجد گئے نہ مدرسے کے وہ تو کلبوں میں جائیں گے، وہ تو اپنا وقت ایسے مجمعوں میں گزاریں گے۔ ان کو کیا معلوم مولوی کیا ہوتا ہے، طالب علم کیا ہوتے ہیں اگر وہ مسجد ومدرسے میں آتے تو شاید ان کو یہ مغالطہ نہ لگتا۔

حضور ﷺ کی مخالفت سب سے پہلے حقیقی چاچانے کی:

تیسری بات جو ہے وہ میں اپنے وقت کے حکام کو یا دنیا کے اندر اس وقت جو اقتدار پر ہیں ان کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ مکہ معظمہ میں سرور کائنات محمد ﷺ جو بالاتفاق صادق الامین تھے۔ جنہوں نے اپنی زندگی کے متعلق چیلنج دیا لوگو! میں نے تمہارے اندر ایک لمبی عمر گزاری ہے۔ تم میرے بچپن کو جانتے ہو، تم میری جوانی کو جانتے ہو جو میں نے تمہارے اندر گزاری ہے۔ کوہ صفاء پر آپ ﷺ نے سب سے پہلے یہی اعتماد کا ووٹ لیا تھا کہ اگر میں یہ کہہ دوں کہ یہاں کوئی لشکر چھپا ہوا ہے اور تم پر حملہ آور ہونے والا ہے اَو کُنتُمْ مُصَدِّقِيَّ تم کیا میری بات مانو گے اس پر پوری قوم کا جواب یہ تھا کہ ہم آپ ﷺ کی تصویب کریں گے چاہے ہمیں نظر نہیں آرہا ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہے۔ آجکل کی اصطلاح میں، میں کہتا ہوں کی یہ اعتماد کا ووٹ لیا۔ سرور کائنات ﷺ نے اتنا اعتماد لینے کے بعد جب کہا

فَاِنِّیْ نَذِیْرٌ لَّکُمْ بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ

تو قوم بھڑک اٹھی وہ صاحب لسان تھے۔ سب سے پہلے آپ ﷺ کے حقیقی چچا (ابوجہل آپ ﷺ کے حقیقی چچا نہیں ہے وہ بنی مخذوم میں سے تھا قریشی ہونے کے اعتبار سے اسکو چچا کہہ دیتے ہیں)۔ ابولہب بن عبدالمطلب یہ حقیقی چچا تھے سب سے پہلے اسی نے آواز لگائی۔

تَبًّالَکَ سائِرَ الْیَوْمِ اَلِھٰذَا جَمَعْتَنَا؟

سارادن تیرے لیے تباہی بربادی ہوتو نے اس بات کے لیے ہمیں بلایا تھا؟ (بخاری ص ۷۰۲۔ مشکوۃ ۴۶۰) یہ جملہ اس کا منقول ہے۔اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ سوق ذی المجاز میں اعلان کرتے جارہے تھے "یا ایھاالناس قولو الا الٰہ الا اللہ تفلحوا" اور ابولہب پیچھے پتھر مارتا جارہا تھا۔ جس سے آپ ﷺ اس قدر زخمی ہوگئے آپ ﷺ کے پاؤں خون میں لت پت ہوگئے (مصنف ابن ابی شیعبہ ۸۔۴۴۲) بات کیونکہ ان کی مرضی کے خلاف تھی ان کے سامنے یہ بات تھی کہ ہم تو کھاتے ہیں بتوں کی کمائی' ہم تو پیر خاندان ہیں مخدوم صاحب ہیں اگر ان کی بات مان لی گئی تو چڑھاوے بند ہوجائیں گے اور آپ جانتے ہیں کہ پیٹ کی لات بڑی سخت لات ہوتی ہے۔

مشرکین مکہ کا حضور ﷺ کے بارے میں لفظی پروپیگنڈہ:

ہر جگہ کی ضرب برداشت ہوجاتی ہے پیٹ کی برداشت نہیں ہوتی بات سمجھے۔ پھر اس بات کو روکنے کے لیے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ لوگ نہ لگیں وہ آپ ﷺ کوصادق الامین کہتے تھے۔ آپ ﷺ کی دعوت الی اللہ کی وجہ سے حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کا تذکرہ کرتے تو محمد کی بجائے مذمم کہنے لگے۔ کیونکہ محمد کا تو معنی یہی ہے جس کی بہت تعریف کی گئی۔ یہ تو عظمت کا اعتراف ہے۔ جب محمد کہیں گے تو عظمت کا اعتراف ہے۔ محمد نہیں کہتے تھے بلکہ وہ نام بگاڑ کر لیتے تھے مذمم

مذمم جس کی بہت برائی بیان کی گئی یہ ان کا نام بگاڑ کر لینا رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کو بہت ناگوار گزرتا تھا آپ ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا بخاری شریف (۵۰۱) میں روایت ہے مشکوٰۃ (۵۱۵) میں بھی ہے کہ دیکھتے نہیں ہو کیف یصرف اللہ عنی شتم قریش ولعنھم تم دیکھتے نہیں ہو کہ اللہ نے قریش کی شتم اور قریش کا لعن، شتم کا معنی گالی دینا، لعن کا معنی لعنت کرنا، قریش جو مجھے گالی دیتے ہیں، قبیلہ جریج جو مجھے گالی دیتا ہے یا میرے پر لعنت کرتا ہے تم دیکھتے نہیں ہو اللہ نے مجھے کیسے بچایا ہے یشتمون مذمما ویلعنون مذمما وانا محمدٌ گالیاں مذمم کو دیتے ہیں، لعنتیں مذمم پر کرتے ہیں، میں تو محمد ہوں جو مذمم ہیں اسے گالیاں لگیں گی، جو مذمم ہیں لعنتیں ان پر ہوں گی، میں تو محمد ہوں کیف یصرف اللہ عنی اللہ نے ان کے قول کو کیسے میرے سے دور ہٹا دیا یشتمون مذمما ویلعنون مذمما وانا محمد گالیاں اسی کو لگیں گی؟ لعنت مذمم پر کرتے ہیں جو مذمم ہوگا لعنت اسی پر ہوگی انا محمد میں تو محمد ہوں اللہ نے کیسے بچایا۔

پروپیگنڈہ ہی کافروں کا ہتھیار رہا ہے:

جس سے معلوم ہوگیا کہ وہ شتم بھی کرتے تھے، لعن بھی کرتے تھے اس لفظ کے ثبوت کے لیے میں نے آپ کے سامنے یہ روایت پڑھی گالیاں بھی دیتے تھے لعنت بھی کرتے تھے اور نام بگاڑ کر لیتے تھے یہ تو لفظی پروپیگنڈہ تھا۔ ترتیب یاد رکھنا بات کی۔ جب کوئی موقع ہوتا حج کا یا کسی وجہ سے مکہ معظمہ میں اجتماع کا سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ راستوں پر وہ بیٹھتے تھے ٹی وی تو تھی نہیں کہ اس میں اعلان کرتے، ریڈیو ان کے قبضے میں نہیں تھا جو اس پر اعلان کرتے، لوڈ اسپیکر نہیں تھا کہ جس سے ایک جگہ بیٹھ کر اعلان کر دیتے یا بولتے تاکہ ساری دنیا سن لیتی مختلف راستوں کے اوپر وہ لوگوں کو بٹھاتے اور باہر سے آنے والوں کو سمجھاتے کہ دیکھنا یہاں ایک شخص ہے اس کی بات نہ سننا (سیرت ابن ہشام ۲۶۹۱) ہاں ایک لفظ تھا جو وہ بولتے تھے کہ مجنون یا پاگل ہوگیا،

مجنون جس کی صفائی قرآن مجید میں موجود ہے فماانت بنعمة ربك بكاهن ولامجنون (الطور:۲۹) یہ پاگل ہوگیا ہے، ان کو عقل نہیں ہے۔وہ کہتے ہیں کہ یہاں ایک دیوانہ ہے، یہاں ایک جادوگر ہے اس کی باتیں نہ سناورنہ تمہارادین خراب ہوجائے گا،تمہاری تہذیب خراب ہوجائے گی۔جیسے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق کہا تھا انی احاف ان یبدل دینکم اوان یظهر فی الارض الفساد (سورہ غافر:۲۶) تمہاری تہذیب خراب ہوجائے گی اس کی باتیں نہ سننا یہ تھا پروپیگنڈہ۔جتنے اسباب ان کے پاس مہیا تھے وہ سب انہوں نے پراپیگنڈے پر لگادیے۔اور آج والوں کے پاس جتنے اسباب ہیں وہ سب پروپیگنڈے پر لگے ہوئے ہیں آپ سب حضرات کو معلوم ہے۔تو یہ وہی بات ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اس وقت کے موجود لوگوں نے پروپیگنڈے کی انتہاء کی تھی جو پروپیگنڈہ وہ کرسکتے تھے انہوں نے کیا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم پر ظلم وستم کی انتہاء ہوگئی:

اور کیا ہوا کہ جو کلمہ پڑھ لیتا اس کو بدترین قسم کی سزا جو اس دور میں وہ دے سکتے تھے وہ دیتے۔آپ کے علم میں ہے کہ سب سے پہلے اسلام کے نام پر شہید ہونے والی عورت ہے اور شہید کس نے کیا؟ ابوجہل نے! اور کیسے قتل کیا؟ شاید انسانی عقل اس وقت کے اعتبار سے اس سے بدتر سزا کا تصور نہیں کرسکتی جو سزا ابوجہل نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو دی تھی۔وہ کیا سزا دی تھی؟ وہ آپ نے سنی ہوگی ایک اونٹ کے ساتھ ایک ٹانگ باندھی دوسرے اونٹ کے ساتھ دوسری ٹانگ باندھی۔اس کو ادھر کو چلایا اور اُس کو ادھر کو چلایا حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے دو ٹکڑے کرکے رکھ دیئے (تفسیر قرطبی سورہ نحل آیت ۱۰۶ کے تحت)۔اس سے زیادہ سخت سزا اس وقت کی خبیث دنیا تجویز ہی نہیں کرسکتی تھی لیکن حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے اس طرح سے ٹکڑے ہونے کے ساتھ مجھے بتاؤ کہ کیا دین رک گیا؟ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی شہادت کو دیکھ کر بچیوں میں شوق پیدا ہوا کہ ہمیں بھی اللہ کے نام پر شہید ہونا چاہیے۔حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہاتھ آگئے گرم زمین پر لٹا کر سینے پر پتھر،

ٹانگوں میں رسیاں باندھ کر مکہ کی گلیوں میں گھسیٹا جا رہا ہے۔

ظلم سے جذبہ بڑھ گیا:

آپ سوچ سکتے ہیں کہ اس وقت کے یہ لوگ جو اپنی قوم کے سردار تھے اور اپنے آپ کو سمجھتے تھے کہ ساری دنیا کے نزدیک سب سے زیادہ عقل مند ہم ہیں کیا وہ اس سے زیادہ سزا کا تصور کر سکتے تھے جو سزا دی گئی لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اس قربانی نے قیامت تک کے لیے نوجوانوں میں ایک جذبہ پیدا کر دیا کہ سینے پر پتھر رکھوائے جا سکتے ہیں، ٹانگوں میں رسی باندھ کر شہر میں گھسیٹا جائے تو ہم گھسٹتے چلے جائیں گے، انگاروں پر لٹائیں گے تو ہم لوٹتے چلے جائیں گے بلال رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کریں گے۔ سختی سے کبھی کسی نے اپنے آپ کو روکا نہیں، یہ سب دین سے روک نہ سکے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مشن بڑھا یا گھٹا؟...... بڑھا!

میں بش پارٹی کو کہتا ہوں:

میں بش پارٹی کو کہتا ہوں کہ تم یہ عبرت حاصل کر لو، یہ لال مسجد کے تذکرے آپ سنتے ہیں یہ اس دور کی بدتر صورت ہے سزا دینے کی اس خبیث دنیا کے اندر اس شیطانی دنیا کے اندر شاید اس سے زیادہ سوچی نہ جا سکے اور یہ ایسی سزا کیوں دی گئی؟ ان کا ذہن تو یہ تھا کہ دنیا مرعوب ہو جائے گی، کلمہ نہیں پڑھے گی، ان کا تو ذہن یہ تھا کہ ان کو ایک دفعہ اس طرح سے بھسم کر رکھ دیں گے کہ مدرسے والے ہمارے سامنے سانس نہیں لیں گے سارے دب جائیں گے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اس سزا کے ساتھ آپ کے حوصلے بڑھے یا گھٹے؟ (حوصلے بڑھ گئے) سارے بولو حوصلے بڑھ گئے ہیں بچہ بچہ اچھل کر آ رہا ہے کہ اگر لال مسجد کی بچیاں شہید ہو سکتیں ہیں تو ہم بھی اس دین کے لیے شہید ہو سکتے ہیں۔ تم ایک دفعہ اور کسی کو جلا کر دیکھو اس سے بھی دگنی جہاد کی قوت نہ پیدا ہو جائے تو کہنا۔ میں تمہیں یہ کہتا ہوں ہمدردی کرتا ہوا کہ تم کیوں وقت برباد کرتے ہو، کیوں اپنی قوم کا نقصان کرتے ہو، کیوں خزانے کا نقصان کرتے ہو یہ طریقے اس قوم

کو روکنے کے نہیں اور بڑھانے کے ہیں یہ بڑھتے چلے جائیں گے۔

ابو جہل کو موت بچوں کے ہاتھوں:

اس لیے عقل سے کام لو تم ابو جہل کی ناکامی کو ہی دیکھ لو اسی طرح سے اللہ تعالیٰ تمہیں ناکام کرے گا جیسے ابو جہل کو کیا تھا۔ محترم! ایک اشارہ کردوں ابو جہل کو مارا کس نے تھا، یاد ہے،(جی)! سنا ہوا ہے نا! حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میدانِ جنگ میں ایک بچہ میری دائیں طرف اور ایک بچہ میری بائیں جانب، میں نے اس طرف یوں کر کے دیکھا تو ایک ناتجربہ کار نوجوان بچہ نظر آیا اور یوں کر کے دیکھا تو ناتجربہ کار نوجوان بچہ نظر آیا۔ انسان ہے آخر اس کی ظاہری اسباب پر نظر جاتی ہے کہتے ہیں میرا دل دھڑکا کہ اگر اس طرف حملہ ہوگیا تو یہ کچھ بھی نہیں کرسکیں گے سارا دفاع میرے سر پر آپڑے گا کاش کہ انابین اضلع میں ان سے زیادہ مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا یہ بچے دفاع نہیں کرسکیں گے سارا دفاع مجھ پر آپڑے گا یہ بھی ناتجربہ کار سا معلوم ہوتا ہے یہ بھی ناتجربہ کار سا معلوم ہوتا ہے۔ ایک نے پوچھا یا عمی، چچا، چچا (عرب میں بڑے کو چچا کہہ کر بلاتے تھے یہ چچا حقیقی نہیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ مہاجر ہیں اور یہ نوجوان انصاری تھے)۔ چچا! وہ ابو جہل کون ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا بیٹے تیرا کیا کام ابو جہل سے؟ کہتا ہے چچا میں نے سنا ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہتا ہے اور میں نے تہیہ کیا ہے کہ اگر وہ نظر آگیا تو یا وہ یا میں یہ اپنی زبان میں ترجمہ ہے ورنہ وہاں یہ ہے کہ جسکی موت جلدی آئی ہوگی وہ مرجائیگا، عاهدت الله ان رأيته ان اقتله او اموت دونه اور ایک روایت میں ہے حتى يموت الاعجل منا مطلب یہ ہے کہ اگر میری موت جلدی آئی ہوگی تو میں مرجاؤں گا اگر اس کی موت جلدی آئی ہوگی تو وہ مرجائیگا مطلب یہ ہے کہ یا وہ رہے گا یا میں رہوں گا۔ کہتے ہیں کہ مجھے بڑا تعجب ہوا اس بچے کی بات سن کر۔ یہ بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ دوسرا کہنے لگا چچا چچا، ابو جہل کون ہے؟ اس سے میں

نے یہی سوال کیا وہ کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو برا بھلا کہتا ہے میں نے عہد کیا ہے کہ اگر وہ مجھے نظر آجائے یا وہ یا میں جس کی موت جلدی آئی ہوگی وہ مرجائیگا مطلب یہ ہوا کہ وہ رہے گا یا میں۔ کہتے ہیں کہ وہ صف بندی کرتا پھر رہا تھا ٹھکانے دیتا ہوا کہ تم یہاں ٹھہرو، وہاں ٹھہرو جیسے جرنیل کیا کرتے ہیں تو میں نے کہا وہ شخص جو یوں یوں کرتا اِدھر اُدھر پھر رہا ہے وہ ہے ابو جہل۔ انہوں نے پہچان لیا۔ جنگ شروع ہوئی تو یہ دونوں ایسے جھپٹے جس طرح سے باز اور شکرا چڑیا پر جھپٹتا ہے اور دیر ہی نہیں کی۔ بھاگتے ہوئے آئے حضور ﷺ کے پاس وہ کہتا ہے میں نے ابو جہل کو مار دیا وہ کہتا ہے میں نے ابو جہل کو مار دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنی تلواریں دکھاؤ تلواریں دکھائیں تو دونوں کی تلواریں خون آلود تھیں فرمایا لگتا ہے کہ تم دونوں نے اکٹھے مارا ہے۔ (بخاری ص ۴۴۴، ۵۶۸) پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہے کوئی جو تصدیق کر کے آئے کہ وہ واقعی مرگیا ہے یا نہیں! انصاری تو پہچانتے نہیں تھے ابو جہل کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یہ چھوٹے سے قد کے تھے۔ آپ کو معلوم ہے۔

میری گردن نیچے سے کاٹنا:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قد بہت چھوٹا تھا باقی صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوں اور وہ کھڑے ہوں تو سر برابر ہوتا تھا۔ (البدایہ والنہایہ ۷۔۱۸۳) وہ چل دیئے دیکھا تو وہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ ٹھنڈا ہونے کا معنی یہ کہ خون نکل گیا تھا، جوش وخروش ختم ہوگیا تھا، اٹھنے کی ہمت نہیں تھی لیکن زندہ تھا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ انہوں نے جا کر داڑھی سے پکڑا، داڑھی سے پکڑ کر ہلا کر کہتے ہیں انت ابو جھل، انت ابو جھل، ابوجہل میں ابھی بھی غرور باقی ہے کہتا ہے کہ کیا ہوگیا ایک آدمی کو مار لیا (بخاری ص ۵۶۵۔ مشکوۃ ۳۵۲) مطلب یہ ہے کہ اتنی ساری فوج آئی ہوئی ہے وہ سمیٹ لے گی ان کو اس کو پتہ نہیں تھا کہ باقی بھی چت ہوئے پڑے ہیں بات سمجھے، (جی)! لوگ تو کہتے ہیں ہوسکتا ہے تاریخ کی کتابوں میں یہ لکھا ہو یا سیرت کی کتابوں میں ہو روایت تاریخ اور سیرت کی

ہوگی کہ اس نے کہا کہ میری گردن ذرا نیچے سے کر کے کاٹنا تا کہ سروں میں رکھا ہوا یہ سر معلوم ہو کہ کسی سردار کا ہے۔ یہ آپ نے وعظوں میں بات سنی ہوگی لیکن جو کتابیں ہمارے پاس ہیں اس میں یہ نہیں ہے۔ سیرت کی کتابوں میں ہوسکتا ہے میں اس سے انکار نہیں کرتا اس وقت میرے پاس اسکا حوالہ نہیں ہے ہاں جو اس نے کہا وہ ہر کتاب میں لکھا ہوا ہے فَلَوْ غَيْرُ اكَّارٍ قَتَلَنِيْ (بخاری ص ۵۷۳۔ مشکوۃ ۳۵۲) ہائے کاش! کاشت کاروں کے ہاتھوں نہ مرتا معنٰی سمجھ گئے! یہ تو لڑنا نہیں جانتے تھے یہ باغبانی جانتے تھے، کھیتی باڑی جانتے تھے، بیلوں کی دمیں دبانے والے تھے، اونٹوں کی دمیں دبانے والے تھے، ان کو تو لڑنا نہیں آتا تھا میں جوان کے ہاتھ سے مر گیا تو یہ کتنی ذلت ہے۔ کتنا بڑا آدمی اور مارنے والے دو بچے اس کو یہ حسرت کھائے جا رہی تھی کہ یہ بچے مجھے مار گئے فَلَوْ غَيْرُ اكَّارٍ قَتَلَنِيْ ہائے کاش! مجھے ان کاشت کاروں کے علاوہ کوئی اور قتل دیتا۔ ایک بہت بڑا پہلوان ہو اور اسے ایک چھوٹا سا بچہ چت کر دے تو اسکی ذلت کی انتہاء ہے۔ اس کو یہ ذلت کھائے جا رہی تھی بہر حال اس کا سر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کاٹا اس لیے قاتل وہ دونوں بچے بھی ہیں کیونکہ زخمی وہ کرنے والے ہیں حقیقت میں سر کاٹنے والا یہ چھوٹے سے قد والا صحابی ہے بات سمجھے؟ (جی!)

اگر آج کا ابوجہل چھوٹے چھوٹے بچوں کے ہاتھوں مر جائے تو اس میں کون سی تعجب کی بات ہے۔ یہ ڈرتے اسی لیے ہیں کہ ابوجہلوں کی موت آتی ہی بچوں کے ہاتھوں سے ہے۔

ایسے نوجوان تیار کرو:

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ ہے تو بہت خطرناک لیکن ذمہ داری ان کی ہے۔ کتاب میں لکھا ہوا ہے اور ہے سو فیصد حقیقت۔ جب ختم نبوت کی تحریک چل رہی تھی غالباً اکوڑہ خٹک کی تقریر میں انہوں نے یہ کہا ان کی تقریر میں یہ بات چھپی ہوئی ہے، تحریک چلانے سے، جلوس نکالنے سے کچھ نہیں ہوتا ایسے نوجوان تیار کرو جو

پوچھتے پھریں کہ ابوجہل کون ہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ کتاب میں چھپاہوا ہے کتنا حقیقت پر مشتمل ہے، کتنا حکمت سے بھراہوا جملہ ہے کہ ان ابوجہلوں کا علاج جلوسوں سے نہیں ہوتا، نعروں سے نہیں ہوتا ان کا اگر علاج ہوگا تو انہی مسکینوں سے ہوگا اور آخرکار انہوں نے زوال میں آنا ہے جیسے روس آیا تھا انہی مسکینوں نے ٹانگیں توڑیں اس ریچھ کی (بے شک) اور اب یہ بندر میدان میں آیا ہے ناچتا ہوا یہ بھی دم کٹوا کر بھاگنے والا ہے انشاء اللہ مرنا جب بھی ہے انہوں نے مسکینوں کے ہاتھوں مرنا ہے۔ باقی رہے ہم لوگ اور آپ لوگ ہم ملک کے تحفظ کے لیے جان دے دیں گے، ہم اسلام کے تحفظ کے لیے جان دے دیں گے، ہم دہشت گرد ہیں تو پرایوں کے لیے ہیں نہ ملک کے لیے دہشت گرد ہیں، نہ ملک کے باشندوں کے لیے دہشت گرد ہیں، نہ اسلام کے لیے دہشت گرد ہیں۔ اسلام کے بھی محافظ ہیں، ملک کے بھی محافظ ہیں ان کے بھی محافظ ہیں انکو بھی اگر بچائیں گے ظالموں سے تو ہم ہی بچائیں گے جان چھوٹے گی تو انہی مسکینوں کے ذریعے سے چھوٹے گی جیسے روس سے جان چھوٹی ہے تو انہی مسکینوں کے ذریعے سے۔

ابوجہل کی تاریخ سے عبرت حاصل کرو:

اس لیے میں ہمدردی کے ساتھ کہتا ہوں اس وقت کے اقتدار والوں کو کہ تم ابوجہل کی تاریخ سے ہی عبرت حاصل کرلو۔ کیوں اپنا وقت ضائع کرتے ہو اور اپنے ملک کے خزانے برباد کرتے ہو۔ یہ تو ہو کر رہنا ہے آخر انہی مسکینوں کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے ان ابوجہلوں کو قتل کروانا ہے اور جہاد کے اندر انشاء اللہ تعالیٰ یہود ونصاریٰ کے سارے سرغنے جتنے بھی ہیں وہ سب انہی مسکینوں کے ہاتھوں ہی نیست و نابود ہونگے انشاء اللہ العزیز۔

بہر حال یہ دو تین باتیں تھیں بالترتیب آپ کی خدمت میں عرض کردیں ایسے ہی طبیعت میں غلغلہ سا تھا جو ظاہر کردیا۔

آخری حدیث کا ترجمہ:

باقی رہ گئی اس حدیث کی بات ترجمۃ الباب جو ہے وہ وزنِ اعمال کا ہے کیونکہ زندگی کا آخری نتیجہ اسی سے سامنے آتا ہے۔اس کی جو تحقیقیں ہیں وہ اپنے اساتذہ سے سن لینا۔ روایت میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ دو کلمے ہیں جو اللہ کو بہت محبوب ہیں، زبان پر ہلکے پھلکے ہیں، ترازو میں رکھے جائیں گے تو بہت وزنی ہو نگے۔ اس سے وزنِ اعمال کی دلیل بھی مہیا ہوگئی، سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم کی عظمت بھی نمایاں ہوگئی تو ابتداء میں اتباعِ وحی کی تلقین کے ساتھ اخلاص کی تعلیم تھی۔ آگے ساری کتاب میں احکام کی تعلیم تھی اور آخر میں وزنِ اعمال کے ساتھ فکرِ آخرت کو پیدا کیا، اور روایت کو ذکر کرکے ذکر اللہ کی ترغیب دے دی۔ اللہ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے اللہ تعالیٰ ان کلمات کو قبول فرمائے اور کوئی لغزش کوتاہی گئی ہو تو اللہ تعالیٰ وہ معاف فرمادیں (آمین)

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمدلله رب العالمين.

er Demo

دینی تعلیم کی اہمیت

بمقام: جامعۃ الرشید کراچی

بموقع: تقریب دستار بندی

تاریخ: رجب ۱۴۲۸ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِينُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ.

بِالسَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنَّا اِلٰى اَمِيْرِالْمُؤْمِنِيْنَ فِى الْحَدِيْثِ مُحَمَّد بْنِ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِىْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْىِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِىُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْىَ ابْنُ سَعِيْدِنِ الْاَنْصَارِىُّ قَالَ اَخْبَرَنِىْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِىُّ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِىَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِىَ اللّٰه عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِيَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَاالْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَالِامْرِئٍ مَّانَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا اَوْ اِلَى امْرَاَةٍ يَّنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَاهَاجَرَ اِلَيْهِ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِىُّ الْعَظِيْمُ. وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

❀❀❀

تمہید:

مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ربط و تعلق اور واقفیت و محبت بہت قدیم زمانے سے تھی۔ حضرت کی خدمت میں آمد و رفت بھی رہتی تھی، حضرت سے تعلق رکھنے والے پرانے حضرات جانتے ہیں کہ حضرت بہت محبت اور شفقت فرماتے تھے جب بھی میں آتا تو بڑے اہتمام کے ساتھ وقت دیتے تھے، شفقت و محبت سے گفتگو فرماتے تھے۔ حضرت کا فیض ہمہ جہتی تھا اور جب سے یہ مرکز (جامعۃ الرشید) قائم ہوا ہے اس فیض کا ظہور زیادہ وسعت کے ساتھ ہوا ہے۔ اس سے پہلے بھی دو یا تین دفعہ احباب کی ملاقات کے لیے آنے کا اتفاق ہوا ہے لیکن کسی اجتماع یا جلسے میں شرکت یا کچھ سننے اور عرض کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ یہ پہلا موقع ہے کہ اس حیثیت سے آپ کے سامنے بیٹھا ہوں۔ یہ ان احباب کا احسان ہے جنہوں نے مجھے یہاں آنے کے لیے حکم فرمایا باوجود یہ کہ سفر و بیان کا تحمل نہ تھا مگر دوست احباب کی دعاؤں اور انکی محبت کے سبب اللہ تعالیٰ نے کچھ نہ کچھ ہمت و جرأت عطاء فرمادی ہے۔

تخلیق آدم میں مٹی کی مختلف اقسام:

بہت مختصر وقت میں صرف عنوانات کے طور پر چند باتیں عرض کرتا ہوں آپ جانتے ہیں جس کو ہم انسان کہتے ہیں یہ حقیقت میں دو چیزوں بدن اور روح کا مجموعہ ہے۔ جب ہم انسان بولتے ہیں تو یہی مجموعہ مراد ہوتا ہے۔ بدن عارضی اور مادی ہے یہ زمین کے اجزاء سے اللہ تعالیٰ نے تیار فرمایا ہے۔ حدیث شریف میں اسکی وضاحت موجود ہے لفظوں کا جو ترجمہ ہم سمجھتے ہیں انہی لفظوں کے ساتھ ہم اس بات کو ادا کرتے ہیں۔ حقیقت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہے اس کی حقیقت ہم بیان نہیں کر سکتے۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین سے مٹی کی ایک مٹھی بھری اور اس سے آدم علیہ السلام کا وجود بنایا، آدم علیہ السلام کے وجود میں یہ جو مٹی لگی ہوئی ہے مشکوٰۃ شریف باب القدر میں روایت ہے۔

- کچھ نرم تھی............
- پاک بھی تھی............
- ناپاک بھی تھی............
- مختلف رنگ کی تھی............

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت ہر قسم کی مٹی اکٹھی کر کے آدم علیہ السلام کو بنایا۔ حدیث شریف میں الفاظ ہیں آدم علیہ السلام کی اولاد اسی طرح مختلف طبقات میں تقسیم ہوگئی،

- کسی کا مزاج سخت ہے............
- کسی کا نرم ہے............
- کسی میں شرارت ہے............
- کسی میں شرافت ہے............
- کوئی گورا ہے............
- کوئی کالا ہے............ (مشکوۃ ص ۲۲۔ ترمذی ۲۔ ۱۲۳۔ ابوداؤد ۲۔ ۲۸۸)

اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت آدم علیہ السلام کے وجود میں یہ ساری چیزیں جمع کر دی تھیں، آدم علیہ السلام کا وجود ارضی ہے۔ جب اس کا وجود بنایا گیا یعنی ڈھانچا تیار ہوگیا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے اس کے اندر روح پھونکی اور روح مادی نہیں ہے وہ ''من امو ربی'' ہے، عالم بالا کی طرف سے آئی ہے اسکی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہے زمین کی طرف نہیں ہے دونوں کے مجموعے کو انسان کا نام دیا گیا۔ جب یہ انسان بن گیا تو پھر کیسے جنت میں رہا؟

- کتنی دیر رہا؟
- کیسے اس کو نکالا گیا؟
- کس طرح سے دنیا میں آیا؟

جسم کی ساری ضروریات زمین سے پوری ہوتی ہیں:

یہ باتیں بہت لمبی ہیں اور اس مجلس میں کرنے کی نہیں لیکن اتنی بات بہر حال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدم کے بدن کی نشو ونما کے لیے اس کی ہر ضرورت پوری کرنے کی صلاحیت اس زمین میں رکھی ہے۔ بدن خاکی ہے اور اس کی ہر ضرورت اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے پوری فرمائی ہے۔اس کو خوراک لباس یا دوا کی ضرورت ہے یہ زمین سے حاصل ہوتی ہیں۔الغرض جتنی بھی ضروریات ہیں۔

- کھانے کی ہیں.........
- پینے کی ہیں.........
- پہننے کی ہیں.........
- رہنے کی ہیں.........
- توانائی حاصل کرنے کی ہیں.........
- بیماری زائل کرنے کی ہیں.........
- ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کی ہیں.........

سب اللہ تعالیٰ نے اس زمین سے پوری فرمائیں اور یہ زمین اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ایسا خزانہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے لے کر اس وقت تک اولاد آدم اسے کھائے جارہی ہے اور اپنی ضروریات اس سے نکالتی جارہی ہے لیکن یہ زمین جیسی پہلے تھی آج بھی ویسی ہی ہے اس میں کسی قسم کی کوئی کمی محسوس نہیں ہوتی۔ پتہ نہیں کتنے عرصے سے اسے شروع کیا ہوا ہے اور کیا کچھ اس سے نکالتے رہے ہیں۔

روح اصل ہے، بدن پردہ ہے:

اصل انسانیت کا دارومدار تو روح پر ہے اور بدن اللہ تعالیٰ نے روح کو زمین پر ظاہر کرنے کے لیے ایک کثیف جسم پردہ کے طور پر دیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی عادت شریفہ ہے کہ روغن بادام کو ایک پردہ میں بھیجا، آم کے رس کو ایک پردہ میں بھیجا اسی طرح روح لطیف ہے اسے بھی اللہ تعالیٰ نے ایک پردہ میں بھیجا تاکہ انسان اپنے آلات کے ذریعے سے عمل کرے اور کمالات کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ بدن اور روح میں سے اصل روح ہے اور بدن اس کی ضرورت کے لیے ایک سواری کے طور پر ہے اس بات کو سمجھانے کے لیے میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ روح ہمارے اندر موجود ہے تو ہمارا بدن انسان کہلاتا ہے جب اللہ تعالیٰ اس سے روح کو نکال لیتے ہیں تو اب وہ انسان نہیں رہتا انسان کی لاش ہوتی ہے لہٰذا روح نکل جانے کے بعد بدن کو محفوظ نہیں رکھا جاتا بلکہ انسان کے شرف کے طور پر اس کو ادب واحترام کے ساتھ زمین میں لوٹا دیا جاتا ہے کہ جس سے یہ بنا تھا ادھر ہی لوٹ گیا "مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ" (سورہ طٰہٰ۔ آیت ۵۵)

اصل جب روح ہے تو جیسے اللہ تعالیٰ نے بدنی ضرورتیں پوری کی ہیں تو روح کی ضرورت پورا کرنے کی بھی کوئی چیز تو ہونی چاہیے، سو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے اپنا علم اتارا اور اس کی تعلیم کے لیے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ شروع کیا۔ زمین سے غذائیں نکالنا، اشیائے ضرورت نکالنا مزدوروں کا کام ہے اور یہاں ترقی نیچے سے اوپر کو ہوتی ہے جتنا زیادہ انسان زمین کے قریب ہوگا اتنا میلا کچیلا زیادہ ہوگا اتنا ہی دنیا کے اندر بے قدر ہوگا جس طرح سے کانیں کھودنے والے اور کاشت کاروں کی حیثیت ہوا کرتی ہے جتنی یہ چیز آگے بڑھتی چلی جائے گی اس میں لطافت اور صفائی آتی چلی جائے گی۔ لیکن اللہ کی کتابوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ وہ عرش کی طرف سے آئی ہیں باقی کتابوں کو زیر بحث نہیں لاتا صرف قرآن کریم کو ہی لے لیں جو روح کی غذا کے طور پر عرش سے اترا ہے۔ جو قرآن کریم کے الفاظ سے متعلق ہوگا وہ عرش سے زیادہ قریب

ہوگا جتنا ہم دور ہٹتے چلے جائیں گے حتیٰ کے صرف ونحو اور اس قسم کی چیزیں یہ سب ہم قرآن کریم ہی کے لیے پڑھتے پڑھاتے ہیں لیکن یہ دور ہوتی چلی جائیں گی، گویا کہ افضل ترین آدمی وہ ہوگا جو قرآن کریم کی جسے اللہ تعالیٰ نے الفاظ کے درجے میں اتارا ہے، خدمت کرے، اسے پڑھے تو ایک ایک حرف کی درست ادائیگی کے ساتھ اور اللہ کا کلام پڑھنے پر جو ثواب قرآن کریم میں مذکور ہے اس سے معلوم ہوتا ہے جتنا عرش کی طرف زیادہ قریب ہوگا اتنا ہی اس کی فضیلت زیادہ ہوگی۔ پھر اس کا ترجمہ ہے اس کے متعلق احکام کا استنباط ہے، پھر حدیث کے ساتھ اس کی تشریح ہے، پھر اسکی خدمت کے لیے صرف ونحو ہے گویا اس کی خدمت کا یہ سلسلہ اوپر سے نیچے کو ہے جتنا نیچے ہوتے جائیں گے دور ہوتے جائیں گے اور جتنا اوپر کو چڑھتے جائیں گے قریب ہوتے جائیں گے۔ اللہ کا قرب حاصل کرنے کا ذریعہ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ قرآن سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہے تو اس کے لیے سب سے اچھا ذریعہ قرآن کریم ہے۔

سرور کائنات ﷺ کے تین منصب:

باقی انبیاء علیہم السلام کا ذکر نہیں کررہا سرور کائنات ﷺ اس قرآن کی امانت کو لے کر آئے تو اللہ جل شانہ نے ان کی جو شانیں بیان کی ہیں آپ جانتے ہیں،

- کہ ان میں پہلے نمبر پر تلاوتِ کتاب ہے............
- دوسرے نمبر پر تعلیم کتاب وحکمت ہے............
- اور تیسرے نمبر پر تزکیہ ہے............

یہاں بھی ابتداء تلاوتِ کتاب سے ہوتی ہے اور تلاوت کا تعلق الفاظ کے ساتھ ہے اور آگے تعلیم کتاب وحکمت ان الفاظ کے معانی ومفاہیم اور ان سے احکام کا استنباط اور جو بھی سلسلہ ان سے چلے وغیرہ کا کام ہے اور جو تزکیہ ہے وہ اس علم کو عمل میں لانے کی ایک صورت ہے کہ علم میں بتایا کہ نماز پڑھو اور تزکیہ یہ ہے کہ عملاً پڑھ کر سنائی اور

دکھائی یہ اس علم کو عمل میں لے آئی اور ایسے ہی باقی صورتیں ہیں۔

تزکیہ وتصوف کی اہمیت حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی:

ہمارے بزرگوں میں مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں ساری زندگی انہوں نے قرآن کریم کا درس دیا اور اس کے ذریعے لاہور میں ایک انقلاب برپا کیا لیکن ساتھ ساتھ وہ تزکیہ کی صفت کے حامل بھی تھے اور اس بات کو سمجھانے کے لیے ایک مثال دیا کرتے تھے جو میں نے خود ان کی زبانی سنی ہے۔ فرماتے تھے دیکھو! ایک ہوتا ہے رنگ ساز جو رنگ بناتا ہے اور ایک ہوتا ہے رنگ فروش جو رنگ بیچتا ہے اور ایک ہوتا ہے رنگ ریز جو رنگ چڑھاتا ہے۔ فرماتے تھے رنگ بنایا ہوا تو اللہ کا ہے، "صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً" (بقرہ آیت ۱۳۸) اور اس رنگ کو پھیلانے اور فروخت کرنے والے علماء ہیں گویا کہ رنگ علماء سے ملتا ہے۔ پڑیا آپ خرید کر لے جائیں لیکن جو رنگ چڑھاتا ہے وہ ولی، اللہ کا نیک بندہ جس کو اللہ تعالیٰ نے تزکیہ کے لیے رکھا ہے وہ صوفیاء ہیں جو رنگ چڑھانے کا کام خانقاہوں میں کرتے ہیں۔ تعلیم کتاب وحکمت کا کام مدرسوں میں ہوتا ہے اور تلاوت کے کام کے لیے دارالقرآن بن گئے یہ مختلف شعبے ہو گئے۔ تزکیہ اس علم کو عمل میں لا کر انسان کے اوپر رنگ چڑھانے کا کام ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں تینوں صفتیں پائی جاتی تھیں اور ان میں جامعیت تھی مجموعی طور پر امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وارث ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام امت کے اندر پائے جاتے ہیں لیکن اب وہ جامعیت جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں تھی وہ امت کے اندر تقسیم ہوگئی۔ کسی کے حصے میں تلاوت والی بات آگئی وہ قرآن کریم کے الفاظ کا خادم بن گیا اور کسی کے حصے میں تعلیم کتاب وحکمت آگئی تو کوئی فقہ پڑھا رہا ہے، کوئی حدیث کا درس دے رہا ہے اور یہ تعلیم کتاب وحکمت ہے۔ کوئی خانقاہی نظام کو لے کر بیٹھا ہے جہاں عمل سکھایا جاتا ہے تو یہ تزکیہ ہے جیسا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس جب لڑکے پڑھنے کے لیے آتے ہیں تو ان میں کئی ایسے ہوتے ہیں جو نماز تک کی

پابندی نہیں کرتے۔ان سے یہ کہا جائے کہ تہجد کی فضیلت پر تقریر کروتو دو، تین گھنٹے تقریر جھاڑ دیں گے خوب اچھی طرح سے تہجد کے فضائل بیان کریں گے لیکن جب تہجد کا وقت آئیگا تو سوئے ہوئے ہونگے گویا ان کے پاس علم تو ہے لیکن عمل نہیں ہے۔فرماتے تھے جب میرے پاس تین مہینے لگا کر فارغ ہو کر جاتے تو تہجد کے پابند ہوتے تھے گویا وہ رنگ چڑھ گیا جو ان کو علم کے درجے میں حاصل تھا لیکن عمل کے درجے میں وہ اس سے خالی تھے۔حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ قرآن کریم کا سالانہ دورہ تفسیر کرایا کرتے تھے جو رمضان شریف میں شروع کر کے عید الاضحیٰ کے موقع پر ختم کر دیا کرتے تھے اور فارغ التحصیل طلبہ کو لیا کرتے تھے۔

طبقہ قراء کی اہمیت:

تو یہ تینوں ہی طبقے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث اور جانشین ہیں اللہ چاہے تو کسی کو تینوں کا جامع بنادے کہ وہ تعلیم کتاب وحکمت بھی کرے اور تزکیہ بھی کرے، وہ تلاوت کتاب کا ماہر بھی ہو اور الفاظ کے احکام اس کے رسم الخط،اس کی ادائیگی کے طریقوں سے بھی واقف ہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے پڑھنے کے طریقے بتائے۔ سات طریقے ہیں جیسا کہ ابھی مجھ سے پہلے مفتی (ابولبابہ شاہ منصور) صاحب مدظلہ بیان فرمارہے تھے اس کی اور تفسیریں بھی ہیں بہر حال اس میں ایک بات یہ بھی آتی ہے جو عرض کر دی۔

جو قرآن کریم کی خدمت کرنے لگ گئے وہ قاری کہلاتے ہیں اور دوسرا طبقہ علماء کا طبقہ کہلاتا ہے اور تیسرا طبقہ صوفیاء کا طبقہ کہلاتا ہے۔یہ سارے کے سارے ہی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں اور مجموعی طور پر یہ سب مل کر گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کو سنبھالے ہوئے ہیں۔اگر آپ تلاوت کا فرض ادا کرنے والے حضرات کی تاریخ پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انہوں نے اپنے آپ کو بالکل قرآن کی تعلیم میں فنا کر دیا۔بعض نے تو الفاظ ہی کی تعلیم میں زندگیاں کھپا دیں۔

مجھے تو ایک روایت نے اپنی جگہ بٹھا دیا:

یہ ایک معروف روایت ہے جو آپ سنتے رہتے ہیں خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ اس کے راوی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں اور ان سے جو نیچے راوی ہیں انہیں ابو عبد الرحمٰن کی کنیت سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس کی روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں مجھے تو اسی ایک روایت نے اپنی جگہ بٹھا دیا (بخاری ص۔۷۵۲ ج ۲) اسی ایک روایت کو لیکر بیٹھا ہوا ہوں اور ساری زندگی میں نے قرآن سیکھا اور سکھایا یعنی پڑھا اور پڑھایا۔ تو شارحین لکھتے ہیں کہ ابو عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کے قرآن پڑھنے کا زمانہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے لے کر حجاج کے زمانے تک ہے۔ (فتح الباری ج ۹۔۷۷) اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے کی ابتداء لی جائے اور حجاج کے زمانے کی انتہاء لی جائے تو یہ تقریباً بہتر (۷۲) سال بنتے ہیں اور اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے کی انتہاء اور حجاج کے زمانے کی ابتداء لی جائے تو یہ تقریباً پینتیس (۳۵) سے لیکر اڑتیس (۳۸) سال تک بنتے ہیں گویا یہ ان کے قرآن پڑھنے پڑھانے کی کم وبیش مدت ہے اگر چہ انہوں نے خود نہیں بتایا کہ انہوں نے کتنا پڑھایا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے سے لیکر حجاج کے زمانے تک پڑھانے کا ذکر روایت میں موجود ہے گویا کہ اڑتیس (۳۸)) سال سے لیکر بہتر (۷۲) سال تک انہوں نے یہ خدمت سرانجام دی یعنی اس ایک روایت "کہ جو قرآن سیکھے اور سکھائے وہ سب سے اچھا ہے" کا اثر لے کر بیٹھ گئے اور اپنے آپ کو اسی میں کھپا دیا۔ ایسے ہی تعلیم کتاب وحکمت میں بھی لوگوں نے اپنی زندگیاں کھپا دیں اور آج وہ ہمارے لیے نمونہ ہیں۔

اصحاب صفہ کا تعارف:

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے میں جہاں مسجد بنائی تھی تو اس کے ساتھ ایک چھپر ڈال دیا تھا ایک مدرسہ بنایا تھا جس کو صفہ کہتے ہیں۔ مدرسوں کی جو بنیاد اٹھی وہ اسی مدرسہ سے اٹھی کہ جس میں داخل ہونے والے مساکین تھے اور ان کا کوئی ذریعہ

معاش نہ تھا یہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کہلاتے تھے۔ میں تفصیل میں نہیں جاتا لیکن ایک بات آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں اور حدیث میں بھی آپ پڑھتے رہتے ہیں کہ اصحابِ صفہ میں ممتاز ترین ہستی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھے رسول اللہ ﷺ کی صحبت اٹھانے والا یہ پاکیزہ گروہ اصحابِ صفہ مساکین پر مشتمل تھا یہ طالب علم تھے اور ان کی ساری ذمہ داری رسول اللہ ﷺ پر ہوتی تھی اسی لیے انہیں رسول اکرم ﷺ کے مہمان کہا جاتا تھا۔ آج عربی مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو بھی اسی لیے مہمانانِ رسول ﷺ کا عنوان دیا جاتا ہے۔ شہروں دیہاتوں میں لوگ اسی عنوان سے چندہ مانگتے ہیں تو یہ لفظ وہی ہے جو اصل کے اعتبار سے اصحابِ صفہ کے لیے تھا۔ سرور کائنات ﷺ نے ان مہمانوں کے لیے معاش کا کیا انتظام کیا تھا۔ بس صرف تھوڑا سا اشارہ کرتا ہوں جو شخص زکوۃ، صدقہ وخیرات لاتا وہ آپ ﷺ اصحابِ صفہ کے لیے رکھ دیتے تھے۔ یہ بات آپ حضرات کے علم میں ہے کہ آپ ﷺ کو کوئی ہدیہ دیتا تھا تو اس کو خود بھی استعمال فرمالیتے تھے اور اصحاب صفہ کو بھی شریک کرتے۔ اگر صدقہ وخیرات آجاتا تو اصحابِ صفہ میں بانٹ دیا جاتا خود استعمال نہیں کرتے تھے۔ (بخاری ص ۹۵۵۔ ترمذی ج ۲۔ ۷۴) اور جب کچھ نہیں آتا تھا تو یہ اصحابِ صفہ فاقے میں ہوتے تھے۔ تو میں کبھی کبھی طالب علموں کو یہ کہا کرتا ہوں کہ جو لوگ تمہیں طعنہ دیتے ہیں کہ تم زکوۃ کھاتے ہو تم صدقوں پر پلتے ہو اور بسا اوقات طلبہ بھی اس تناظر میں اپنے آپ کو حقیر سمجھنے لگ جاتے ہیں۔

عزیزو! احساس کمتری کا شکار نہ ہونا:

میرے عزیزو! اس مغالطے میں کبھی مت آنا کیونکہ یہ صدقہ وخیرات قرآن وحدیث پڑھنے والوں کے لیے سرور کائنات ﷺ کا مختص کردہ ہے۔ اللہ تعالی نے صدقہ وخیرات کی شکل میں مالداروں پر اپنا حق مقرر کیا ہے اسی طرح زکوۃ بھی حق اللہ ہے یہ حق الفقیر نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو فقیر کے معاف کرنے سے زکوۃ معاف ہو

جاتی۔ اب اگر سارے شہر کے فقراء مل کر مالداروں کو کہہ دیں کہ ہم تمہیں اپنا حق معاف کرتے ہیں ہم تم سے زکوۃ نہیں لیتے تو کیا زکوۃ کا فرض پورا ہو جائیگا؟ باقی جو قرآن کریم میں آیا ہے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ (توبہ۔آیت ۶۰) تو یہ مصارف کا ذکر ہے کہ صدقہ ان پر خرچ کرو جیسے فِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (سورۃ ذاریات. آیت ۱۹. معارج. آیت ۲۵) اس سے ایک اور بات واضح ہوتی ہے کہ سائل اور محروم کے لیے جو حق ہے وہ حق اللہ ہے گویا کہ سرمایہ دار کے پاس جو مال ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا حق متعین کیا ہے اور اس کے بعد اس کا مصرف بتایا ہے کہ مساکین اس کا مصرف ہیں ان کو دیا کرو۔ یہی وجہ ہے کہ سرمایہ دار کا احسان مسکین پر نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں انہیں کھلاتا ہوں بلکہ وہ تو اللہ کو دیتا ہے اور اللہ ان مساکین کو کھلاتا ہے اور فقیر کو جو رزق پہنچ رہا ہے وہ اللہ پہنچاتا ہے سرمایہ دار نہیں دیتا اگر سرمایہ دار یہ احسان جتلادے کہ یہ میں نے دیا ہے تو اللہ تعالیٰ صدقہ ہی باطل کر دیتا ہے لاتبطلوا صدقاتكم بالمن (بقرۃ. آیت ۲۶۴) (احسان جتاؤ گے تو تمہارا صدقہ باطل ہو جائے گا) فقیر پر سرمایہ دار کا احسان نہیں ہے۔ اس لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لے کر اب تک اس قرآن و حدیث سیکھنے والے جو مدارس میں پلتے ہیں یہ اللہ کا مال کھاتے ہیں کسی اور کا نہیں کھاتے۔

مدارس کے طلبہ کی شان بزبان الٰہی:

اسی لیے میں آج کے محاورے میں کہتا ہوں کہ یہ صدقہ اور خیرات کھانے والے چونکہ اللہ کا کھاتے ہیں اسی لیے اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اور جو کہتے ہیں ہم اپنا کما کر کھاتے ہیں ان پر ذرا ذرا سی بات پر خوف طاری ہو جاتا ہے کہ ہمارا کارخانہ کوئی نہ چھین لے، ہماری زمین پر کوئی قبضہ نہ کر لے، ہمارا یہ نہ کر دے، ہمارا وہ نہ کر دے جبکہ ان فقیروں کو کسی کا خوف نہیں ہوتا سوائے اللہ کے تو اللہ نے ان کو اپنا اور رسول اللہ ﷺ کا مہمان بنا کر ان کے لیے اپنا حق متعین کیا ہے۔ میں بار بار کہتا ہوں زکوۃ حق

اللہ ہے حق الفقیر نہیں ہے جیسے فقیر کے معاف کرنے سے زکوۃ معاف نہیں ہوتی، صدقہ بھی معاف نہیں ہوتا اللہ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ یہ صدقات فقراء کے لیے ہیں اَلَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جو اللہ کے راستے میں لگنے کی وجہ سے دنیا کمانے سے روک دیئے گئے ہیں جن کو اللہ کے راستہ میں گھیر لیا گیا ہو لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ زمین پر چلنے پھرنے کی طاقت نہیں رکھتے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کی ٹانگوں میں طاقت ہی نہیں ہے بلکہ وہ دین کی خدمت میں اتنا مصروف ہیں کہ تجارت کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے اگر تجارت کریں گے، دکان چلائیں گے تو دین کی خدمت کیسے ہوگی یَحْسَبُھُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ جن کو حالات معلوم نہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہ لوگوں سے مانگتے نہیں پھرتے لیکن تم اگر غور کرو گے تو علامات سے تمہیں معلوم ہو جائے گا تَعْرِفُھُمْ بِسِیْمٰھُمْ۔ (بقرۃ۔ آیت ۲۷۳)

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ بیان القرآن میں رقم طراز ہیں کہ اس دور میں اس کا سب سے اچھا مصداق عربی مدارس کے طلبہ ہیں کہ جو اللہ کے دین کے لیے رکے ہوئے ہیں۔ کمانے کے لیے زمین پر سفر نہیں کر سکتے اور مستغنی ہو کر پڑھنے میں لگے رہتے ہیں، ناواقف آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ان کو کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اگر غور کرو گے تو علامات سے پہچان لو گے کہ اس طبقے کے اعلیٰ ترین لوگ اس دور میں عربی مدارس کے طلبہ ہیں۔ یہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نائبین کا طبقہ ہے کہ جنہوں نے اپنے آپ کو دین کے لیے کھپایا، کمانے کی فکر میں نہیں پڑے تو اللہ نے اپنا حق ان کو دلوادیا اور اسی پر انہوں نے گزارہ کر کے دین کی خدمت کی اور دین کو پھیلایا، کمانے کی فکر میں پڑے نہ معیار زندگی اونچا کرنے کی فکر کی، چٹائی پر بیٹھے رہے اور آج بھی چٹائیوں پر بیٹھے خدمت کر رہے ہیں۔ آج بھی جتنی ان کی تنخواہیں ہیں میرا خیال ہے کہ عام قسم کا چوکیدار بھی اگر کسی کارخانے میں ہو تو اس کی تنخواہ ان سے زیادہ ہوتی ہے مگر ان کو اسکی کوئی پرواہ نہیں جتنا اللہ کی طرف سے مل گیا لے لیتے ہیں کھاتے ہیں اور دین کی خدمت پر لگے

ہوئے ہیں۔

ان پانچ روپوں کا کیا کروں؟:

ہمارے بزرگوں میں مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں بہت صاحب قلم تھے۔ انہوں نے سورۂ کہف کی تفسیر لکھی ہے تو قرآن میں جہاں خضر علیہ السلام نے یتیموں کا خزانہ بچانے کے لیے دیوار سیدھی کی اور کوئی اجرت نہیں لی۔ کہتے ہیں ہمارے اکابر کی مثال یہی ہے کہ دین کے خزانے کو محفوظ کرنے کے لیے بلا معاوضہ و بلا اجرت دیوار قائم کی ہے۔ دیکھنے والا حیران ہے کہ اتنا کام کرتے ہیں اور ان کے دل میں معاوضے کی طلب ہی نہیں ہے۔ اسی تفسیر میں لکھتے ہیں جن دنوں میں حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تنخواہ دس روپے تھی تو نواب بھوپال کی طرف سے دعوت آگئی کہ آپ یہاں آجائیں تین سو روپے تنخواہ ہوگی۔ کہاں دس روپے کہاں تین سو روپے تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ دس روپے تنخواہ ملتی ہے پانچ روپے والدہ کو دیا کرتا تھا اور پانچ روپے میرے خرچ کے لیے کافی ہوتے تھے جب والدہ کا انتقال ہوگیا تو سوچ رہا تھا کہ ان پانچ روپوں کا کیا کروں؟ اللہ کا شکر ہے کہ یہ دو چار طالب علم پڑھنے والے موجود ہیں ان پر خرچ کردیتا ہوں۔ دس روپے میں میری ضرورتیں پوری ہوجاتیں ہیں تین سو روپے لوں گا تو باقی دوسونوے روپوں کا کیا کروں گا؟ بڑی تنخواہ کے لالچ میں ریاست بھوپال کی نوکری نہیں کی۔ سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کتابوں میں آتا ہے کہ وہ ابتداء میں تنخواہ ہی نہیں لیتے تھے صرف مہتمم صاحب کے گھر سے جو کھانا آتا کھا کر گزارہ کرلیتے تھے۔ دیوبند میں ان کی آخری تنخواہ محض ساٹھ (۶۰) روپے تھی۔ چنانچہ ایک لطیفہ لکھا ہے ایک دفعہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مہتمم صاحب تھے کی مجلس میں سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور کچھ اساتذہ موجود تھے۔ وہاں قلفی بیچنے والا ایک بابا آگیا۔ مہتمم صاحب نے فرمایا ان سب کو قلفی کھلاؤ اس نے ایک ایک قلفی سب مدرسین کو دے دی تو ایک مدرس نے پوچھ لیا بابا مہینے میں کیا کما لیتے ہو؟ تو بابا کہنے

لگے میں مہینے میں ساٹھ روپے کمالیتا ہوں۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر مسکرائے اور اس بابے سے کہنے لگے پھر تجھے دار العلوم کی صدارت کی ضرورت نہیں کہ دار العلوم کے صدر مدرس کو بھی ساٹھ (۶۰) روپے ملتے ہیں اور تو قلفیاں بیچ کر ساٹھ روپے کمالیتا ہے۔ان کو ڈھاکہ کی یونیورسٹی کی طرف سے نوسو (۹۰۰) روپے ماہوار کی پیش کش ہوئی مگر حضرت دار العلوم کی تدریس چھوڑ کر نوسو (۹۰۰) روپے تنخواہ پر یونیورسٹی تشریف نہیں لے گئے۔

مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ نوسو (۹۰۰) کو ٹھکرادیا بلکہ کسی سے اس بات کا تذکرہ تک نہیں کیا کہ مجھے اتنی بڑی پیش کش ہوئی تھی اور میں نے قبول نہیں کی۔اس طرح سے یہ لوگ دین کی خدمت کے لیے مرے مٹے ہوئے تھے۔

مجھے جینا ہی نہیں بندۂ احسان ہوکر:

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے جب ان کے والد فوت ہوئے تو مولانا انتہائی مقروض تھے۔مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لیے بارہ (۱۲) روپے تنخواہ تجویز کی تھی۔حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے اصرار کر کے ان کی تنخواہ پندرہ (۱۵) روپے کروائی تھی۔مولانا کو نواب آف حیدر آباد کی طرف سے پیش کش ہوئی تھی کہ آپ یہاں آجائیں رہنے کے لیے کوٹھی،سفر کے لیے کار ملے گی اور اتنی تنخواہ ہوگی۔(یہ واقعہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی آپ بیتی میں بھی لکھا ہے)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں صرف اتنا لکھ کر بھیج دیا،

"مجھے جینا ہی نہیں بندہ احسان ہوکر"

حکومت کا احسان مند ہوکر زندہ رہنا ہی نہیں چاہتا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مکتبہ یحییٰ کے نام سے چھوٹا سا مکتبہ بنایا ہوا تھا جس میں کچھ رسالے اور کتابیں وغیرہ بیچ کر اپنا گزارہ کیا کرتے تھے۔وہ اللہ کی مرضی تھی کہ بعد میں

مکتبہ کو بے حد وسعت نصیب ہوئی۔ ہمارے اکابر معیار زندگی کو اونچا کرنے کے لیے سرکاری ملازمتوں، سرکاری خزانوں کی طرف کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔

انہوں نے اپنی زندگیاں اس دین کے لیے کھپادیں اور اسی کی برکت سے آج ہم کلمہ پڑھ رہے ہیں، مسلمان ہیں، اگر ہم اچھا کھانے اچھا پہننے اور معیار زندگی کو اونچا کرنے کے لیے سرکاری ملازمتوں کو طرف بھاگیں گے چٹائیوں پر بیٹھ کر پڑھنا پڑھانا اور دین کی خدمت کرنا چھوڑ دیں گے تو آنے والی نسل دین سے محروم ہوجائے گی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے یہ مختلف نیک بندے قرآن کریم کی خدمت کو زندگی کے ہر شعبے کے مقابلے میں ترجیح دیتے ہیں آپ بھی ان کی یہ صفات اپنا لیجئے اور فقیری میں بادشاہی کے مزے زندگی بھر لوٹیے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین.
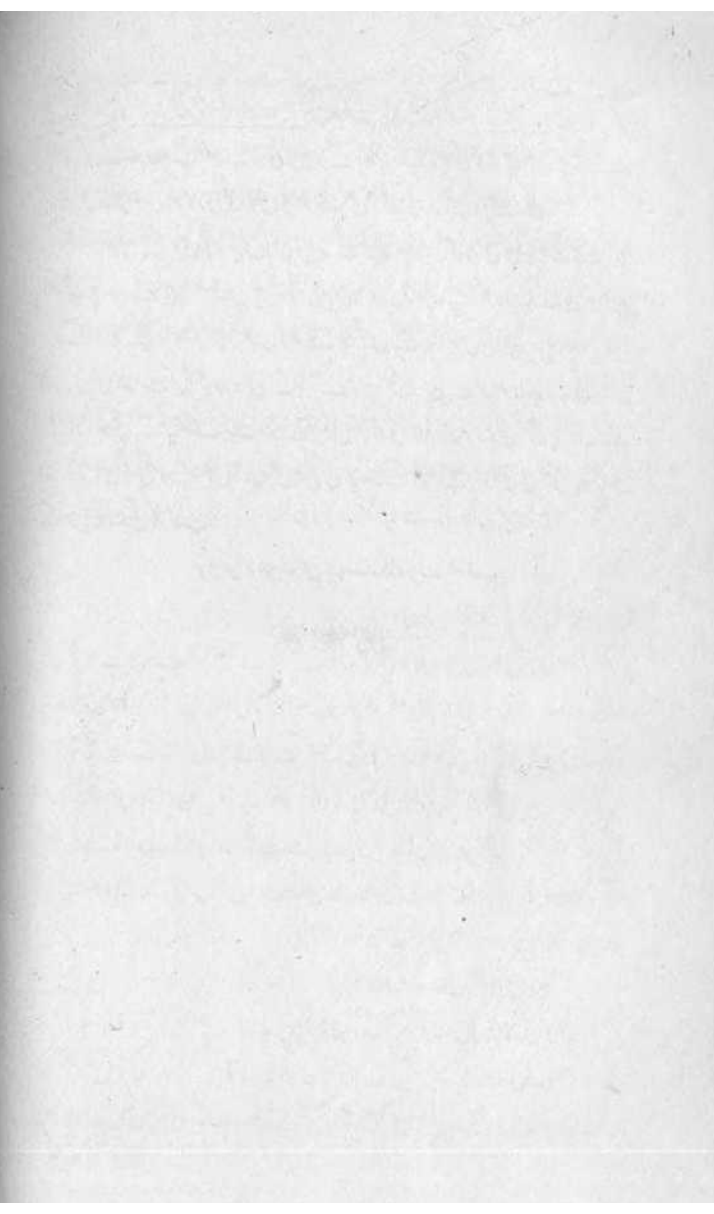
تعلق رسول ﷺ کی برکات

بمقام: جامعہ فاروقیہ۔ شجاع آباد

بموقع: تقریب افتتاح بخاری شریف

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ.

بِالسَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنَّا اِلٰى اَمِيْرِالْمُؤْمِنِيْنَ فِى الْحَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِيْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ بَابُ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْوَحْيِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَالنَّبِيِّيْنَ مِنْ بَعْدِهٖ بِهٖ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ سَعِيْدِنِ الْاَنْصَارِيُّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ التَّيْمِيُّ اَنَّهٗ سَمِعَ عَلْقَمَةَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّيْثِيَّ يَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الْمِنْبَرِيَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّمَاالْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَالِاِمْرِئٍ مَّانَوٰى فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ اِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَااَوْاِلَى امْرَاَةٍ يَّنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ اِلٰى مَاهَاجَرَ اِلَيْهِ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمِ. وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

حضرت حکیم العصر دامت برکاتہم العالیہ کی مدرسہ سے وابستگی:

علمی اور فنی بحثیں تو طلباء کے لیے ہوتی ہیں اور وہ درسگاہ میں اساتذہ کرام بالترتیب طلباء کے سامنے بیان کرتے رہتے ہیں۔ یہ جو جلسہ عام ہوا کرتا ہے اس میں صرف طلباء نہیں ہوتے عوام بھی ہوتی ہے چاہے افتتاح کا موقع ہو چاہے اختتام کا موقع ہو۔ ہم فنی اصطلاحات سے ہٹ کر کچھ ایسی باتیں بھی ابتداء میں عرض کر دیا کرتے ہیں جو عوام کے فائدہ کی ہوتی ہیں ورنہ اگر صرف فنی مباحث میں ہی وقت گزار دیا جائے تو ثواب کی نیت سے تو عوام بیٹھتی ہے اور ثواب بھی یقیناً ملتا ہے۔ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے لیکن جہاں تک علم حاصل کرنے کی بات ہے عوام [illegible] نہیں اٹھا سکتی۔ اور یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اس مدرسے سے میرا تعلق کم از کم پچاس (۵۰) سال سے ہے۔ اس مدرسے کے بانی مولانا رشید احمد صاحب رحمہ اللہ طالب علمی زمانے سے میرے دوست اور میرے ساتھی ہیں۔ میں بھی قاسم العلوم میں پڑھتا تھا وہ بھی قاسم العلوم میں پڑھتے تھے۔ مجھ سے وہ ایک دو سال پیچھے ہوتے تھے لیکن ہماری دوستی اس وقت بھی تھی اور اس وقت کے بعد ان کی زندگی کے آخری ایام تک یہ تعلق قائم رہا اور ان کے جنازے میں بھی شمولیت کا موقع ملا۔ تو سارے نشیب و فراز جو اس مدرسے پر گزرے ہیں اللہ کا شکر ہے وہ سب میرے سامنے ہیں۔ لیکن جب سے یہاں طالبات میں دورہ حدیث شریف شروع ہوا یہ آٹھواں سال ہے۔ سات سال سے طالبات میں دورہ حدیث شروع ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ شاید ہی کسی سال ناغہ ہوا ہو ورنہ اکثر و بیشتر اختتام پر میں ہی حاضر ہوتا رہا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے توفیق دی آپ حضرات کی خدمت میں عرض کرتا رہا تو اس

لیے نہ آپ میرے لیے اجنبی ہیں اور نہ میں آپ کے لیے اجنبی ہوں۔ دو چار باتیں آپ حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں اور پھر جیسے کہ افتتاح کی یہ رسم ہے اس کے مطابق گفتگو کرونگا۔

امت دین سے دور کیوں ہوتی جارہی ہے؟:

کئی سال پہلے کی بات ہے کم ازکم میرا خیال ہے تیرہ چودہ سال پہلے کی بات ہے ہمارے ایک دینی رسالے میں ایک سوال اٹھایا گیا تھا اور وہ سوال خط کی صورت میں وقت کے چیدہ چیدہ اہل علم حضرات کی خدمت میں بھیجا گیا تھا اور وہ خط میرے پاس بھی آیا تھا۔ اس میں سوال یہ اٹھایا گیا تھا کہ امت دین سے دور کیوں ہوتی جارہی ہے؟ اور بے دینی کو فروغ کیوں ملتا جارہا ہے؟ دینی تعلق لوگوں میں کمزور ہوتا جارہا ہے، بے دینی پھیل رہی ہے دین کے ساتھ رابطہ مضبوط نہیں رہا آخر اس کا سبب کیا ہے؟ آپ کچھ لکھنے کی استدعا کی گئی تھی۔ میں نے تو اس پر کچھ نہیں لکھا کیونکہ مجھے لکھنے کی عادت نہیں۔ البتہ اور حضرات کی طرف سے اس پر اظہار خیال کیا گیا لیکن سب سے زیادہ صحیح ......سب سے زیادہ قوی...... سب سے زیادہ مضبوط...... اور سب سے زیادہ سمجھ آنے والی بات جو تھی وہ حضرت مولانا زاہد الحسینی ؒ کی تھی۔ حضرت مولانا زاہد الحسینی ؒ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ کے صرف تلمیذ ہی نہیں بلکہ عاشق زار تھے اور حضرت ؒ کی وفات کے بعد ان کا تعلق حضرت مولانا احمد علی لاہوری ؒ سے ہوا اور خلافت ان کو مولانا احمد علی لاہوری ؒ کی جانب سے تھی۔ انہوں نے جو جواب دیا کم ازکم میرے علم کی حد تک عین واقعے کے مطابق تھا اور اہم تھا۔ فرمایا کہ ایمان اور دین یہ نصیب ہوتا ہے اللہ کے رسول کے ساتھ تعلق سے اللہ کو کسی نے آنکھوں سے دیکھا نہیں ہم اللہ کو جو پہچانتے جانتے ہیں تو اللہ کے رسول کی زبانی جانتے پہچانتے ہیں اور امت محمدیہ کا تعلق اللہ تعالیٰ اور سرور کائنات محمد ﷺ سے کمزور ہوتا جارہا ہے اور جتنا کمزور ہوتا جارہا ہے اتنی ہی بے دینی آتی جارہی ہے۔

مماتی ٹولے کی نحوست:

اور اس تعلق کو کمزور کرنے میں سب سے زیادہ دخل مماتیوں کا ہے یا منکرین حدیث کا جو حضور ﷺ کی روضہ اقدس میں حیات کا انکار کرتے ہیں وہ امت کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے کمزور کرتے ہیں یا جو حضور ﷺ کی حدیث کی حجیت کا انکار کرتے ہیں وہ بھی حضور ﷺ سے امت کے تعلق کو کمزور کرتے ہیں۔ان دو طبقوں کا تعلق ہے سب سے زیادہ امت کا تعلق اللہ کے رسول سے توڑنے میں اور یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے درمیان ایمان میں وہ رونق نہیں آرہی بلکہ بے دینی کی طرف رجحان بہت زیادہ ہوتا جارہا ہے۔سب سے بدتر قسم کی مثال آج آپ کے سامنے ہے کہ جو اس جماعت کا بہت بڑا نمائندہ سمجھا جاتا تھا گند تو پہلے بھی اس کے منہ سے اچھلتا رہتا تھا لیکن اب اس نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "کتابِ مقدس اور بخاری مُحَدِّث" یہ لوگ (مماتی) اس کو بخاری مُحَدِّث پڑھتے ہیں مُحَدِّث نہیں مُحَدَّث ... امام بخاری رحمہ اللہ کو بھی بدعتی کہا اور جو وہ اپنے طور پر بدزبانی کر سکتے تھے امام بخاری رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ کے متعلق جو ممکن تھا اس نے گالیاں دے لیں، جو ممکن تھا برا بھلا کہہ لیا، کتاب چھپ گئی اور سب کے ہاتھوں میں آگئی تو ان لوگوں کے باطن کا کچھ اندازہ لوگوں کو ہوا ہے۔آج کل وہ گرفتار ہے اور اللہ کرے اگر اس کی قسمت میں ایمان نہیں ہے تو اس کی رسوائی لوگوں کے لیے ایک تماشہ بن جائے۔بہر حال میں تو اس کو بچپن سے جانتا ہوں میں کبیر والہ میں مدرس تھا اس وقت وہ پڑھتا تھا آگے حکایت لمبی ہے اس کو چھوڑ تے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ سے امت کے تعلق کی کشفی صورتیں:

رسول اللہ ﷺ سے تعلق یہ ایمان کا گویا کہ مبنیٰ ہے ہمارے اکابر میں ایک بزرگ گزرے ہیں عبدالعزیز طباخ رحمہ اللہ امی بزرگ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے روحانیت کے طور پر ان کو علمِ لدُنّی کے بہت بڑے حصہ سے نوازا ہوا تھا اور ان کے ملفوظات اور ان کے

حالات پر ایک کتاب بھی چھپ گئی ہے۔ ہمارے حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مجلس میں ذکر فرمایا تھا پھر مجھے وہ مہیا بھی کر کے دی۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا اور وہ کتاب مارکیٹ میں ملتی ہے۔ میں نے اس کا مطالعہ کیا تو اس میں انہوں نے ذکر کیا کہ میں دیکھتا ہوں میرے سامنے ہے یہ کشف کی حالت ہوتی ہے کہ جہاں جہاں بھی کوئی اہل ایمان موجود ہے وہاں تک حضور ﷺ کے سینے سے جس طرح سے دھاگہ چلتا ہے ڈور وہ اس کے سینے تک متصل ہے وہ اس کے ایمان کو سنبھالے ہوئے ہے۔ جس کا دھاگہ ٹوٹ جاتا ہے وہ شخص ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ انہوں نے تو اپنا مکاشفہ یوں ذکر کیا اور ہمارے ہندوستانی سند کے آخری جزء حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں یہ حدیث شریف مدینہ منورہ جا کے پڑھ کر آئے تھے اور ایک سال انہوں نے مدینہ منورہ میں گزارہ تھا تو سال کے دوران خواب میں، مکاشفات میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو روحانی طور پر سرور کائنات ﷺ سے جو فیوض حاصل ہوئے انہوں نے اپنی کتاب "فیوض الحرمین" کے اندر جمع کر کے لکھ دیئے ہیں اور وہ کتاب چھپی ہوئی ہے اور اردو ترجمہ بھی اس کا شائع ہو گیا ہے مارکیٹ میں ملتی ہے،

"فیوض الحرمین" میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت ساری باتیں بیان فرمائیں ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ میں نے دیکھا جہاں بھی حضور ﷺ کی حدیث پڑھی پڑھائی جارہی ہے وہاں تک رسول اللہ ﷺ کے سینے سے نور کی کرنیں اٹھتی ہیں اور وہاں تک ان کا اتصال ہے۔ جہاں جہاں حدیث کا چرچا ہے...... حدیث پڑھی پڑھائی جارہی ہے وہاں تک رسول اللہ ﷺ کے سینے سے نور کی کرنوں کا اتصال ہے۔

حدیث نبوی ﷺ کی برکات:

آپ کے سامنے عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ حدیث ہی ایک ایسی چیز ہے جو مسلمان کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مضبوط کرتی ہے اور جس کے ہاتھ سے یہ

حدیث چھوٹ گئی یوں سمجھ لو اس کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے کمزور ہو گیا۔

حدیث کسے کہتے ہیں؟رسول اللہ ﷺ کے اقوال جو آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے بیان فرمائے،سرور کائنات ﷺ کے افعال جو کام آپ ﷺ نے کئے اور جو کام آپ ﷺ کے سامنے کئے گئے اور آپ ﷺ نے ان پر انکار نہیں فرمایا۔یہ سارے کا سارا مجموعہ اور پھر اس میں کچھ عموم کر کے سرور کائنات ﷺ کے ذاتی حالات آپ ﷺ کے احوال،اقوال اور افعال اس کا مجموعہ محدثین کے نزدیک حدیث کہلاتا ہے۔جس وقت آپ ﷺ کے اقوال پڑھیں گے اور سنیں گے تو اس وقت ایسے ہوگا کہ اگر چہ واسطہ تو درمیان میں عالم کا ہے جو آپ کے سامنے بول رہا ہے لیکن وہ بات رسول اللہ ﷺ کی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے زبان سے بیان فرمائی تو ایسا سمجھ لیجئے کہ رسول اللہ ﷺ نظر نہیں آرہے لیکن ان کی باتیں سنی جارہی ہیں۔

گویا کہ خود نبی بول رہے ہیں:

یہ بات میں اپنی طرف سے مبالغہ کرتے ہوئے نہیں کہہ رہا بلکہ ہمارے ہاں حدیث کے سال میں جو بڑی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ہم ان کو صحاح ستہ سے تعبیر کرتے ہیں۔چھ کتابیں جو صحیح روایات پر مشتمل ہیں ان میں سے سب سے اعلیٰ اور افضل کتاب یہ صحیح البخاری ہے جو اس وقت یہاں ہم کھولے بیٹھے ہیں اور ان میں ایک کتاب جامع ترمذی بھی ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ شاگرد ہیں امام بخاری رحمہ اللہ کے اور اپنی کتاب کے اندر جگہ بجگہ ان کا تذکرہ کرتے ہیں شاید ہی کوئی صفحہ خالی ہوتا ہوگا جس میں وہ اپنے استاد کا تذکرہ نہیں کرتے سمعت محمد بن اسمٰعیل البخاری سألت محمد بن اسمیل البخاری. میں نے اس راوی کے متعلق یہ بات سنی،میں نے اس راوی کے متعلق پوچھا،متن کے متعلق یہ بات سنی فنون حدیث پر بحث کرتے ہوئے وہ اکثر وبیشتر اپنے استاد کا تذکرہ کرتے ہیں۔صحاح ستہ میں ان کی کتاب شامل ہے۔اس کو جامع ترمذی بھی کہتے ہیں،سنن ترمذی بھی کہتے ہیں وہ جامع بھی ہے اور سنن بھی ہے

یہ اصطلاحی الفاظ ہیں۔ جب انہوں نے کتاب لکھی، پوری جامیعت کے ساتھ لکھی، کتاب الطہارۃ سے شروع کر کے رسول اللہ ﷺ کی وفات تک کے حالات اور اپنے معیار کے مطابق آپ ﷺ کے اقوال، افعال جو بھی ان کو معلوم ہوئے وہ جمع کیے، جمع کرنے کے بعد وہ اپنی کتاب کے متعلق ایک فقرہ فرماتے ہیں جو ان کے حالات میں لکھا ہوا ہے کہتے ہیں کہ جس گھر میں میری یہ کتاب موجود ہو اگلے الفاظ ہیں فکأنما فی بیتہ نبیٌّ یتکلَّمُ (تذکرۃالحفاظ ۲.۱۵۴) جس گھر میں میری یہ کتاب موجود ہو یوں سمجھو کہ بولتا ہوا نبی موجود ہے، اس کا بھی یہی معنی ہے کہ رسول اللہ ﷺ آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں لیکن جیسے بولنے والا نظر نہ آ رہا ہو لیکن اس کی باتیں سنی جا رہی ہوں تو ایسے ہے جیسے سرور کائنات ﷺ کی مجلس لگی ہوئی ہو اور آپ دیکھ نہیں رہے لیکن ان کی باتیں سن رہے ہیں حدیث کا تذکرہ جہاں بھی ہوتا ہے تو یہ کیفیت ہوتی ہے [illegible] کی بات ہے اور جہاں تک افعال کا تعلق ہے یا احوال کا تعلق ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امت پر عظیم احسان:

آپ یقین جانیئے کہ اس وقت کیمرہ تو نہیں تھا کہ کیمرہ کے ذریعے سے تصویر اتار لی جاتی بلکہ کیمرے کے ذریعے سے تصویر اتاری جائے تو اس میں صرف ایک شکل اور اعضاء ہی نظر آتے ہیں کیفیات، جزئیات خیالات وہ کیمرے میں نہیں آیا کرتے۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تو سرور کائنات محمد ﷺ کی تصویر ایسی محفوظ کی ہے کہ نہ آپ ﷺ کے جذبات بچے نہ خیالات بچے، نہ احساسات بچے، احساسات کیا، جذبات کیا، حالات کیا سب کو سمیٹ کر ایسے خوبصورت گلدستے کی شکل میں ہمارے سامنے پیش کر دیا کہ آپ یہ باتیں سن رہے ہیں لیکن اگر آپ نے یہ احوال حضور ﷺ کے حدیث میں پڑھے ہوں، افعال و کردار حضور ﷺ کا دیکھا ہو تو بالکل ایسے ہوگا کہ آنکھوں کے سامنے اتنی حسین تصویر آ جاتی ہے کہ کیمرے سے وہ تصویر نہیں بنائی جا سکتی تھی۔

کون سا حصہ ہے آپ ﷺ کی زندگی کا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محفوظ کر کے ہمیں نہیں دیا۔ آپ ﷺ کے ذاتی احوال، اور آپ ﷺ کا تشخص، سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے تلوے تک اس حدیث کے اندر محفوظ ہیں۔ حضور ﷺ کے بال کیسے تھے...... سیدھے تھے، گھنگریالے تھے...... کتنے لمبے تھے...... چیر نکالتے تھے...... نہیں نکالتے تھے...... وفات کے قریب کتنے بال سفید ہو گئے تھے...... کتنے سفید نہیں ہوئے تھے...... رسول اللہ کی زلفیں...... اور آپ ﷺ کے گیسو...... اور آپ ﷺ کے بال...... ایک ایک چیز آپ ﷺ کی محفوظ کی۔ اور حج کے موقع پر آپ ﷺ نے بال منڈوائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ آپس میں بانٹ لیے اور ان کو محفوظ رکھا آج بھی صحیح سند کے ساتھ کہیں نہ کہیں آپ کے بال محفوظ ہیں۔ اوپر سے شروع ہو کر

- آنکھوں کا ذکر............
- پیشانی کا ذکر............
- ناک کا ذکر............
- دانتوں کا ذکر............
- داڑھی کا ذکر............
- سینے کا ذکر............
- گردن کا ذکر............
- انگلیاں کیسی تھیں............
- بازو کیسے تھے............
- پیٹ کتنا تھا............
- سینے سے آگے نکلا ہوا تھا یا پیچھے ہٹا ہوا تھا............
- سینہ کتنا کشادہ تھا............

سب حلیہ بیان کرتے کرتے شمائل ترمذی میں آخری روایت میں یہ بھی ہے کہ

آپ ﷺ کے پاؤں کا تلوا کیسا تھا...... کہ رسول اللہ ﷺ کے تلوے میں گہرائی تھی کہ اگر آپ ﷺ زمین پر پاؤں رکھتے تھے تو پورا تلوا زمین کے ساتھ نہیں لگتا تھا تلوے میں گہرائی تھی۔ بالوں سے ذکر شروع کر کے پاؤں کے تلوے تک ہر چیز کا ذکر کیا ہوا ہے اور جہاں تک آپ ﷺ کے اعمال اور افعال کا تعلق ہے کون سا زندگی کا شعبہ ہے جس میں آپ کے کردار کو نمایاں نہیں کیا گیا۔

- آپ ﷺ مسجد میں کیسے ہوتے تھے............
- گھر میں کیسے ہوتے تھے............
- میدان جنگ میں کیسے ہوتے تھے............
- جہاد میں آپ ﷺ نے کیا کیا............
- راتیں آپ ﷺ کی کیسے گزرتی تھیں............
- بیویوں سے کیا معاملہ تھا............

- بیٹیوں سے کیا معاملہ تھا............
- امت کے حق میں کیا کچھ کرتے تھے............
- کیا کچھ کہتے تھے............

زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعے سے ان کتابوں میں محفوظ نہ ہو گیا ہو اب اگر رسول اللہ سے رابطہ پیدا کرنا چاہیں تو بتاؤ اس کے علاوہ اور کون سا راستہ ہے۔

- یہی حدیث پڑھو گے تو حضور ﷺ کی نماز سمجھ میں آئے گی کہ حضور ﷺ نماز کیسے پڑھتے تھے۔
- یہی حدیث پڑھو گے تو حضور ﷺ کا وضو سمجھ میں آئے گا کہ کیسے کرتے تھے۔

میں تو کہتا ہوں تمہیں مدارس کا کوئی اور فائدہ نظر آئے یا نہ آئے آپ اس کا انکار نہیں کر سکتے کہ ان مدرسوں نے حضور ﷺ کیساتھ اس امت کو جوڑا ہوا ہے۔ آج چلتے

پھرتے

- آپ آنکھیں کھول کر دیکھا کرو
- رسول اللہ ﷺ کی صورت.........
- آپ ﷺ کی شکل.........
- آپ ﷺ کا لباس.........

گندی تہذیب کے گندے اثرات:

اگر کسی جگہ اس کا تھوڑا بہت نمونہ موجود ہے تو ان عربی مدارس کے طلباء کے اندر ہے۔ ورنہ صبح صبح دیکھا کرو جس وقت ہماری نسل سکولوں کی طرف جارہی ہوتی ہے سات آٹھ سال کے اندر اندر ہم نے اپنے آنکھوں سے دیکھا یہ انقلاب آتا ہوا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے گلے میں ٹائیاں لٹکائی ہوئی ہیں ان کو پینٹ اور شرٹ پہنائی ہوئی ہے جب وہ سارے سکولوں کی طرف فوج درفوج جارہے ہوتے ہیں کوئی دیکھ کر پہچان نہیں سکتا کہ یہ مسلمان ہیں یا نصرانی؟ عیسائیوں کے بچے ہیں یا مسلمان کے ہیں؟ کوئی شناخت باقی نہیں رہی اور جہاں ہمیں

- یہ ٹوپیوں والے.........
- یہ پگڑی والے.........
- اور اونچی شلواروں والے.........

نظر آتے ہیں ہم اندازہ کرلیتے ہیں کہ یہاں کوئی مدرسہ ہے، جس نے اسلامی شکل باقی رکھی، جس نے اسلامی لباس باقی رکھا، اور مسلمانوں کا تشخص باقی رکھا ورنہ آپ کے ان سکولوں نے تو شکلیں مسخ کر کے رکھ دیں۔ خاص کر سات آٹھ سال میں جو انقلاب آیا ہے اس نے تو رسول اللہ ﷺ کا تعلق امت کے ساتھ کلیتہً توڑ دیا ہے کچھ پتہ نہیں چلتا اور یہ بات آج تو کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ ورنہ اس سے پہلے علامہ اقبال جو خود ان سکولوں اور کالجوں کے پروردہ ہیں اگر ان کے تبصرے آپ پڑھیں گے تو ان کی

دانش مندی بھی یہی کہتی ہے کہ یہ سارے کا سارا جو نظامِ تعلیم چل رہا ہے یہ تو نبی سے امت کو توڑنے کا ذریعہ ہے اور ان کی کتاب میں آپ نے پڑھا ہو گا یہ مسلمانوں کو کہتے ہیں۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
تم مسلماں ہو جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

وضع قطع اور شکل وصورت تمہاری نصرانیوں جیسی ہوگئی۔ سر کے بالوں کی بناوٹ عیسائیوں جیسی، لباس کی بناوٹ ویسی، گلے کے اندر وہی ٹائی لٹکا لی جو پہلے نصرانی اور عیسائی لٹکایا کرتے تھے آج مسلمانوں کے بچوں کے گلے میں بھی لٹکی ہوئی ہے۔ یہ علامہ اقبال کا شعر ہے۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
تمہارے سارے رسم ورواج ہندوؤں والے ہو گئے
تم مسلماں ہو جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

تمہیں دیکھ کر یہود کو شرم آتی ہے اور ساری کی ساری ہندوؤں والی رسمیں، ہندوؤں والا رنگ پتنگ اڑائے جا رہے ہیں، روشنیاں اس طرح سے کی جا رہی ہیں جس طرح سے ہندو دیوالی منایا کرتے ہیں۔ اور پتہ نہیں کون کون سی رسمیں ایسی ہیں جو ہم نے ہندوؤں سے لیں اور ان کو اپنائے بیٹھے ہیں اور شکل وصورت رہنا سہنا سب نصاریٰ جیسا ہو گیا۔ یہ علامہ اقبال کہتا ہے اور اسی کا رونا روتے ہوئے وہ ایک جگہ کہتے ہیں کہ

ہم تو سمجھے تھے کہ لائے گی خوشحالی تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

یہ جو تعلیم آ گئی ہے یہ خوشحالی لائے گی اس کا تو ہمیں پتہ نہیں تھا کہ اس خوشحالی کے ساتھ ساتھ بے دینی بھی آجائے گی۔ اب خوشحالی تو آئی ہے یا نہیں آئی بے دینی آ گئی۔

بہرحال بات زیادہ لمبی ہوجائے گی اتنی ہمت بھی نہیں ہے کہ زیادہ تفصیل سے کچھ عرض کرسکوں۔ یہ بات اجمالی طور پر آپ جان لیجئے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ امت کا جوڑ یہ علماء نے باقی رکھا ہے اور حدیث ہی اس کا سب سے بڑا ذریعہ ہے جوامت کا تعلق حضور ﷺ سے جوڑتی ہے۔ اس حلیے کو پڑھ لینے کے بعد آپ آنکھیں بند کر لیجئے تو آپ کو رسول اللہ ﷺ کی تصویر اتنی خوبصورت نظر آئے گی کہ اس سے زیادہ تصور نہیں کیا جاسکتا۔ کان کھول لیجئے اور حدیث شریف سنئے تو آپ کو ایسے معلوم ہوگا کہ جیسے حضور ﷺ کی باتیں نقل کی جارہی ہیں۔ قرآن پڑھتے ہیں تو اللہ بولتا ہے حدیث سنتے ہیں تو اللہ کا رسول بولتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہاں قال اللہ ہے یہاں قال رسول اللہ ہے

علماء کا امت پر عظیم احسان:

علماء کا امت کے اوپر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ جنہوں نے ہر قسم کی پریشانیاں سختیاں برداشت کرتے ہوئے اپنوں ہی کی طرف سے تشدد اور اس قسم کی باتیں برداشت کرتے ہوئے، محنت کر کے، ہمت کر کے اللہ کی توفیق کے ساتھ یہ مدارس قائم کئے ہوئے ہیں۔ آج یہ باغ وبہار آپ کے سامنے آیا ہوا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ اور یہ مدارس کا امت کے اوپر بہت بڑا احسان ہے ہم سب کو ان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ ہمارا دین بے سند نہیں ہے یاد رکھئے ہم اڑتی ہوئی باتوں کو دیکھ کر دین یا عقیدہ نہیں بنایا کرتے ہماری ہر بات سند متصل کے ساتھ چلتی ہے۔ سند متصل کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں پتہ ہے کہ ہمیں کس نے کہا، اس کو کس نے کہا، یہ ہے جس کو ہم سند متصل کے لفظ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ طالب علم نے بھی پڑھتے ہوئے یہی بالسند المتصل منا الی امیر المؤمنین فی الحدیث کہا اور میں نے بھی اپنی زبان سے تبرکاً تلاوت کی بالسند المتصل منا الی امیر المومنین فی الحدیث محمدبن اسمٰعیل البخاری یہ سند متصل کیا ہے؟ وہ آپ کو بتاتا ہوں

رسول اللہ ﷺ کی بات نقل کرنے کے بعد جتنے درمیان میں انسان آتے ہیں وہ سند کہلاتی ہے۔ متصل کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے استاد سے پڑھا ہوا ہے اور جڑتے جڑتے رسول اللہ ﷺ تک پہنچے ہوئے ہیں۔

حضرت حکیم العصر مدظلہ کی سند حدیث:

یہ کتاب جو میرے سامنے رکھی ہوئی ہے یہ کتاب شوال ۱۳۷۴ھ میں (یہ مدارس میں تعلیم شروع ہونے کا مہینہ ہے) میں نے حضرت مولانا عبدالخالق رحمہ اللہ کے سامنے قاسم العلوم ملتان کے اندر اس کا افتتاح کیا اور اسکو پڑھنا شروع کیا یعنی آج سے پچپن (۵۵) سال پہلے۔ چھبیس (۲۶) سال بنتے ہیں پچھلی صدی کے اور انتیس (۲۹) سال بنتے ہیں اس صدی کے رجب ۱۳۷۵ھ میں کتاب اختتام کو پہنچی۔ اس کی جتنی روایات ہیں وہ میں نے استاد کے سامنے بیٹھ کر خود پڑھیں یا استاد کی زبان سے سنیں یا استاد کے سامنے پڑھیں گئیں اور میں بھی مجلس میں موجود تھا اور اپنی یاداشت کے طور پر ہمیشہ بتاتا ہوا آ رہا ہوں کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میں نے اس کتاب کے کسی سبق کا ناغہ نہیں کیا بلکہ ہر سبق میں نے استاد کے سامنے بیٹھ کر پڑھا ہے۔ اپنے استاد کے ساتھ یہ میرا اتصال ہے میں نے علم ان سے لیا...... اور مولانا عبدالخالق صاحب رحمہ اللہ نے یہ کتاب دیوبند میں پڑھی تھی حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ سے تو ان کا اتصال ان کے ساتھ ہے...... اور مولانا انور شاہ کشمیری صاحب رحمہ اللہ نے یہ کتاب دیوبند میں حضرت شیخ الہند محمود حسن دیوبندی المعروف بہ شیخ الہند رحمہ اللہ سے یہ کتاب پڑھی، ان کا اتصال ان کے ساتھ ہے...... حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے یہ کتاب حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ سے پڑھی، ان کا اتصال ان کے ساتھ ہے...... مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے یہ کتاب اپنے استاد شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمہ اللہ سے پڑھی، ان کا ان کے ساتھ اتصال ہے...... اور شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ کتاب اپنے استاد شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ سے

پڑھی، ان کا ان کے ساتھ اتصال ...... شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب اپنے نانا شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ان کا ان کے ساتھ اتصال ...... اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کتاب اپنے والد مکرم شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ان کا ان کے ساتھ اتصال ہے ...... یہ ہماری ہندوستان کی سند ہے اور میں نے پہلے عرض کیا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں حدیث پڑھ کر آئے تھے۔ یہاں سے ہماری سند مدینہ منورہ چلی جاتی ہے اور میرے سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں آٹھویں نمبر پر اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان چودہ واسطے ہیں۔ مقدمہ بخاری کے شروع میں یہ ساری تفصیل لکھی ہوئی ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان چودہ واسطے ہیں تو میرے سے شمار کرتے ہوئے آٹھویں نمبر پر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور ان کے بعد چودہ واسطے درمیان میں ہیں آٹھ اور چودہ ہوگئے بائیس، تیئیسویں نمبر پر ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آگے ہر ہر بات کی سند تفصیل کے ساتھ بیان کی اور اس کتاب میں بائیس روایتیں ایسی ہیں جن کو ثلاثیات کہا جاتا ہے اور ثلاثیات کا مطلب یہ ہے کہ مؤلف اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان میں صرف تین واسطے ہیں۔ اول ثلاثی صحیح بخاری میں کتاب العلم میں آئے گی جہاں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنا استاد ذکر کریں گے مکی بن ابراہیم' مکی بن ابراہیم کا استاد یزید بن ابی عبید، یزید بن ابی عبید کا استاد سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ یہ تین راوی درمیان میں ہیں۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ يَقُلْ عَلَيَّ مَالَمْ اَقُلْ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (ص ۲۱ ج ۱) جو میرے متعلق ایسی بات کہہ دے جو میں نے نہ کہی ہو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ یہ ثلاثیات میں سے پہلی روایت ہے جس میں تین واسطے ہیں۔ تیئیسویں (۲۳) نمبر پر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور اوپر تین واسطے اور آگئے مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ، یزید بن ابی عبید رحمۃ اللہ علیہ اور سلمہ بن ابی اکوع رضی اللہ عنہ تیئیس (۲۳) اور تین چھبیس (۲۶) اور

ستائیسویں (۲۷) نمبر پر رسول اللہ ﷺ آگئے تو رسول اللہ ﷺ کے درمیان اور میرے درمیان گویا کہ چھبیس (۲۶) واسطے ہیں۔سند متصل کے ساتھ یہ علم ہماری طرف منتقل ہوتا ہوا آیا کسی حکایت بازی کا...... کسی قصے کہانی کا...... اِدھر اُدھر سے درمیان میں کسی بات کا کوئی دخل نہیں...... متصل سند کے ساتھ ہم اس علم کو لیتے آرہے ہیں اور آگے دیتے جارہے ہیں اس طرح سے ہمارا یہ دین سارے کا سارا خالص ہے۔ثلاثیات کے اعتبار سے ستائیسویں (۲۷) نمبر پر رسول اللہ ﷺ ہوئے، امام بخاری رحمہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان تین واسطے ہیں۔اور یہ پہلی روایت جو پڑھی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ اور امام بخاری رحمہ اللہ کے درمیان چھے (۶) واسطے ہیں۔ یہ عبارت جس طرح سے پڑھی گئی تھی پہلے استاد الحمیدی ......اور دوسرے استاد سفیان ......اور تیسرے استاد یحیی بن سعید...... چوتھے استاد محمد بن ابراہیم رحمہم اللہ...... پانچویں استاد علقمہ بن ابی وقاص ...... چھٹے نمبر پر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ...... چھے واسطے درمیان میں ہیں اور آگے آگیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔اس میں واسطے چھ آگئے تو امام بخاری رحمہ اللہ تیئسویں نمبر پر تھے چھے واسطے اور آجائیں تو واسطے انتیس (۲۹) ہوگئے۔رسول اللہ ﷺ تیسویں (۳۰) نمبر پر آگئے تو کہیں پانچ واسطے ہوں گے، کہیں چھے ہونگے، کہیں سات ہونگے۔رسول اللہ ﷺ ستائیسویں (۲۷) نمبر پر ہوں یا تیسویں (۳۰) نمبر پر ہوں اوپر واسطہ جبرائیل علیہ السلام کا ہے کہ وحی اللہ تعالی نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے سے بھیجی کیف کان بدؤ الوحی کے اندر اس نسبت کی طرف اشارہ ہے تو جبرائیل علیہ السلام کا واسطہ آگیا تو اٹھائیسوں (۲۸) نمبر پر جبرائیل علیہ السلام ہیں آگے پھر آپ کو معلوم ہے کہ اللہ تعالی ہیں۔اللہ کا دین ہم تک اس سند متصل کے ساتھ ہے جو ہم لیتے ہوئے آرہے ہیں۔اللہ سے علم لے کر جبرائیل علیہ السلام آئے جبرائیل علیہ السلام نے حضور ﷺ کو دیا اور رسول اللہ ﷺ تک ہمیں ان روایات

کی وساطت کے ساتھ کتاب کا سارا علم حاصل ہوا۔ صحیح بخاری کی جو سند ہے وہ میری یہی ہے۔ حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ میرے استاد ہیں اور جامع ترمذی بھی میں نے انہی سے پڑھی تھی۔ مسلم شریف مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی تھی اسی سال قاسم العلوم میں اور حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ یہ صدر مدرس تھے یعنی مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ دوسرے نمبر پر تھے اور مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ پہلے نمبر پر تھے اور یہ دونوں بڑی کتابیں پڑھایا کرتے تھے اور سنن ابی داؤد میں نے پڑھی حضرت مولانا علی محمد رحمۃ اللہ علیہ سے جو بعد میں کبیر والہ میں شیخ الحدیث بھی رہے اور مہتمم بھی رہے۔ وہ سنن ابی داؤد میں میرے استاد ہیں اور وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ دیو بند سے پڑھ کر آئے تھے۔ سننِ نسائی، سننِ ابن ماجہ یہ مولانا محمد ابراہیم تونسوی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں جو بعد میں ساری زندگی خانپور میں شیخ الحدیث رہے ابھی تین چار سال پہلے ان کی وفات ہوئی ہے یہ سارے کے سارے فضلاء دیو بند تھے۔ وہیں سے یہ علم لے کر آئے تھے جو انہوں نے یہاں پہنچایا اور ان سے پڑھنے والوں نے مختلف مدارس کے ذریعے سے اسی طرح دنیا میں پھیلایا۔ یوں آپ حضرات کے اس علم کی سند علماء دیو بند تک متصل ہوگئی۔ اور علماء دیو بند سے آگے رسول اللہ ﷺ تک بھی متصل ہوگئی کیونکہ یہ ابتداء کی جارہی ہے تو میں نے سند کے ذریعے سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اتصال قائم کردیا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اتصال رسول اللہ ﷺ سے یہ آپ کے سامنے آگیا۔ گویا کہ یوں متصل سند کے ساتھ آج شجاع آباد کے اندر اس کتاب کا افتتاح ہورہا ہے اور اس کی برکات آپ سب حضرات تک پہنچ رہی ہیں۔

باب بدء الوحی اور وحی کی اہمیت:

جہاں تک مبادیات میں مباحث کا تعلق ہے وہ طالب علموں کے کام کی ہیں عوام

کے سامنے اتنی سی بات عرض کرتا ہوں کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو جمع کرتے وقت جو طرز رکھا ہے وہ بھی ایک منفرد طرز ہے جو باقی محدثین میں سے کسی نے اختیار نہیں کیا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو شروع کیا ہے بدؤ الوحی سے...... وحی کی ابتداء سے اور وحی دین کی بنیاد ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ اصل دین وہی ہے جو وحی کے ذریعے سے آیا ہے وہی بات صحیح ہوگی جو وحی کے ذریعے سے آئی ہے اگر کوئی شخص آپ کے سامنے کہتا ہے کہ یہ بھی دین کا مسئلہ ہے۔ آپ اس سے پوچھیں کہ کیا اس کی نسبت وحی کے ساتھ ہے۔ اگر وہ آپ کو بتائے کہ ہاں دیکھو یہ علماء نے، اوپر والے علماء نے، اور اوپر والے علماء نے، یہ بات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سیکھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ سے سیکھی، اور جو کچھ آپ ﷺ بیان فرمائیں وہ وحی ہی ہوتا ہے تو یوں سمجھو کہ وہ دین صحیح ہے اگر اس کی نسبت وحی تک نہیں جاتی تو جو کوئی اس کو دین سمجھتا ہے تو اس کو بدعت کہتے ہیں وہ سنت نہیں ہوتی وہ دین نہیں ہوتا بلکہ یوں سمجھو کہ وہ جعل سازی والی بات ہے اس لیے دین صحیح وہی ہے جو وحی کے ذریعے سے آیا ہوا اور ہمارے لیے وہی حق ہے جس کی نسبت وحی کے ساتھ قائم کی جا سکے یعنی ان علماء کرام کی وساطت سے، ان محدثین کرام کی وساطت سے، آگے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وساطت سے، رسول اللہ تک اور رسول اللہ ﷺ جو بھی بیان فرمائیں وہ اللہ کی طرف سے وحی ہوتا ہے۔ آگے وحی کی قسمیں آئیں گی چاہے وہ وحی متلو ہو، چاہے وہ وحی غیر متلو ہو، چاہے جس انداز سے بھی ہو ومایںطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی.
(سورہ نجم۔ آیت ۳،۴) آپ ﷺ دین کی کوئی بات بھی اپنے خواہش نفس سے نہیں کرتے جو کچھ کرتے ہیں وہ اللہ کی طرف سے ان کو پہنچائی ہوئی ہوتی ہے۔ یوں جا کر اس وحی کے ساتھ دین کی صحیح نشاندہی ہو جاتی ہے۔ اس نسبت کی بناء پر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے بنیاد اسی سے اٹھائی ہے جو دین کی بنیاد ہے اور اس

میں یہ بتادیا کہ آگے جو کچھ آرہا ہے وہ سارے کا سارا اسی وحی سے ماخوذ ہے تو ابتداء سے حالات اس کے ذکر کرنے شروع کئے ہیں۔ اس طرح سے امام بخاری ؒ کی کتاب کی بنیاد بہت مضبوط ہے اور بہت اچھی ہے۔ بتادیا کہ کوئی رسم ہو، کوئی رواج ہو یہ دیکھو کہ اس کی نسبت وحی کے ساتھ ہے یا نہیں اگر اس کی نسبت وحی کے ساتھ ہوگی تو وہ دین ہے اگر اس کی نسبت وحی کے ساتھ نہیں ہے تو وہ دین نہیں ہے۔

آج اس سند متصل کے ساتھ یہاں اس شہر میں اس مدرسے کا تعلق، طلباء کا تعلق سرور کائنات ﷺ کی اس حدیث کے ساتھ ہوگیا۔ اللہ تعالی ہم سب کو اس کی برکات نصیب فرمائے اور اللہ تعالی اس حاضری کو قبول فرمائے (آمین)

و آخر دعوانا ان الحمد اللہ رب العٰلمین

دینی نسبت

اور

بابا صندل کا تذکرہ

بمقام: رجب ۲۰۰۴ء

بموقع: ختم مشکوٰۃ شریف

تاریخ: جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان

خطبہ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَاوَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ!

اَمَّا بَعْد!

عَنْ عَائِشَہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم

مَنْ قَطَعَ مِیْرَاثَ وَارِثِہٖ قَطَعَ اللّٰہُ مِیْرَاثَہٗ

مِنَ الْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ رَوَاہُ اِبْنُ مَاجَہ وَ رَوَاہُ الْبُیْھَقِی فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَہ رضی اللہ عنہ

(مشکوٰۃ شریف ص۲۶۶/۱. شعب الایمان ۲/۲۷۰)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَاتُحِبُّ وَتَرْضٰی.

مشکوۃ شریف کا تعارف:

یہ کتاب جو اس وقت ہمارے سامنے رکھی ہوئی ہے اس کا نام مشکوٰۃ المصابیح ہے۔ شروع کتاب میں اس کے نام کی تشریح آگئی تھی اور اس کے کوائف اس کی ضرورت وہ بھی ساری کی ساری دیباچے میں ذکر کردی گئی تھی اور آپ کے سامنے یہ حقیقت آگئی تھی کہ یہ مشکوٰۃ کتب حدیث سے ماخوذ ہے براہ راست مستقل کتاب نہیں ہے۔ اس لیے آپ نے دیکھا کہ فصلِ اول میں شیخین کی روایات آتی ہیں چاہے دونوں سے ہوں جس کو متفق علیہ کہتے ہیں، چاہے صرف بخاری سے ہوں، چاہے صرف مسلم سے ہوں اور فصلِ ثانی میں دوسری کتب کی روایات ہیں۔ فصلِ ثالث یہ صاحب مشکوٰۃ کی طرف سے اضافہ ہے اس میں بھی مختلف کتب کی راویات ہیں اور صاحب مشکوٰۃ نے شروع میں خود واضح کردیا کہ میں نے روایات کی اسناد کو ذکر نہیں کیا اس لیے ذکر نہیں کیا کہ جب میں نے کتاب کا حوالہ دے دیا تو یوں سمجھو کہ میں نے حدیث کی سند بیان کردی اگر کسی شخص نے تفصیلی سند دیکھنی ہوتو وہ اصل کتاب میں سے روایت کو دیکھ لے۔ مؤلفینِ کتب نے پوری طرح سے سند بیان کی ہوئی ہے تو اس لیے ہمیں علیحدہ مستقل ہر روایت کی سند بیان کرنے کی ضرورت نہیں آپ لوگوں نے یہ سب باتیں مشکوٰۃ کی ابتداء میں پڑھ لی ہیں۔

ہمارا سلسلہ سند:

ان مؤلفین نے ہمیں سند بیان کرنے سے مستغنی کردیا ہے ہمیں سند بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اساتذہ میں ہر کتاب کے شروع میں جس طرح سے تفصیلاً سند بیان کرنے کی عادت ہے مثلاً صحیح بخاری کی ابتداء میں ہم اپنے

سے لیکر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک اساتذہ کی سند بیان کرتے ہیں اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ہر روایت کی سند بیان کرتے ہیں۔ ابتداء میں ہم ایک دفعہ سند ذکر کر دیتے ہیں اور اس کے بعد بہ قال حدثنا، بہ قال حدثنا کے ساتھ اسی سند متصل کی طرف اشارہ کرتے رہتے ہیں۔ صحیح بخاری کے مقدمے میں پہلی جلد کے بیسویں صفحہ پر مقدمہ ختم ہوتا ہے اس میں حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک مفصل سند ذکر کی ہوئی ہے۔ ترمذی شریف کی ابتداء میں جو کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں جو ہم پڑھتے ہیں ان میں کتاب الطہارۃ سے پہلے وہ سند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ تک مفصل لکھی ہوئی ہے کہ اور ایسے ہی باقی کتابوں کی سندیں کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ مشکوۃ کے لیے علیحدہ سند نہیں۔ جب کتب حدیث کی سند اساتذہ سے حاصل ہو جاتی ہے تو یوں سمجھو کہ مشکوۃ کی بھی حاصل ہو گئی۔

آج سے ۵۲ سال پہلے مشکوۃ پڑھی ہے:

تبرکاً ہم اتنا ذکر کر دیا کرتے ہیں کہ اس کتاب میں میرے استاد کون ہیں، میں نے اس کتاب کا کچھ حصہ حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا کیونکہ اس سال قاسم العلوم میں حضرت مولانا علی محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو بعد میں کبیر والا میں شیخ الحدیث و مہتمم ہوئے اور مولانا عبد القادر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں حج پر گئے ہوئے تھے اور یہ واقعہ شوال ۱۳۷۳ھ کا ہے کیونکہ شوال ۱۳۷۳ھ سے لے کر شعبان ۱۳۷۴ھ تک یہ میرا مشکوۃ والا سال ہے۔ ہمارے ہاں چونکہ سن عیسوی چلتا ہے یہ سن ہماری زبانوں پر چڑھا ہوا ہے اور عام تذکروں میں ہمارا سن ہجری نہیں آتا اس لیے حساب سمجھنے میں ہر کسی کو تکلیف پیش آتی ہے جلدی سے بہتر (۷۲) اور تہتر (۷۳) سے ذہن جو منتقل ہو جاتا ہے وہ انیس سو بہتر (۱۹۷۲) اور انیس سو تہتر (۱۹۷۳) کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اس لیے میں جو کہوں سن تہتر (۷۳) سے چوہتر (۷۴) تک یہ میرا مشکوۃ کا سال ہے تو آپ سمجھیں گے کہ سن عیسوی مراد ہے اور چوہتر (۷۴) سے لے کر سو تک یہ چھبیس (۲۶) سال

ہوگئے اور آگے ہوگئے چار سال چھبیس (۲۶) اور چار تیس (۳۰) ہوگئے آپ کا ذہن ادھر جائے گا کہ مجھے مشکوٰۃ پڑھے ہوئے تیس (۳۰) سال ہوگئے حالانکہ چونتیس (۳۴) سال پہلے میرا خیال ہے حضرت مولانا محمد نواز صاحب نے کبیر والہ میں مشکوٰۃ شریف پڑھی تو یہ بہتر تہتر ہجری کا مراد ہے تو آج سے باون (۵۲) سال پہلے مشکوٰۃ میں نے پڑھی۔ یہ شوال ۱۳۷۳ھ سے شعبان ۱۳۷۴ھ تک یہ میرا مشکوٰۃ والا سال ہے اور شوال ۱۳۷۴ھ سے شعبان ۱۳۷۵ھ تک میرا دورے کا سال ہے اور شوال ۱۳۷۵ھ سے میر اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ تدریس کا سال شروع ہوا۔

حضرت حکیم العصر مدظلہ کی ایک ہی تمنا:

تو اب یہ جو شعبان آرہا ہے اس رجب میں جو ہم نے سبق ختم کیے ہیں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ دفعہ شکر ادا کرتا ہوں تحدیثِ نعمت کے طور پر ذکر کرتا ہوں کہ یہ میرا تدریس کا پچاسواں (۵۰) سال ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ نصف صدی گزر گئی اور جی چاہتا ہے کہ پچاس سال عمر اور مل جائے اور یہی شغل جاری رہے تو کم از کم حدیث پڑھانے میں سو سال تو ہوں یہ بھی میری کم سے کم تمنا ہے ورنہ تو اللہ تعالیٰ قیامت تک زندہ رکھے اور حدیث پڑھانے کی توفیق دیتا رہے تو اس سے بڑھ کر اور کیا میرے لیے سعادت ہوگی۔ ایک ایک لمحہ اس کا اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اللہ کا شکر ہمارے اوپر واجب ہے کہ اس نے ہمیں اس پاکیزہ شغل کے اندر لگادیا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے کھینچا ہے:

آپ یقین کریں آپ حضرات کی ذہن سازی کے لیے کہہ رہا ہوں کہ اس بہتر (۷۲) سالہ زندگی میں (اس صفر میں میرا زندگی کا بہترواں (۷۲) سال پورا ہوا ہے اور میں تہترویں (۷۳) سال میں ہوں بہتر (۷۲) بہاریں زندگی کی دیکھے بیٹھا ہوں) اگر میں باوضو مسجد میں بیٹھ کر حدیث کی کتاب کے سامنے حلف اٹھاؤں تو مجھے امید ہے کے میں حانث نہیں ہوں گا اور قسم بھی خلاف واقعہ نہیں ہوگی کہ میرے دل میں ایک دفعہ بھی

یہ خیال نہیں آیا کہ کاش میں مدرسوں میں نہ پڑھتا اور میں سکولوں کالجوں میں پڑھ کر کوئی افسر بن جاتا، کسی اعلیٰ عہدے پر چلا جاتا، یا کسی کی دنیاوی جاہ وجلال دیکھ کر میرے دل میں خیال آیا ہو کہ میں تاجر ہوتا یا میں زمیندار ہوتا اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میرے دل میں یہ خیال نہیں آیا۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کھینچا ہے اور زبردستی مولوی بنایا ہے جبکہ میں بھاگتا تھا اس لیے مجھے کبھی کبھی ڈر لگتا ہے کہ میرے منہ سے ایک جملہ نکلا تھا اگر میرے اللہ کو اس پر غصہ آجاتا اور گرفت ہو جاتی تو شاید مجھے ایمان سے محروم کر دیا جاتا اللہ تعالیٰ معاف فرمائے۔

حضرت حکیم العصر مدظلہ کی مدرسہ میں آنے کی دلچسپ روئیداد:

ہم پاکستان بننے کے بعد گوجرے کے پاس چک نمبر ۱۶۳ میں آکے ٹھہرے تھے جو سکھوں کا چک تھا وہ خالی ہوا تو ہمارے علاقے کے مسلمان وہاں آکر ٹھہرے جامہ را اس چک کا نام تھا۔ پاکستان بننے سے پہلے میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا انقلاب میں ایک سال ضائع ہو گیا۔ اگلے سال میں نے اپنے گاؤں سے آٹھ نو میل کے فاصلے پر مروسی پور کے ڈی پی ہائی سکول میں داخلہ لیا جو جامعہ ربانیہ سے دو تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ جب میں وہاں داخل ہونے کے لیے گیا والد صاحب مرحوم اللہ ان کو غریق رحمت کرے وہ ساتھ تھے۔ ہمارے ہاں سلیم پور میں چونکہ حضرت مولانا محمد ابراہیم ﷫ جگراؤں والے، مولانا محمد عبداللہ صاحب ﷫ کندیاں شریف والے سلیم پوران کا وطن ہے سلیم پوران کی وجہ سے آمد و رفت تھی کچھ نہ کچھ سوچ بوجھ تھی نماز پڑھتے تھے۔ سکول کا جیسے ماحول ہوتا ہے اگرچہ اتنا گندہ وہ ماحول نہیں تھا لیکن بہر حال مسلمان، ہندو، سکھ اکٹھے پڑھتے تھے۔ ہمارے استاد مسلمان بھی تھے، ہندو بھی تھے، سکھ بھی تھے۔ وہاں کے ہیڈ ماسٹر اللہ دتہ صاحب جامعہ ربانیہ کے مہتمم بھی تھے اور مروسی پور میں مولانا فضل کریم صاحب ﷫ جو انگلش کے استاد تھے وہ جامعہ ربانیہ کے بانی تھے اس لیے دونوں مدرسوں کی آپس میں مناسبت تھی جس وقت دفتر میں والد صاحب نے مجھے ان کے سامنے پیش

کیا اس وقت میری عمر چودہ سال تھی تو ہیڈ ماسٹر صاحب نے مجھے پہلے زبانی حساب کا سوال پوچھا میں نے فوراً اس کا جواب دے دیا بعد میں کوئی مذہبی چیز پوچھی غالباً نماز کے متعلق میں نے اس کا بھی جواب دے دیا۔ وہ ماسٹر اللہ دتہ میرے والد صاحب کو کہنے لگا کہ یہ لڑکا مولوی بننے کے قابل ہے اس کو سکول داخل کروانے کی بجائے آپ جامعہ ربانیہ میں داخل کروادیں تو یہ مولوی بن جائے گا اور مجھے نظر آتا ہے کہ یہ ہونہار ہے اور ادھر بہت اچھا رہے گا۔ میں اس کی سرپرستی کرونگا ماہوار وظیفہ بھی اس کو دونگا ہم ویسے بھی لٹے پھٹے تھے، غربت کا زمانہ تھا، ایسے پھر رہے تھے تو والد صاحب کہتے ہیں کہ جی میں اس سے پوچھ لیتا ہوں اگر یہ وہاں جانا چاہتا ہے تو وہاں چلا جائے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کہنے لگے داخل تو میں یہاں بھی کرلونگا یہ ہونہار ہے میرا دل چاہتا ہے کہ وہاں پڑھے۔ والد صاحب دفتر سے باہر آکر بینچ پر بیٹھ کر مجھ سے پوچھتے ہیں کیوں بھئی عربی مدرسے میں جانا ہے، مولوی بننا ہے یا یہاں پڑھنا ہے؟ جیسے بچوں کو ماں باپ پر ناز ہوتا ہے تو میں نے جھنجلا کر کہا اللہ مجھے معاف فرمائے کہ مولوی بن جانے سے بیکار بیٹھ جانا بہتر ہے میں نے یہ جواب دیا۔ معنی سمجھ گئے کہ مولوی بننے سے بہتر ہے کہ گھر میں بے کار جاہل بیٹھا رہوں۔ والد صاحب سمجھ گئے اور جاکر ماسٹر صاحب کو کہا کہ اس کا اس طرف جانے کا ارادہ نہیں ہے۔ ماسٹر صاحب کہنے لگے ٹھیک ہے مجھے وہاں داخل کروادیا سال گزرا، سال کے آخر میں جب ہمارا سالانہ امتحان تھا تو ادھر جامعہ ربانیہ کا سالانہ جلسہ آگیا چونکہ ہیڈ ماسٹر صاحب مہتمم بھی تھے ہمارے سارے پرچے ہوگئے تھے صرف جغرافیہ کا پرچہ باقی تھا تو درمیان میں ہیڈ ماسٹر صاحب نے اپنی مصروفیات کی بناء پر دودن کی چھٹی کردی کہ جامعہ ربانیہ میں جلسہ ہے اس لیے دو دن کے بعد پرچہ ہوگا تو میں بھی دوسرے لڑکوں کی طرح جلسہ سننے چلا گیا۔ تو وہاں ان بزرگوں کی تقریریں سنیں مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر وہاں سنی تھی۔ مولانا دوست محمد قریشی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس وقت ابتدائی ابتدائی مبلغ تھے ان کی تقریر وہاں سنی بالکل نوجوان

تھے۔ مولانا نور الحسن بخاری ﷫ کی، قاضی احسان اللہ صاحب ﷫ کی تقریر سنی، اس جلسے میں حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری ﷫ غالباً نہیں آئے تھے تو میں نے جامعہ ربانیہ میں شاہ صاحب ﷫ کی تقریر سنی ہے لیکن غالباً اس جلسے میں نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دل کو ایسا پلٹا دیا کہ میں تو جامعہ ربانیہ میں جم کر بیٹھ گیا کہ میں پرچہ دینے مروی پور سکول نہیں جاتا میں تو یہیں پڑھوں گا۔ رو رو کر رات کو اللہ سے دعائیں کیں کہ یا اللہ کوئی سبب مہیا فرمادے میں یہیں پڑھونگا میں سکول میں نہیں پڑھتا۔ پھر واقعہ یہ ہے کہ میں نے جغرافیہ کا پرچہ بھی نہیں دیا میں نے کہا کہ فیل ہوتا ہوں تو ہو جاؤں میں نے پڑھنا ہی نہیں ہے آگے۔ لیکن بغیر پرچہ دینے کے بھی الحمد اللہ میں پاس ہو گیا تو مجھے آٹھویں کا سرٹیفکیٹ مل گیا۔ میں نے گھر جا کر فیصلہ سنا دیا کہ راضی رہو یا ناراض رہو میں تو آگے نہیں پڑھونگا میں تو مدرسے میں پڑھونگا۔ والدین نے بڑا زور لگایا کہ دس تک پڑھ لو کوئی ملازمت مل جائے گی کوئی ذریعہ معاش ہو جائے گا۔ میں نے کہا بھوکے رہیں یا جو کچھ ہو جائے میں نے آگے نہیں پڑھنا میں وہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدرسے آ گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم کے ساتھ مجھے کھینچا ہے ورنہ میرا جو یہ فقرہ تھا کہ مولوی بننے سے بیکار بیٹھ جانا بہتر ہے اگر اس پر اللہ تعالیٰ گرفت فرمالیتے تو کیا نتیجہ ہوتا۔ جب وہ بات یاد آتی ہے تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور میں بار بار اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کے اوپر دل وجان سے قربان ہوں کہ نہ چاہتے ہوئے بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے مولوی بنا دیا۔

پھر اپنے اس کام پر اتنا ناز ہوا:

پھر اپنے اس کام پر اتنا ناز ہوا کہ ساری دنیا ایک طرف اور میں ایک طرف اور میرا جذبہ ایک طرف رشتے داروں نے بھی مجبور کیا پھر میں نے کسی کی نہیں سنی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے پڑھ لیا پڑھنے کے بعد جیسے کیسے تھے اب آپ کو کیا قصہ سنائیں کہ آج کے مقابلے میں اس وقت مدارس کی حالت کیا تھی اور کس طرح مشقت سے

وقت گزرتا تھا ہم اپنے بزرگوں کی سنتے تھے حیران ہوتے تھے ہم اگر آپ کو اپنی سنانی شروع کردیں آپ کے لیے حیرانی کا باعث ہوگی کہ مدرسوں میں تعلیم کیسے ہوتی تھی؟ ہم کیسے پڑھتے تھے؟ ہم اپنے بزرگوں کی سن کر حیران ہوتے تھے کہ انہوں نے کتنی محنت ومشقت کے ساتھ پڑھا ہے اور اگر ہم اپنی سنانی شروع کردیں تو آپ حیران ہونگے کہ اتنی محنت ومشقت، اتنا فقروفاقہ اتنا کچھ مدرسوں میں برداشت کرنا پڑتا ہے۔ حالانکہ اپنے بزرگوں کے حالات کے مقابلہ میں ہم سمجھتے تھے کہ ہمیں بہت راحت ہے لیکن آج کے مقابلہ میں بہت مشقت کے دن تھے۔ پھر درمیان میں کسی کے بہکانے سے مجھے شوق چڑھا دو طالب علم اور تھے کہ منشی فاضل کا امتحان دے دیں کچھ میں بیمار رہنے لگ گیا تو ساتھ ساتھ منشی فاضل کی تیاری شروع کردی لیکن پھر دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالی سے عہد تو یہ کیا تھا کہ اب پڑھنا پڑھانا ہی ہے اور کسی طرف نہیں جانا اگر میں نے منشی فاضل کا امتحان پاس کرلیا پھر مجھے نفس دھوکہ دے گا کہ کسی سکول میں ملازمت کرلو تیاری کرنے کے باوجود میں نے امتحان نہیں دیا۔ میرے دو ساتھیوں نے امتحان دیا دونوں ہی سکول ماسٹر بنے ریٹائرڈ ہوئے ایک ان میں سے فوت ہوگیا اور ایک ابھی حیات ہے۔ ریٹائرڈ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اب حکومت کی نظر میں وہ بیکار ہوگئے کسی کام کے نہیں رہے اب وہ بیٹھ کر آرام کریں۔

ہم جتنے بوڑھے ہوتے ہیں قیمت بڑھتی ہے:

اور یہاں ریٹائرمنٹ ہے ہی نہیں۔ ہم تو جتنے بوڑھے ہوتے جاتے ہیں یہاں قیمت بڑھتی جاتی ہے جوانی میں ہمیں کوئی پوچھتا ہی نہیں تھا بڑھاپے میں کوئی چھوڑتا ہی نہیں ہزار دفعہ کوشش کریں کہ نہیں بھائی میں نہیں آسکتا، وہ کہتے ہیں نہیں استاجی ضرور ضرور آئیں اب جان نکلنے کو ہے پھر بھی آنا جانا پڑتا ہے اور دل اس لیے خوش ہوتا ہے کہ اللہ تعالی نے عزت دی ہے اپنی مخلوق کے دل میں محبت ڈالی ہے تو اس محبت وعزت کی قدر کرنی چاہیے اور اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اس لیے مشقت برداشت کر کے

سفر کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ آج یہ سفر کرنا میرے بس میں نہ تھا دلی طور پر میں بہت خوش تھا جب اپنے ان مراکز کو، اپنے ان برخورداروں کو اور اپنے مخدوموں کو کام کرتے ہوئے دیکھتا ہوں تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے اور بے انتہاء خوشی ہوتی ہے۔

عزیزو! اس تعلیم کو غنیمت سمجھو:

میں نے یہ آپ کی سمع خراشی اس لیے کی ہے کہ آپ ہمارے تجربے سے فائدہ اٹھائیں کسی طرف کی رونق، کسی طرف کی چمک دیکھ کر آپ کو یہ کہنا نہیں چاہیے ہم اس دور میں سے گزرے ہوئے ہیں۔ جتنا اللہ تعالیٰ نے سکون جتنا اللہ نے اطمینان اور جتنی اللہ نے عزت اور جتنی مخلوق کے دل میں محبت اللہ نے اس طریقے میں رکھی ہے وہ کسی اور طریقے میں نہیں رکھی۔

شہنشاہ ایران دھکے کھاتا پھرتا تھا:

وہ بات ہے کہ شہنشاہ ایران پر جب انقلاب آگیا تو وہ اپنے ملک سے ایسا بھاگا کہ اس کو کوئی ملک پناہ دینے کے لیے تیار نہیں تھا بھاگتے بھاگتے کبھی اس ملک میں گیا، کبھی اس ملک میں گیا آخر مصر میں جا کر مر گیا کسی ملک نے اس کو پناہ نہیں دی حالانکہ اس علاقے میں سب سے بڑا مضبوط ترین اور امیر ترین بادشاہ تھا لیکن جب دھکا لگا تو دھکے کھاتا پھرتا رہا۔ ان دنوں کوہستان اخبار نسیم حجازی کا ملتان اور راولپنڈی سے نکلا کرتا تھا۔ وہ اس میں ہر روز میر صاحب کے نام سے ہر چوکھٹے میں کوئی نہ کوئی لطیفہ لکھتا تھا جیسے کارٹون بناتے ہیں وہ کارٹون نہیں کوئی نہ کوئی لطیفہ لکھتے تھے تو انہوں نے پہلے صفحے پر دکھایا ہوا تھا اوپر میر صاحب لکھ کر چوکھٹے میں دکھایا ہوا تھا کہ ایک گداگر بیٹھا ہوا ہے اور ایک بچہ اس کو پیسے دے رہا ہے اور وہ گداگر اس کو دعاء دے رہا ہے کہ بچہ! اللہ تجھے بادشاہ بنائے۔ بچہ کہتا ہے بابا! اللہ معاف کرے شہنشاہ ایران بھی بادشاہ تھا جب وہ دھکے کھاتا پھرتا ہے میں بھی دھکے کھاؤں گا۔ پھر یہ صورتحال پیدا ہوگئی کہ بادشاہ بھی دھکے کھاتے پھرتے ہیں آپ محسوس کریں یا نہ کریں۔

ملعون بش پر پھٹکار ہی پھٹکار:

اب مثال کے طور پر اس وقت دنیا میں سب سے زیادہ مضبوط اور با اقتدار یہ ملعون بش کو سمجھ لیجئے لیکن جتنی لعنت اس پر برتی ہے، کتنے لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں، جتنے پتلے اس کے جلائے گئے، اور جتنا لوگ اس بدمعاش کا نام لے کر نفرت کا اظہار کرتے ہیں آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ باعثِ عبرت ہے کوئی اس کا نام لینے کے لیے تیار نہیں۔ جب سامنے آتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ لاکھ لاکھ دفعہ اس کے اوپر لعنت کریں۔ یہ وزراء ہیں وزارت کے زمانے میں بھی لوگ ان پر پھٹکار بھیجتے ہیں، جب وزارت سے اتر جائیں تو ان کو کوئی پوچھتا ہی نہیں اس میں عزت نہیں ہے دنیا میں بھی ذلت آخرت میں بھی ذلت۔ اللہ کی مخلوق نفرت کرتی ہے، لعنت بھیجتی ہے۔

علماء کی دنیا و آخرت میں عزت:

لیکن جس کو اللہ تعالی نے مذہبی رنگ میں قبولیت سے نوازا ہے دنیا ان کے سامنے آنکھیں بچھاتی ہے، انسان ہاتھوں پر اٹھائے پھرتے ہیں، چومتے پھرتے ہیں اس میں اللہ نے کتنی عزت اور کتنی محبت رکھی ہے۔ اس کا اندازہ آپ کو اس وقت ہوگا جس وقت اللہ آپ کو اس منصب پر لے جائے گا یا آپ کو اپنے اکابر کی سوانح حیات دیکھنے اور پڑھنے کا موقع ملے پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ جنہوں نے مذہبی دنیا کے اندر قدم رکھا ہے اور اپنے آپ کو اس دنیا میں لگایا ہے اللہ نے ان کو کتنی عزت و محبت سے نوازا ہے۔ دنیا میں بھی راحت اور انشاء اللہ العزیز اللہ کے فضل وکرم سے اور سرور کائنات ﷺ کی نسبت کے صدقے امید ہے کہ قبر میں بھی اور آخرت میں بھی راحت ہی راحت ہوگی اللہ قبول فرمائے (آمین)۔

اپنے آپ کو قربانی کا بکرا سمجھو:

اس لیے آپ کو بھی یہ تلقین کرتا ہوں کہ نیت یہی کرو کہ اس دور میں جو کہ دین سے بغاوت کا دور ہے اور اب دین کا نام لینا، دین کا کام کرنا اپنے آپ کو قربانی کا بکرا

بنانا ہے کہ پتہ نہیں کس وقت چھری کے نیچے آجائے آج وہ دور ہے۔لیکن آپ ارادہ کریں کہ مرنا تو ہے ہی لیکن مریں گے ٹھاٹھ باٹھ سے انشاء اللہ العزیز۔ وہ موت موت نہیں ہوگی بلکہ وہ موت ایسی ہوگی جس کو لوگ کہیں گے یہ کہ موت زندگی ہے صرف اس کی زندگی نہیں بلکہ پوری قوم کے لیے بھی زندگی ہے۔ کہتے ہیں شہید کا خون جب رگوں میں ہوتا ہے ایک بدن کو پالتا ہے اور جب یہ رگوں سے بہتا ہے تو پوری قوم کو سیراب کرتا ہے قومیں ہمیشہ اسی خون سے سرسبز و شاداب ہوا کرتی ہیں۔ مرنا تو ہر کسی نے ہے کوئی سائیکل سے گر کر مرتا ہے، کوئی ٹرک کے نیچے آکر مرتا ہے، کوئی نہر میں نہاتا ہوا ڈوب کر مرتا ہے، کوئی خودکشی کر کے مر رہا ہے۔ دیکھ لیا کرو موتوں کے کتنے نمونے ہیں لیکن ہر کسی کی موت قابل نفرت ہے لوگ پناہ مانگتے ہیں۔لیکن ایک یہ موت ایسی ہے جو اللہ کے نام پر آئے تو لوگ اس کا تذکرہ بھی محبت سے کرتے ہیں اور مرنے والا بھی انشاء اللہ العزیز خوشیاں مناتا ہوا جاتا ہے۔موت کا ایک وقت متعین ہے وہ تو ٹلنے والی نہیں ہے یہ نیت کرو اور اپنے آپ کو وقف کرو کہ سختی برداشت کریں گے، فاقہ برداشت کریں گے اور ہمارے اوپر یہ فرض بھی عائد ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے لیے منتخب جو کیا ہے۔ جیسے آپ لباس پہنے بیٹھے ہیں آتے جاتے ذرا مخلوق پر نظر ڈالا کرو کہ لوگوں کو کیا ایسا لباس میسر ہے، جو آپ روٹی کھاتے ہیں کیا لوگوں کو اس قسم کی روٹی میسر ہے، جس راحت کے ساتھ آپ پنکھوں کے نیچے بیٹھ کر وقت گزارتے ہیں ذرا چلتے پھرتے سڑکیں بنانے والے اور پتھر کوٹنے والے مزدوروں کا حال دیکھا کرو جو سارا دن یہ لک بچھاتے ہیں، پتھر کوٹتے ہیں ان کا کیا حال ہوتا ہے شام کو وہ کوئی موتی جواہرات نہیں کھاتے وہ بھی روٹی کھاتے ہیں لیکن پھر بھی ان کو وہ روٹی نصیب نہیں ہوتی جو راحت کی روٹی آپ کو میسر ہے۔ ایسے سمجھو کہ آپ کو کھلا پلا کر قربانی کا بکرا پالا جا رہا ہے۔لوگ ان کو بڑے پیار سے پالا کرتے ہیں بڑا اچھا چارہ کھلایا کرتے ہیں، بڑا اچھا دانہ کھلایا کرتے ہیں، نہلاتے ہیں باقی جانوروں کی اتنی خدمت نہیں ہوتی جتنی قربانی کے بکرے

کی ہوتی ہے اور اگر وہ قربانی کا بکرا پھر قربانی دینے سے بھاگے تو پھر یہ اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔ بات سمجھے کہ نہیں (جی!)

گائیوں میں قربانی کا جذبہ:

ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں ہمارے دوست ہیں بزرگ قاری سیف الدین صاحب زید مجدہم اللہ ان کو عافیت سے رکھے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ میں مجھے یہ بات سنائی کہنے لگے مولانا! منیٰ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا کہ ایک آدمی منٰی میں قربانی کرنے کے لیے گیا۔ وہاں باڑے مختلف بن ہوئے ہوتے ہیں یہ باڑا بکروں کا ہے، یہ اونٹوں کا ہے، یہ گائیوں کا ہے، یہ دنبوں کا ہے جس نے جو جانور لینا ہوتا تھا وہ اس میں چلا جاتا تھا۔ آجکل تو لوگ قربان گاہ میں بہت کم جاتے ہیں ہم تو جانور قربان گاہ میں جا کر ہی خریدتے تھے۔ گائیوں کے باڑے میں ایک آدمی گیا اور جا کر اس نے ایک گائے قربانی کے لیے خریدی جب اس کو ذبح کرنے کے لیے لٹانے لگے تو چھوٹ کر بھاگ گئی تو باڑے سے تمام گائیں نکل کر اس کے پیچھے گئیں اور جا کر سینگوں کے ذریعے اس کو ماردیا۔ وہاں وہ چھری سے بچی تو اس کو گائیوں نے ماردیا یعنی اس دن جانوروں کو بھی شعور تھا کہ آج اللہ کے نام پر قربان ہونے کا دن ہے۔

اونٹوں میں قربانی کا جذبہ:

اور یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے جنہوں نے مشکوٰۃ پڑھی ہے ان کے سامنے واقعہ ہے اگر آپ نے نہیں پڑھی تو آپ پڑھیں گے کہ حج کے موقع پر سرور کائنات ﷺ نے سو(۱۰۰) اونٹوں کی قربانی دی تھی جن میں سے تریسٹھ(۶۳) اونٹ اپنے ہاتھ سے آپ ﷺ نے نحر کئے تھے مشکوٰۃ میں روایت ہے کہ جب ایک اونٹ کو نحر کر کے سرور کائنات ﷺ فارغ ہوتے تو **فطفقن یزدلفن الیہ بایتھن یبدأ** اونٹ سارے کے سارے گردنیں بڑھا کر آگے آتے تھے ہر کسی کا جی چاہتا تھا کہ ابتداء میرے سے ہو باب الھدی میں روایت موجود ہے یعنی چھری کو دیکھ کر جانوروں کو کٹتے ہوئے دیکھ کر ڈر

کر بھا گنا تو کیا سارے کے سارے کھسکتے تھے فطفقن یزدلفن الیه بایتهن یبدأ سارے کے سارے سرور کائنات ﷺ کی طرف کھسکتے تھے اور دیکھتے تھے کہ سرور کائنات ﷺ ابتداء کس کے ساتھ کرتے ہیں۔(مشکوۃ ۲۳۲۔ابوداؤد ۱/۲۴۵) معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بھی شعور تھا کہ قربان اللہ کے نام پر ہونا ہے پھر سرور کائنات ﷺ کے ہاتھ سے کیسے آگے آگے بڑھ کر اپنی گردنیں وہ پیش کرر ہے تھے تو اس طرح یہ شعور جانوروں میں حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا تھا یہ مجھے قاری سیف الدین زیدمجدہم نے سنایا کہ منیٰ میں قربان گاہ کے اندر یہ واقعہ پیش آیا کہ گائے ذبح ہونے سے ڈرکر بھاگی اور باڑے کے اندر موجود گائیوں نے اسے سینگ مار مار کر مار دیا۔ اس سے اندازہ کریں آپ کہ اللہ کے نام پر قربان ہونے میں کیا لذت ہے اور اللہ کے نام پر قربان ہونے سے بھاگنے والے کتنے منحوس ہیں وہ زندہ رہنے کے قابل نہیں ہیں۔

یہ موت' موت نہیں:

اور جو اللہ کے نام پر قربان ہوتے ہیں وہ مرکر بھی زندہ ہیں اس لیے یہ موت موت نہیں ہے یہ حیات ہے۔کہنا یہ چاہتا تھا کہ اپنے آپ کو قربانی کے بکرے سمجھو اس لیے مالک تمہیں کھلا پلا کر پال رہا ہے اور وقت پر آپ کی قربانی لی جائے گی۔ میں جو کہا کرتا ہوں کہ ساری زندگی اللہ کے نام پر کھایا ہے اور جب اللہ کے نام پر جان دینے کا موقع آئے تو جو شخص بھاگتا ہے وہ واقعی حرام خور ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے۔اللہ کے نام پر قربانی دینے سے کوئی اور بھاگے تو بھاگے مولوی کو نہیں بھاگنا چاہئے کیونکہ وہ کھاتا ہی اللہ کے نام پر ہے۔ جب کھاتا ہے اللہ کے نام پر تو اللہ کے نام پر قربان ہونا اس پر فرض ہے کیوں بھاگے؟ اس کی تو تمنا ہوتی ہے جیسے سرور کائنات ﷺ کہتے ہیں لَوَدِدْتُّ اَنْ اُقْتَلَ فِی سَبِیْلِ اللّٰهِ میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل ہووَں۔ ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَل ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَل ثُمَّ اُحْیٰ ثُمَّ اُقْتَل.

(بخاری ص ۳۹۲،۱۰، ۱۰۷۳،۱۰ ۔ مشکوٰۃ ص ۳۲۹)

میرا جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کر دیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں مجھے بار بار زندگی ملے اور بار بار میں اللہ کے نام پر قتل ہوؤں میرا جی یوں چاہتا ہے۔ اس میں وہی لذت پنہاں ہے جو اللہ کے نام پر مرنے میں ہوا کرتی ہے۔ اللہ کے نام پر کھاتے پیتے ہیں اور جب اللہ کے نام پر جان دینے کا موقع آئے تو پھر بھاگ جائیں ...... کفر اختیار کرلیں...... فسق اختیار کرلیں ...... جھوٹ بولیں اور انکی منتیں کریں ...... لجاجتیں کریں ...... جان بچانے کے لیے بے دین ہوجائیں ...... جان بچانے کے لیے جھوٹ بولیں ...... یہ مولوی کی شان نہیں ہے جس نے اللہ کے نام پر کھایا ہے اسے اللہ کے نام پر قربان ہونے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ بہر حال پتہ نہیں میں نے کدھر کی یہ بے ربط سی باتیں کرنا شروع کردیں۔

حضرت حکیم العصر مدظلہ کا مشکوٰۃ کا سبق مختلف اساتذہ سے:

اصل تو میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ کتاب کا کچھ حصہ حضرت مولانا علی محمد رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبد القادر قاسمی رحمہ اللہ حج پر گئے ہوئے تھے جو موجود اساتذہ تھے ان کو اضافی اسباق دیئے ہوئے تھے تو اسی اضافی سبقوں میں ہمارا اضافی سبق مشکوٰۃ کا حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کے پاس تھا۔ اس وقت حج میں تین تین چار چار مہینے لگتے تھے۔ جب یہ حضرات واپس تشریف لائے تو دوبارہ سبقوں کی تقسیم ہوئی تو پھر ہماری یہ کتاب حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب تونسوی رحمہ اللہ جو ابھی دو تین سال پہلے کوٹ قیصرانی کی طرف ڈیرہ غازی خان میں فوت ہوئے ہیں۔ اُسی سال وہ خیر المدارس سے قاسم العلوم میں آئے تھے انہوں نے باقی تیس (۳۰) پینتیس (۳۵) سال خان پور مخزن العلوم میں پڑھایا ہے مولانا شفیق الرحمن صاحب درخواستی، مولانا حبیب الرحمن صاحب درخواستی، یہ سب انہی کے شاگرد ہیں۔ پھر باقی مشکوٰۃ ہم نے ان سے پڑھی گویا کہ

مشکوٰۃ کے میرے دو استاذ ہیں حضرت مفتی صاحب ؒ اور حضرت مولانا محمد ابراہیم ؒ۔ تو بعد میں میں نے حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی ؒ جو جامعہ اشرفیہ میں مشہور شیخ الحدیث تھے ان سے باقی کتب کی اجازت لی تو میں نے کہا کہ حضرت مشکوٰۃ کی بھی اجازت دے دیں۔ فرمایا یہ ہمارے اکابر میں معمول نہیں ہے جب بخاری کی اجازت ہوگئی، مسلم کی اجازت ہوگئی، ترمذی کی اجازت ہوگئی، سنن ابوداؤد کی ہوگئی، باقی کتب حدیث کی اجازت ہوگئی، مشکوٰۃ میں وہی تو روایتیں ہیں علیحدہ روایتیں تو ہیں نہیں جب ان کتابوں کی اجازت ہم نے دے دی تو یوں سمجھو کہ مشکوٰۃ کی بھی دے دی اس لیے اس کے لیے علیحدہ سند کا رواج نہیں ہے تبرکاً اساتذہ کا تذکرہ کردیا جاتا ہے۔

کچھ باتیں بابا صندل کے حوالے سے:

اس پر آپ کے سامنے جو وضاحت میں کرنے لگا ہوں یہ وقتی ضرورت ہے۔ پچھلے دنوں میں ایک بابا صندل کا چرچا ہوا اشتہاروں میں آگیا کہ یہ تلمیذ حضرت گنگوہی ؒ ہیں اور ایک سو بیس (۱۲۰) یا ایک سو پچیس (۱۲۵) سال ان کی عمر ہے۔ چار سال وہ گنگوہ میں پڑھتے رہے ہیں۔ حضرت گنگوہی ؒ کی وفات ۱۳۲۳ھ میں ہوئی ہے اور یہ ۱۳۲۲ھ تک حضرت گنگوہی ؒ کی خدمت میں رہے ہیں۔ یہ پچھلے دنوں ایک رسالے والے نے لکھ دیا تو لکھنے کی بناء پر سارے پاکستان میں ہل چل مچ گئی۔ کیونکہ ہمارے سلسلے میں الحمدللہ اپنے اکابر سے محبت بہت ہے جب یہ پتہ چلا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں تو ہر کسی کا جی چاہا کہ ان کی زیارت کرنی چاہیے ان سے اجازت لینی چاہیے اس اجازت کے ساتھ ہماری سند عالی ہوجائے گی اور کئی واسطے کم ہوجائیں گے بھاگے جارہے تھے لوگ دِیر کی طرف اور بہت دشوار گزار راستہ تھا۔

پچھلے دنوں میں ہمارے محترم دوست سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہ نے

انہیں جلسے پر بلالیا کیونکہ ان کا تذکرہ کراچی سے شروع ہوا تھا۔ تو وہاں الفاروق میں بھی ان کا تذکرہ آیا، البلاغ میں بھی ذکر آیا اور انہوں نے حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ کو اجازت دے دی۔ بلکہ یہ کہا الفاروق میں آیا تھا کہ میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں میں نے حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ کو اجازت دے دی ہے جس نے اجازت لینی ہو وہ ان سے لے لے۔

مجھے حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور سے فون کیا کہ اس بارے میں تحقیق کرلو بعد میں ندامت ہی نہ ہو۔ ایسے واقعے کے پیچھے جلدی سے نہیں لگنا چاہیے تو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس تردد کے ظاہر کرنے پر قاری یٰسین صاحب نے بھی وقت لیا ہوا تھا انہوں نے نہیں بلایا۔ حضرت جاوید شاہ صاحب مدظلہ نے ان کو بلالیا تو وہ آگئے۔ میں بھی گیا ہوا تھا تو حضرت شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے اشارے پر مجھے بھی تردد تھا کہ اس کی تحقیق کروں تو عصر کے بعد انہوں نے علماء کی مجلس رکھی ہوئی تھی جب میں ان کو ملا تو انہوں نے میرا تعارف اپنے اچھے حسن ظن کے مطابق بڑے اچھے الفاظ میں کروایا تو انہوں نے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا۔ جب وہ سندیں دینے لگے میرا نام پوچھا نام لکھ کر اپنے دستخط کر کے مجھے بھی سند دے دی۔ میں نے جس وقت وہ سند اپنے ہاتھ میں پکڑ لی۔ میری نیت پہلے ہی یہی تھی کہ سند لے کر بات بعد میں کرونگا بات کرنے کا بہانہ بن جائے گا ورنہ ہمارے ہاں بزرگوں کی عظمت بہت ہے کوئی جلدی سے بات کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ حضرت مفتی عبدالستار صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اس علاقے میں نہیں بلکہ پاکستان میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہیں مجھے جب بھی زندگی میں کوئی مشکل پیش آئے میں مشورہ انہی سے کرتا ہوں اور ان کے فیصلے پر اعتماد کرتا ہوں۔ انہوں نے بھی دن ان کے ساتھ گزارا تھا وہ ایک اور چک میں گئے مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے جب واپس آئے تو میں نے پوچھا حضرت مجھے اجمالاً اتنا بتا دیں کہ آپ کا ان پر اس بارے میں اعتماد ہے جو کچھ ان کے متعلق مشہور ہے کیا یہ صحیح ہے؟۔ تو انہوں نے اپنے

مزاج کے مطابق جواب دیا کہ بھئی میں نے تو صرف مصافحہ کیا ہے یا معانقہ کیا ہے میں نے نہ کچھ پوچھا ہے اور نہ انہوں نے کچھ بتایا ہے مجھے نہیں معلوم کہ کیا حقیقت ہے کیا نہیں۔ میں نے کہا کہ مفتی صاحب نے بزرگانہ احترام بحال رکھا ہے اور جانچ پڑتال کی کوشش نہیں کی یہ فرض میں ادا کروں گا۔ جب وہ سند میرے ہاتھ میں انہوں نے دے دی تو میں نے کہا حضرت ہمارے ہاں دستور ہے کہ جب کسی کو اپنی طرف سے سند دی جائے تو ہم اپنے اساتذہ کا تذکرہ کیا کرتے ہیں کہ مجھے یہ اجازت کہاں سے حاصل ہوئی تو جب میں نے یہ کہا تو چہرے پر ناگواری کے آثار آئے ان کے ساتھ ان کا بیٹا تھا جس کے بارے میں پہلی ملاقات میں بتایا کہ یہ اکوڑہ خٹک کے فاضل ہیں۔ چونکہ میرا ذکر کر کے انہوں نے ان کے دماغ پر کچھ دباؤ تو ڈال دیا تھا کہ یہ کوئی معمولی مولوی نہیں ہے تذکرہ جو کیا ان کے سامنے تعریف کی کہ یہ ہمارے استاذ ہیں' یہ ہیں، وہ ہیں تو وہ جلدی سے بولے کہ باباجی نے حدیث نصیر الدین غورگشتی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے تو پھر باباجی نے بھی سر ہلا دیا کہ میں نے غورگشتی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی ہے۔ میں نے کہا ٹھیک ہے پھر میں نے آگے بات پوچھنا چاہی کہ آپ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گئے ہیں اور آپ نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی ہے یا نہیں کی۔ مجھے بہت سختی کے ساتھ اور بہت تلخی کے ساتھ جھڑک دیا کہ ایسی فضول باتوں کا کوئی فائدہ نہیں میں نے تجھ سے پوچھا ہے کہ تم نے کس سے پڑھا ہے کس سے نہیں پڑھا میں چپ ہو گیا۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سن کر تو دیوبندی تڑپ اٹھتے ہیں:

رات کو جلسے میں میرا بیان تھا اور باباجی بھی تشریف لے آئے بہت مجمع تھا میں نے نظر دوڑا کر دیکھا تو چاروں طرف طلباء اور علماء کرام نظر آ رہے تھے مدرسوں والے سب آئے ہوئے تھے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا نام سن کر تو دیوبندی ویسے ہی تڑپ اٹھتے ہیں یہ تو سارے دیوبندیوں کے باپ ہیں جتنے ہمارے بڑے ہیں سب حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفے ہیں۔ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تو بہت جلدی وفات پا گئے تھے حضرت

نانوتوی ؒ کا انچاس سال کی عمر میں ۱۲۹۷ھ میں انتقال ہو گیا تھا۔ بعد میں ۱۳۲۳ھ تک تقریباً چھبیس (۲۶) سال دیوبند کے سرپرست حضرت مولانا گنگوہی ؒ رہے ہیں۔ ہمارے خیال میں نسبت دیوبندی نام ہی نسبتِ گنگوہی کا ہے۔ جس طرح سے سنت کا تحفظ اور بدعت کا ردواشگاف الفاظ میں حضرت گنگوہی ؒ نے کیا ہے کسی اور نے نہیں کیا اگر وہ ایسا نہ کرتے تو سنت وبدعت میں امتیاز نہ ہوتا۔ آج ہم جو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس سنت کا صاف ستھرا طریقہ ہے یہ ہم سب کی گردنوں پر احسان حضرت گنگوہی ؒ کا ہے۔ بہت کچھ کہہ سکتا ہوں حضرت گنگوہی ؒ کے بارے میں لیکن ضرورت نہیں ہے دیوبندی ہو اور جس کو اپنے اکابر سے واقفیت ہو وہ حضرت گنگوہی ؒ کا نام سن کر نہ تڑپے یہ ممکن ہی نہیں۔ میں نے ایک حدیث پڑھی، حدیث پڑھنے کے بعد اس کا کچھ مفہوم بیان کیا مفہوم بیان کرنے کے بعد میں نے اپنی سندیں بیان کرنی شروع کر دیں۔ ختم بخاری شریف کا اعلان میرے نام کا ہوا تھا لیکن میں نے کہا کہ حضرت مفتی عبدالستار صاحب ؒ موجود ہیں وہ ختم کروائیں گے۔ میں نے کہا مجھے یہ سند حاصل ہے اور اس سند میں میرے اور حضرت شیخ الہند ؒ کے درمیان دو واسطے ہیں اور ہر سند کا ذکر کرنے کے بعد ساتھ میں کہتا جاؤں کہ ہم اکابر کے تذکرے کو باعثِ سکون سمجھتے ہیں، اس نسبت کے اظہار کو اپنے لیے باعثِ شرف سمجھتے ہیں اور ان کے تذکرے پر ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ہمارے اساتذہ کے جو ہمارے اوپر احسانات ہیں ان کے ذکر کرنے کے ساتھ ان کی شکر گزاری ہوتی ہے۔ دل میں تکبر بڑائی ہو تو کبھی انسان یہ نہیں بتاتا کہ میں فلاں استاد کا شاگرد ہوں بلکہ وہ کوشش کرتا ہے میں یہی بتاؤں کہ فلاں بھی میرا شاگرد ہے۔ دماغ میں اگر بڑائی ہو تو پھر یہ ہوتا ہے کہ انسان کوشش کرتا ہے کہ ساری دنیا کو اپنا شاگرد بتائے کہ وہ بھی میرا شاگرد، وہ بھی میرا شاگرد، اور یہ بتانے کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ میرا کوئی استاد بھی ہے میں بھی کسی کا شاگرد ہوں یہ بتاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ لیکن ہم تو اپنے اساتذہ کی احسان

کے شکر گزاری سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے تذکرے کرتے ہیں۔ یہ باباجی کیسے کہتے ہیں یہ فضول باتیں چھوڑو! میں نے اسی وقت یہ شکوہ شروع کر دیا تھا کہ باباجی کیسے کہتے ہیں یہ بزرگوں کا تذکرہ فضول ہے، اپنے اساتذہ کا تذکرہ کرنا کوئی فضول بات ہے؟۔ جنہوں نے یہ میری بات سنی ہوئی تھی وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ جو اتنا کھل کر بزرگوں کا تذکرہ کر رہا ہے یہ وہی فضول تذکرہ ہے۔

حضرت حکیم العصر مدظلہ کی مختلف اسناد حدیث:

جو وہاں بیٹھے ہوئے باباجی کہہ رہے تھے فضول تذکرہ چھوڑو تو سارے تذکرے کرنے کے بعد میں نے کہا کہ مجھے فلاں سند حاصل ہے اس میں میرے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تک ایک واسطہ ہے یہ سند میری عالی ہے۔ مجھے حضرت مولانا عبداللہ صاحب بہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت ہے وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تک ایک واسطہ ہے۔ مجھے مولانا رسول خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور والوں سے بھی اجازت ہے جو حضرت مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ کے بھی استاد تھے تو وہ براہ راست حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے تو مجھے ایک واسطے سے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت ہے اور حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ نے مجھے اجازت دی اور وہ حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور حضرت مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے تو مجھے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے دو واسطوں سے نسبت ہے میرے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان میں دو واسطے ہیں۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے اجازت دی اور انہوں نے محدثہ امۃ اللہ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی سے مدینہ منورہ میں اجازت لی تھی تو شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ اور میرے درمیان دو واسطے ہیں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ اور محدثہ امۃ اللہ۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک میرے درمیان صرف چار واسطے ہیں کہ مولانا فاروق احمد صاحب نے مجھے اجازت دی اور وہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت یافتہ تھے، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے تھی اور حضرت

مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی براہِ راست حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے تو حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تک چار واسطے ہیں۔ ساری سندیں بتاتا گیا اور سب بزرگوں کو تعریف کرتا چلا گیا میری تقریر ساری تذکرہ الاولیاء ہوگئی یعنی کچھ حصہ میں نے حدیث کے متعلق بیان کیا باقی سب تذکرۃ الاولیاء ہے تو پھر میں نے آخر میں کہا کہ آج مجھے یہ موجود بزرگ جو آپ کے سامنے موجود ہیں انہوں نے بھی اجازت دی ہے۔ میں نے کہا یہ شاگرد ہیں حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتی رحمۃ اللہ علیہ کے اور حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ میں نے کہا اس سند کے اعتبار سے بھی میرے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان میں دو واسطے ہیں اس سند کے ساتھ مجھے کوئی مزید شرف حاصل نہیں ہوا یہ شرف مجھے کئی سندوں کے ساتھ حاصل ہے جو آج سند باباجی نے مجھے دی ہے تو میں ویسے اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ایک اور سند حاصل ہونے کے ساتھ تقویت ہوگئی متعدد سندوں کے ساتھ تقویت تو ہوتی ہے۔ بعد میں مجھے لوگوں نے بتایا کہ زیرِ لب سارے لوگ ہنس رہے تھے کہ آج باباصندل کا کباڑا کر دیا کیونکہ سارے اس کو تلمیذِ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بنائے بیٹھے تھے بعد میں بہت لوگوں نے مجھے مبارک باد دی کہ آپ نے تو کمال کر دیا۔ مجھے غصہ آگیا جب انہوں نے کہا کہ فضول تذکرہ کیوں کر رہے ہو، اساتذہ کا تذکرہ فضول ہوتا ہے پھر میں نے شاہ صاحب مدظلہ کے ذمے لگایا کہ ان سے پوچھو کہ انہوں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا بھی ہے۔ جس سے میں نے کہا وہ کہتے ہیں پوچھتے ہیں تو وہ ناراض ہو جاتے ہیں بتاتے نہیں۔ میں نے کہا ایسے مجہول راوی کی روایت کو تو محدثین قابل اعتبار قرار نہیں دیتے کہ جس کو پتہ ہی نہیں کہ اس کی ملاقات کس سے ہے، کس سے نہیں ہے۔

اکابر کی نسبت کا تذکرہ قابل فخر ہے:

یہ میں آپ کے سامنے اس لیے ذکر کر رہا ہوں کہ یہ آج ایک مستقل فتنہ کھڑا

ہوگیا ہے۔زندگی میں ایک آدمی کے متعلق یہ اختلاف ہوجائے کہ یہ کون ہے،کون نہیں تو اس اختلاف کو اٹھانے کا صحیح طریقہ یہی ہے کہ اس سے پوچھو سامنے زندہ بیٹھا ہے کہ آپ کیا ہیں مرنے کے بعد اختلاف کیسے اٹھے گا ٹھیک ہے یا نہیں؟ اول تو وہ پوچھنے کی جرأت نہیں کرتا بزرگوں کی ہیبت ایسی کہ کہیں بزرگ ناراض نہ ہوجائیں تو یہ جرأت ہر کوئی نہیں کرسکتا۔ناراض ہونے کی کوئی بات نہیں مجھ سے پوچھو میں بیٹا کس کا ہوں میں باپ بتا تا ہوں، مجھ سے پوچھو تو شاگرد کس کا ہے میں استاد بتا تا ہوں ہمارے لیے کونسی بات باعثِ عار ہے۔ باپ کا تذکرہ باعث فخر کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ میں کسی باپ کا ہوں، استاد کا تذکرہ ہمارے لیے باعث فخر کہ لوگوں کہ پتہ چلے کہ ہم نے کس کے جوتے سیدھے کئے ہیں بات سمجھے کہ نہیں۔ہمیں اتنا فخر شاگردوں پر نہیں ہے کہ فلاں میرا شاگرد، فلاں میرا شاگرد جتنا ہمیں اپنے ان بزرگوں کی نسبت کے اوپر فخر ہے کہ اس وقت بہت کم لوگ موجود ہیں نچلی نسل کے سامنے میں بطور باعث شرف سمجھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میں نے حضرت مدنی ؒ کو دیکھا ہے وہ ہمارے گاؤں میں تشریف لائے تھے میں اس وقت چھٹی جماعت میں پڑھتا تھا میں ان کے جلسے میں بیٹھا ہوں۔وہ جتنی دیر ہمارے گاؤں میں پھرتے رہے میں ان کے پیچھے پیچھے پھرتا رہا ایک دن دیکھا ہے بعد میں ہم ادھر آگئے اور حضرت مدنی ؒ ادھر آئے نہیں۔اس میں فضول بات کون سی ہے۔لیکن انہوں نے نہیں بتایا کہ انہوں نے حضرت گنگوہی ؒ کو دیکھا ہے یا نہیں دیکھا۔اب اس اختلاف کو کیسے اٹھائیں بات سمجھے کہ نہیں۔

میں تو ان کے قدم چوموں گا:

کل مجھے کسی نے بتایا کہ سرگودھے کے اشتہار میں آپ کا نام بھی ہے اور بابا صندل بھی آرہا ہے مفتاح العلوم میں۔میں نے کہا میرا اتنے لمبے سفر پر جانے کا ارادہ نہیں ہے میں نے پہلے دن ہی کہا تھا طاہر مسعود کو۔میں نے اصرار کرکے وہاں دورہ حدیث شروع کروایا کہ پورے ضلع سرگودھا میں نہیں بلکہ پورے ڈویژن سرگودھا میں

دورہ نہیں تھا دو سال میں اس کو مجبور کرتا رہا تو اس نے دورہ شروع کروایا شروع سال میں افتتاح کروا کر آیا ہوں۔ انہوں نے کہا تھا افتتاح آپ نے کروایا ہے تو اختتام بھی آپ نے کروانا ہے میں نے کہا کہ میں انشاء اللہ آؤنگا۔ لیکن اب کچھ طبیعت ہی ایسی تھی تو جب انہوں نے تاریخ لی تھی تو میں نے ان سے کہا تھا کہ اتنا لمبا سفر مجھ سے نہیں ہوگا کہاں سرگودھا اور کہاں کہروڑپکا اور آگے پیچھے سارا وقت مصروف تھا تو میں اِدھر بھاگوں اُدھر بھاگوں پتہ نہیں ہمت ہو یا نہ ہو۔ لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ ٹیلی فون کرکے پوچھونگا اگر فیصل آباد کے حالات ان تک پہنچ گئے ہونگے تو شاید وہ انہیں نہ لائیں اگر انکا ارادہ لانے کا ہوا تو میرا ارادہ ہے کہ میں انشاء اللہ پہنچوں گا اور بھرے جلسے میں پوچھونگا کہ باباجی ہمیں بتائیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے دیکھا ہے یا نہیں دیکھا۔ اگر یہ کہیں کہ میں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے تو میں ان کی آنکھیں چوموں گا جن کے ساتھ انہوں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی، میں ان کے ہاتھوں کو چوموں گا جن کے ساتھ انہوں نے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے مصافحہ کیا میں ان کے قدم چوموں گا جن قدموں کے ساتھ یہ گنگوہ کی خانقاہ میں پھرتے رہے ہیں۔ سارے مجمع کے سامنے کہوں گا میں نے کہا ہم تو اپنے محبوبوں کی گلی کے کتوں کی قدر کرنے والے ہیں عالم اور بزرگ تو اپنی جگہ ہیں لیکن پتہ تو چلے اور ایسے ہی کوئی مشہور کردے کہ یہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ اصحاب کہف کی طرح تین سو سال کے بعد غار سے نکل کر آئے ہیں اب اس قسم کی باتوں کا اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔

بابا رتن ہندی کا دعوائے صحابیت:

ایک بابا رتن ہندی بھی تھے مشکوۃ کے حاشیہ میں مذکور ہے۔ اس روایت کے حاشیہ میں جس روایت کے اوپر حیات خضر علیہ السلام کا مسئلہ بیان کرتے ہیں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آج سے سو سال کے بعد کوئی نفس زندہ نہیں رہے گا جو اس وقت پیدا

ہوا ہوا ہے۔ بخاری کی روایت ہے اور متفق علیہ روایت ہے، صحیح روایت ہے، جس پر اعتماد کر کے محدثین نے کہا کہ سن ۱۱۰ھ پر صحابہ ﷡ کا دور ختم ہو گیا بعد میں اگر کوئی صحابی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو غلط ہے کہ اس روایت کے خلاف ہے کیونکہ صحابی وہ ہوتا ہے جو سرور کائنات ﷺ کے زمانے میں پیدا ہوا ہو اور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جو پیدا ہو چکا ہے وہ سو سال کے بعد زندہ نہیں رہے گا۔ صحابہ کرام ﷡ کا دور تو سن ۱۱۰ھ پر ختم ہو گیا۔ بابا رتن ہندی ہندوستان کا تھا وہ کہتا ہے کہ میری دو سو سال عمر ہے میں نے سرور کائنات ﷺ کو دیکھا ہے اسی روایت کے حاشیہ میں لکھا ہے اور اس کا واقعہ تفصیل کے ساتھ سیرت حلبیہ میں مذکور ہے۔ اس نے کہا میں یوں گیا تھا، یوں گیا تھا سب کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کرتا تھا لیکن بالاتفاق محدثین نے اس کے دعوے کو رد کیا ہے کہ اگر ہم اس کی بات مانتے ہیں کہ یہ صحابی ہے تو سرور کائنات ﷺ کی وہ حدیث ثابت نہیں رہتی جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو پیدا ہو چکا ہے وہ سو سال کے بعد زندہ نہیں رہے گا تو صحابی ہونے کا دعویٰ بابا رتن نے کیا اپنی عمر دو سو سال سے زیادہ بتائی مسترد ہوا۔ تو اب ہم اس طرح سے اڑتی ہوئی باتیں تو مانتے نہیں اور مجہول راوی کی روایت کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اس لیے جو روایت نقل کرے کم از کم اس کا تعارف ہونا چاہیے۔ مجہول کا معنیٰ ہوتا ہے اس کے حالات معلوم نہ ہوں جاہل مراد نہیں ہوتا یہ راوی مجہول ہے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے حالات معلوم نہیں سمجھے کہ نہیں! جی۔

مولانا نصیر الدین غور گشتی رحمہ اللہ کا تذکرہ:

آپ حضرات اس وقت سو آدمی یا دو سو آدمی بیٹھے ہیں آپ اس بابا صندل کی بات جہاں بھی سنیں گستاخی نہیں کرنی لیکن میری بات کو یاد رکھنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے صراحۃً ان سے پوچھ لیا ہے کہ وہ حضرت غور گشتی ﷫ کے شاگرد ہیں۔ حضرت غور گشتی ﷫ تصوف میں مولانا حسین علی صاحب ﷫ کے خلیفہ ہیں جس کا تذکرہ حضرت مولانا سرفراز صفدر ﷫ نے تسکین الصدور کے اندر کیا ہوا ہے اپنی کتاب کے اوپر ان کی تقریظ لگائی ہوئی ہے۔ میں گور گشت گیا ہوں میں نے ان کی قبر پر فاتحہ پڑھی

ہے۔میرے جانے سے دوسال پہلے ان کا انتقال ہوگیا تھا میں نے ان کی زیارت نہیں کی۔ وہ شاگرد حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے تھے تو یہ باباصندل دو واسطوں کے ساتھ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے ان کی نسبت واضح نہیں لوگوں نے مشہور کی ہوئی ہے وہ صراحت نہیں کرتے کہ میں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا شاگرد ہوں اس لیے یہ بات قابل اعتماد نہیں اس طرح ادب واحترام کے ساتھ آپ نے اس بات کا رد کرنا ہے ٹھیک ہے۔جی!

باباصندل کسی غار میں مخفی رہے ہیں؟:

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی وفات کو ایک سو دو سال ہوگئے ہیں ۱۳۲۳ھ میں وفات ہوئی ہے اب ہے ۱۴۲۵ھ ۔ایک سو دوسال تک باباصندل کسی غار میں مخفی رہے ہیں کوئی نہیں جانتا تھا انہیں۔حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی مدظلہ ابھی پچھلے مہینے کہروڑ پکا میں میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے ان سے بھی پوچھا وہ کہنے لگے میں سارے سوات میں' سارے دیر میں، سارے سرحد میں گھوم پھیر کے پرانے پرانے آدمیوں سے پوچھ کر آیا ہوں ان کو کوئی نہیں جانتا۔پھر یہ ہے کہ شہرت پشاور سے ہونے چاہیے تھی،شہرت کوئٹہ سے ہونی چاہیے تھی۔حضرت مولانا عزیز گل صاحب رحمہ اللہ کو سب جانتے ہیں کہ اسیر مالٹا حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔قبائلی علاقے سخا کوٹ میں تھے مردان سے آگے مالاکنڈ ایجنسی میں وہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے ساتھ جیل میں بھی رہے ابھی سات یا دس سال ہوئے ہیں ان کی وفات ہوئی ہے تو حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی نسبت کی بناء پر کثرت سے علماء ان کے پاس ان کی زیارت کے لیے جاتے تھے تو اگر باباصندل میں بھی گنگوہی نسبت ہوتی تو لازماً علماء میں تعارف ہوتا۔اس لیے ان کی یہ نسبت کم ازکم ہمارے لیے قابل اعتماد نہیں۔باقی حقیقت حال اللہ بہتر جانتا ہے لیکن ہمیں اسی نسبت کے ساتھ جڑنا چاہیے جو قابل اعتماد ہو۔اللہ تعالی ہمیں صحیح نسبت پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔(امین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

تربیت اولاد

بمقام: جامعہ قاسمیہ کراچی

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ.

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشّٰاھِدِیْنَ وَالشّٰاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ.

انسان کو سب سے زیادہ محبت اپنی اولاد سے ہوتی ہے:

اس دنیا میں جہاں تک طبعی محبت کا تعلق ہے وہ انسان کو سب سے زیادہ اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔ اولاد کو والدین سے محبت میں کمی ہوسکتی ہے اور اولاد والدین کی نافرمان بھی ہوسکتی ہے لیکن جہاں تک والدین کا تعلق ہے وہ اولاد کے خیر خواہ ہی ہوتے ہیں اور ہر طرح سے اولاد کی بھلائی چاہتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ ہمارے اکابرین میں سے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے بڑے صاحب زادے ہیں۔ ان سے ایک دفعہ ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت اس کی کیا وجہ ہے کہ والدین تو اولاد کے لیے تڑپتے ہیں لیکن اولاد لاپرواہ ہوتی ہے اور وہ والدین کی پرواہ ہی نہیں کرتی۔ ذرا سی تکلیف اولاد کو ہو تو والدین اس سے زیادہ محسوس کرتے ہیں والدین کی تکلیف اولاد محسوس نہیں کرتی۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ایک ہی جملے میں اس حقیقت کو نمایاں کیا فرمانے لگے کہ اگر آپ کے بدن سے انگلی کاٹ کر پھینک دی جائے تو درد بدن میں ہوگا انگلی میں نہیں ہوگا۔ اسی طرح سے اولاد انسان کے بدن کا ایک حصہ ہوتی ہے لخت جگر اسی کا معنی ہی ہے جگر کا ٹکڑا۔

ایک جاہلی شاعر کہتا ہے کہ

وَإِنَّمَا أَوْلَادُنَا بَيْنَنَا
أَكْبَادُنَا تَمْشِي عَلَى الْأَرْضِ

(حماسہ.وقال حطان بن المعلّی)

ہماری اولاد تو ہمارے جگر ہیں جو زمین کے اوپر حرکت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اولاد کی دنیا سدھارنے کی کوشش:

یہ والدین کا تعلق اولاد کے ساتھ ہوتا ہے اور ہر والدین اولاد کے لیے بہتر سے بہتر مستقبل کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے اسی وقت سے سوچنا

شروع کر دیتے ہیں کہ اس کو کیا بنانا ہے؟ اس کا مستقبل اچھا کس طریقے کے ساتھ ہوگا؟ اس کے رہنے لیے مکان کی فکر کریں گے کہ اس کی راحت کے لیے ہر چیز مہیا کریں گے پھر اپنی اسی سوچ کے تحت کہ بچے کا مستقبل اچھا ہو اور ہمارے مرنے کے بعد یہ بچہ محتاج نہ رہے جائیداد بنانے کی کوشش کریں گے اور کاروبار چلانے کی کوشش کریں گے سرمایہ جمع کرنے کی کوشش کریں گے یہ والدین کا کام ہوتا ہے اور ذہن یہ ہوتا ہے کہ ان بچوں کے لیے اتنا کچھ کر لینا چاہیے کہ ہمارے مرنے کے بعد ان کو کوئی پریشانی نہ ہو والدین کی یہ سوچ ہوتی ہے۔ اسی سوچ کے تحت ان کو تعلیم دلاتے ہیں اسی سوچ کے تحت ان کو اچھے سے اچھے کاروبار میں لگاتے ہیں۔ لیکن اس میں آپ صرف ایک بات کا اضافہ کر لیجئے کیونکہ انسان کی سوچ یہ ہے جو آگے انسان کے عمل کے لیے محرک بنتی ہے۔ ہماری سوچ صرف اتنی ہے کہ ہمارے مرنے کے بعد اولاد خوشحال ہو اور اولاد کو کوئی کسی قسم کا فکر نہ ہو معاشی طور پر ہر لحاظ سے اس کی ضرورتیں پوری ہوں اور ہمارا آنے والا جتنا بھی کردار ہوتا ہے اور جتنی محنت ہوتی ہے وہ اسی نقطہ کے اردگرد ہوتی ہے۔

اولاد کی آخرت کی بھی فکر کریں:

اگر اس میں آپ ایک جملے کا اور اضافہ کر لیں تو پھر وہ آپ کی سوچ بہت مکمل ہو جائے گی کہ جہاں آپ یہ سوچتے ہیں کہ ہمارے مرنے کے بعد بچے خوشحال رہیں انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہو تو ساتھ ساتھ یہ فقرہ بڑھا لیں کہ بچے کی تربیت ایسی کریں کہ بچے کے مرنے کے بعد بھی اس کا حال اچھا ہو۔ ہمارے مرنے کے بعد بچے کا کیا حال ہوگا اس کے ساتھ سوچو کہ اس بچے کے مرنے کے بعد اس کا کیا حال ہوگا دنیا تک نظر نہ رکھو کیونکہ مسلمان کی نظر اس دنیا کی اختتام تک نہیں یہ تو بہت محدود سی سوچ ہے کہ ہم اتنا سوچیں کہ اپنی زندگی وہ ہے چالیس (۴۰) سال، پینتالیس (۴۵) سال، ساٹھ (۶۰) سال؛ ستر (۷۰) سال جتنی ہے سو ہماری سوچ یہیں تک ہو مسلمان کی یہ سوچ نہیں ہونی چاہیئے۔ مسلمان تو اس سے اگلی زندگی کے لامحدود ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے کہ

یہ تو چند دن کی زندگی ہے اور آگے جو زندگی آئے گی اس کی تو حد ہی کوئی نہیں تو محدود زندگی کے لیے بچوں کے مستقبل کی فکر ہو اور لامحدود زندگی کے لیے فکر نہ ہو یہ ذرا تھوڑا سا فکر کا نقص ہے۔ اگر ساتھ ہم یہ جوڑلیں کہ مرنے کے بعد بھی ان بچوں کو خوشحالی نصیب ہو تو جہاں آپ ان کی دنیاوی معاملات میں تربیت کرتے ہیں کہ اس کو ڈاکٹر بناتے ہیں، اس کو انجینئر بناتے ہیں تو ساتھ ساتھ ان کو مسلمان بنانے کی بھی کوشش کریں، صالح اور نیک بنانے کی بھی کوشش کریں تاکہ جب ان کو موت آئے تو ان کا وہ مستقبل بھی اچھا ہو۔

اولاد کی آخرت بنانے کا بہترین طریقہ:

اور اس کا طریقہ صرف یہی ہے کہ ان بچوں کا تعلق اللہ سے جوڑیں اور اللہ سے تعلق جوڑنے کا کیا طریقہ ہے۔

﴿واعتصموا بحبل الله جميعا﴾ (آل عمران :۱۰۳)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو حبل اللہ کہا ہے یہ اللہ کی رسی ہے لٹکائی ہوئی۔ قرآن کریم اللہ کے ساتھ رابطے کا ذریعہ ہے اس رسی کو تھام لو تو انشاء اللہ العزیز اللہ کے ساتھ رابطہ رہے گا۔ یہ رسی اتنی مضبوط رسی ہے قرآن کریم میں دوسری جگہ اس کو عروۃ الوثقیٰ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے کہ مضبوط حلقہ اور کڑا جس کو انسان پکڑ لے تو گرتا نہیں ہے۔ ہماری غفلت کی بناء پر یہ مضبوط رسی اور مضبوط کڑا چھوٹ تو سکتا ہے یہ ٹوٹتا نہیں ہے اگر ہم مضبوطی سے تھام لیں اور اس کو نہ چھوڑیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطے کا یہ بہترین ذریعہ ہے۔ اپنے لیے مفید بچہ اور بچے کے لیے والدین مفید اس کے لیے طریقہ یہی ہے کہ دنیا کی سوچ کے ساتھ ساتھ آخرت کی سوچ بھی ہونی چاہیے اور اس کا سب سے اچھا ذریعہ یہ ہے جس طرح سے یہ مولانا مجھ سے پہلے آپ کے سامنے بیان فرمارہے تھے کہ بچے کو دیندار بناؤ' دنیاوی تعلیم بھی دلاؤ ضرورت کے تحت وہ بھی ضروری ہے بچہ ڈاکٹر بنے، انجینئر بنے کچھ اور چیزیں سیکھے لیکن سب سے زیادہ ضروری ہے کہ بچہ

مسلمان ہو اور اس کا عقیدہ ٹھیک ہو اس کا عمل ٹھیک ہو اور وہ بغیر دینی اداروں کے ساتھ رابطہ رکھنے کے نہیں بن سکتا، تو یہ مدارس جو ہیں یہ اللہ تعالی کی اس نعمت کے تقسیم کرنے کا ذریعہ ہیں جو اللہ کی طرف سے بہت اہتمام کے ساتھ ہمارے پاس آئی ہے۔

دنیوی رزق حاصل کرنے والوں کی حیثیت:

دنیاوی رزق ہمارے بدن کی غذا ہے اس کو محنت کر کے کاشت کار زمین سے اور مزدور کانوں سے نکالتے ہیں۔ بنیادی طور پر دنیاوی زندگی کی جو خوشحالی ہے اس کی بنیاد یہی دو طبقے ہیں کان کھودنے والے مزدور اور کاشت کرنے والے کاشت کار یہ ہیں۔اس سے آگے پھر بنتا ہے جو کچھ بھی بنتا ہے بنیادی کڑی یہ ہے کاشتکار محنت کرتا ہے زمین سے آپ کے لیے غذا اور دوسری چیزیں پیدا کرتا ہے اور کانیں کھودنے والے زمین کو چیر چیر کر نیچے سے آپ کی دوسری ضروریات کی چیزیں نکالتے ہیں تو یہ بنیاد ہے اس کے بعد آگے چلتا ہے لیکن چونکہ دنیا کم درجے کی ہے اس لیے جس کا جتنا اس زمین کے ساتھ تعلق ہے معاشرے کے اندر اتنا ہی اس کو پست طبقہ سمجھا جاتا ہے۔ مزدور اس دنیا میں پست طبقہ سمجھا جاتا ہے کاشت کار اس دنیا میں پست طبقہ سمجھا جاتا ہے اور انسان جتنا اس زمین سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اتنا وہ بڑا بنتا چلا جاتا ہے۔

لیکن قرآن کریم اور دین کی مثال اس کے علاوہ ہے یہ اللہ تعالی نے زمین سے نہیں نکالا یہ آسمان سے اتارا ہے اور یہ مزدوروں سے تقسیم نہیں کروایا دنیا کا پاکیزہ ترین طبقہ انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے اس کو تقسیم کروایا ہے تو قرآن کریم عرشِ الٰہی کے ساتھ پہلا تعلق رکھنے والا اور آگے جیسے جیسے معاملہ بڑھتا جائے گا حدیث ہے، فقہ ہے دوسری چیزیں اوپر سے سلسلہ شروع ہوتا ہے نیچے کو۔ یہاں جو پہلے طبقے سے تعلق رکھنے والا ہے قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے والا وہ سب سے اچھا ہے جتنا جتنا معاملہ دور ہوتا چلا جائے گا چاہے سلسلہ وہی ہو لیکن درجے میں فرق آتا چلا جائے گا اس لیے آپ سنتے رہتے ہیں خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ. (بخاری ۲/۷۵۲۔مشکوۃ ۱۸۳)

تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھتا اور سکھاتا ہے۔ ادھر یہ قرآن کریم پڑھنے پڑھانے والے وہ سب سے اونچے۔ ادھر کاشتکار اور مزدور سب سے نیچے یہ دونوں سلسلوں کے اندر ترتیب اس طرح سے چلی آرہی ہے تو واقعۃً یہ والدین بڑے خوش نصیب ہیں اور وہ اولاد بڑی خوش نصیب ہے جن کے والدین نے ان کو دین پڑھایا، دین سکھایا اور قرآن کریم سے ان کا تعلق جوڑ دیا۔ عام طور پر جو یہ ضابطہ قرآن کریم نے بتایا کہ آخرت میں نہ مال کام آئے گا' نہ اولاد کام آئے گی لیکن جو قلب سلیم لے کر آئے گا اس کے لیے اس کا مال بھی مفید ہوسکتا ہے اس کے لیے اس کی اولاد بھی مفید ہوسکتی ہے تو جہاں آپ دنیا کا مستقبل اولاد کا اچھا کرنا چاہتے ہیں تو یہ ضروری ہے کہ ساتھ ساتھ جو آخرت والا ماحول ہے اس کو بھی بنانے کی کوشش کریں والدین کے لیے بھی یہی صورت مفید ہے اور اولاد کے لیے بھی یہی صورت مفید ہے۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہم سب کو دین کی قدر کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین

دین حق کے خادم

بموقع: افتتاح بخاری شریف

بمقام: جامعہ اسعد بن زرارہ بہاولپور

تاریخ: شوال ۱۴۲۹ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ.
اَمَّا بَعْدُ.

بِالسَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنَّا اِلٰی اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الْحَدِیْثِ مُحَمَّد بْنِ اِسْمَاعِیْلَ الْبُخَارِیْ رَحِمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی قَالَ بَابُ کَیْفَ کَانَ بَدْءُ الْوَحْیِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَقَوْلُ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَالنَّبِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِہٖ قَالَ حَدَّثَنَا الْحُمَیْدِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْیَانُ قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیَی ابْنُ سَعِیْدِنِ الْاَنْصَارِیُّ قَالَ اَخْبَرَنِیْ مُحَمَّدُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ التَّیْمِیُّ اَنَّہٗ سَمِعَ عَلْقَمَۃَ بْنَ وَقَّاصٍ اللَّیْثِیَّ یَقُوْلُ سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَی الْمِنْبَرِیَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّمَاالْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَالِاِمْرِیٍٔ مَّا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَااَوْاِلَی امْرَاَۃٍ یَّنْکِحُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَاھَاجَرَ اِلَیْہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم. وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

علم دین کے حوالے سے لوگوں کے مختلف طبقے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس کتاب کے اندر کتاب العلم میں ایک روایت لائے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی وساطت سے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے جو علم و ہدایت دے کر بھیجا ہے اس کی مثال ایک موسلا دھار بارش کی ہے غَيْثٍ كَثِيْرٍ بہت بارش جس کا ہم محاورے کے مطابق ترجمہ موسلا دھار کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب وہ بارش ہوتی ہے تو زمین مختلف قطعات میں تقسیم ہو جاتی ہے ایک قطعہ زمین کا ایسا ہوتا ہے جس کو ہم زرعی زمین کہتے ہیں کاشت والی زمین جس میں فصل اگتی ہے، سبزہ اگتا ہے تو وہ زمین اس پانی کو اپنے اندر سمو لیتی ہے اس پانی کو چوس لیتی ہے چوسنے کے بعد پھر اس پانی کو پانی کی شکل میں واپس نہیں لوٹاتی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس زمین کے اندر جو صلاحیت رکھی ہے پانی اس صلاحیت کے ساتھ ملتا ہے تو اس میں سے نباتات اگتی ہے، سبزہ اگتا ہے (بخاری ۱۸۔ مشکوٰۃ ۲۸)۔ وہاں لفظ گھاس اور سبزے کا ہے مقصد ہے مطلقاً نباتات وہ نباتات جو اگتی ہے تو آپ جانتے ہیں کہ اس کے ساتھ انسان کی ضروریات پوری ہوتی ہیں غلہ جات کی ضرورت پوری ہوتی ہے...... فروٹ کی ضرورت پوری ہوتی ہے...... اس میں سے حیوانات بھی کھاتے ہیں...... انسان کے لیے کپڑے کا انتظام کپاس کی شکل میں ...... مٹھائی کا انتظام کماد کی شکل میں...... اور ادویات وہ سب اسی نباتات سے حاصل ہوتی ہیں...... انسان کی زندگی کی پوری ضروریات اس نباتات سے حاصل ہوتی ہیں جو اس زمین سے اگتی ہیں اور یہ اصل کے اعتبار سے فیضان اس پانی کا ہوتا ہے جو آسمان سے برسا ہے لیکن پانی، پانی کی شکل میں واپس نہیں آتا بلکہ زمین کی صلاحیت اس کو مختلف شکلوں میں واپس کرتی ہے۔ اور دوسرا زمین کا ٹکڑا پتھریلا ہوتا ہے وہ سخت ہوتا ہے

وہ پانی کو تو اپنے اندر جذب نہیں کرتا لیکن پانی کو تالاب کی شکل میں سنبھال لیتا ہے
بڑے بڑے تالاب بن جاتے ہیں پانی ضائع نہیں ہوتا۔ بعد میں وہی پانی انسان
ضروریات کے لیے کام آتا ہے۔ انسان پیتے ہیں جانوروں کو پلاتے ہیں اور وہاں سے
پانی لے کر آگے کھیتی باڑی بھی کرتے ہیں باقی ضرورتیں بھی پوری ہوتی ہیں۔ بہر حال
اس زمین نے پانی کو جذب نہیں کیا لیکن محفوظ رکھا ہے اور جیسے برسا تھا وہ زمین ویسے ہی
پانی واپس لوٹا دیتی ہے اس میں کوئی تغیر پیدا نہیں کرتی۔ پانی پانی ہی کی شکل میں اس
زمین سے لیا جاتا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ
تیسرا ٹکڑا ہے جیسے شور یلی زمین وہ نہ پانی کو محفوظ رکھتی ہے وہ پانی کو ضائع کرتی ہے، نہ
کوئی کام کی چیز اگاتی ہے بارش تو اس پر بھی برسی تھی لیکن اس نے سب ضائع کر دیا۔
شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ جس طرح کہتے ہیں کہ بارش تو ایک ہی ہے جو ہر جگہ برستی ہے۔ باغ
میں برستی ہے تو پھول اگتے ہیں شور اور کلر والی زمین پر برستی ہے تو خس و خاشاک بے
کار جھاڑیاں اگتی ہیں جو کسی کام کی نہیں ہوتیں بارش میں فرق نہیں ہے۔ یہ تین ٹکڑے
سرور کائنات ﷺ نے بیان فرمائے ہیں حدیث کے اندر صراحۃً ان کا ذکر آیا ہوا ہے۔

مجتہدین کا منصب وخدمات:

فرمایا کہ یہی مثال ہے کہ وہ علم وہدایت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا انسان
بھی مختلف طبقات میں بٹ گئے۔ ایک طبقہ ایسا ہے جو اس علم کو حاصل کرتا ہے اور علم کو
حاصل کرنے کے بعد اسی شکل میں واپس نہیں لوٹاتا جیسے اس نے حاصل کیا تھا بلکہ اللہ
نے اس کے اندر قوت اجتہادیہ رکھی ہے اجتہاد کرنے کی صلاحیت رکھی ہے وہ اس کے
اندر اجتہاد کرتا ہے اجتہاد کرنے کے بعد انسانی ضرورت کے مسائل اس میں سے اخذ کر
کے ڈھیر لگا دیتا ہے۔ اب انسان اپنی دینی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے مزید غور وفکر
کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ ان حضرات نے ایک ایک مسئلہ نکال کر اس طرح سے رکھ دیا
ہے کہ آپ آنکھ بند کر کے ان پر عمل کرتے چلے جائیں۔ نماز کے مسائل مرتب کر دیئے

......زکوۃ کے مسائل مرتب کردیئے...... نکاح وطلاق کے مسائل مرتب کردیئے...... بیع و شراء کے مسائل مرتب کردیئے ......اسی حکمت و ہدایت کے صدقے مسائل کے ڈھیر لگادیئے اور احکام مرتب کردیئے۔ اب اگر کوئی شخص دین کے اوپر چلنا چاہے تو اس کے لیے کوئی کسی قسم کی مشکل نہیں اتنا آسان کردیا کہ آپ ان کی کتاب کو دیکھتے جائیں ان کے مسائل کو پڑھتے جائیں عمل کرتے چلے جائیں کوئی زحمت ہی نہیں۔ یہ وہ طبقہ ہے جس کو سرور کائنات ﷺ نے پہلے نمبر پر ذکر فرمایا۔ یہ مثال فقہاء کی ہے کہ وہ علم حاصل کرتے ہیں لیکن جیسے علم حاصل کیا ویسے نہیں لوٹاتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جوان کے دل میں قوتِ اجتہاد رکھی ہے استنباط کی استدلال کی صلاحیت رکھی ہے تو وہ اس استنباط اور استدلال کی قوت کے ساتھ انسانی زندگی کی ضرورت کے جتنے مسائل ہیں وہ سارے نکال نکال کر ڈھیر لگادیتے ہیں۔ اب آنے والی امت کے لیے قرآن وحدیث پر عمل کرنا آسان ہوگیا ہے تو جو فقہاء مسائل بیان کیا کرتے ہیں وہ سب اسی حکمت وہدایت کا فیضان ہوتا ہے۔

کیا فقہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے؟ لاجواب تحقیق:

سمجھانے کے لیے درمیان میں بات عرض کردوں یہ بعض لوگوں کی نادانی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ فقہاء نے جو فقہ مرتب کی ہے یہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے یہ بے سمجھی ہے۔ یہ ایسی بات ہے جس طرح سے میرے ہاتھ پر یہ گھڑی بندھی ہوئی ہے اور میں کہوں کہ یہ گھڑی زمین سے نکلی ہے۔ اب ایک آدمی کہتا ہے کہ میری تو سات پشتیں گزر گئیں کہ ہم گدھوں کے اوپر مٹی ڈھوتے ہیں اتنی زمین ہم نے کھودی کہ گڑھے ڈال دیئے کنویں بنادیئے لیکن ہمیں تو گھڑی کہیں نظر نہیں آئی ایک بھی گھڑی نہیں ملی۔ لیکن آپ سمجھدار لوگ ہیں آپ کہیں گے کہ یہ زمین سے نہیں نکلی تو اور کیا یہ آسمان سے برسی ہے۔ یہ گھڑیاں آسمان سے تو نہیں برستیں زمین سے نکلتیں ہیں تو جب زمین سے نکلتی ہیں تو اس کا ربط زمین کے ساتھ کس طرح سے ہے یہ سمجھنا ہر آدمی کے بس میں نہیں ہے کہ

زمین سے کیا چیز نکالی تھی پھر صاحب فن نے اس کے اوپر کس طرح سے محنت کی تھی پھر اس کو کس شکل میں تبدیل کیا تھا کتنی مشینوں میں سے گزر کر آئی اور کہاں سے اس کے اوپر پالش ہوئی کہاں اس کا پرزہ تیار ہوا اور کہاں اس کی فٹنگ ہوئی آپ لوگ سب جانتے ہیں۔ اس لیے جب ہم کہیں گے کہ گھڑی زمین سے نکلی ہے تو آپ کو کوئی حیرانگی نہیں ہوگی لیکن ایک مٹی ڈھونے والے آدمی کا دماغ ایسا نہیں ہے کہ وہ اس کو سمجھ سکے۔ وہ کہے گا کہ دیکھو کیسے غلط بیانی کرتے ہیں کہ ہماری تو سات پشتیں ہوگئیں یہ ہم مٹی ڈھو رہے ہیں اور ہم نے کنویں کھود دیئے گڑھے ڈال دیئے ہمیں تو وہاں سے کوئی گھڑی نکلتی ہوئی نظر نہیں آئی ایک گھڑی بھی نہیں ملی۔ یہ ایسی بات ہے فقہاء کے سارے کے سارے اقوال قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوتے ہیں لیکن کوئی قول براہ راست جلدی سے سمجھ میں آتا ہے جیسے ہم کہیں کہ گھاس زمین سے پھوٹا جلدی سے یہ بات سمجھ میں آگئی سب کی آنکھوں کے سامنے ہے اگر ہم یوں کہیں کہ یہ جو گھی کا ٹین بھرا پڑا ہے یہ بھی زمین سے نکلا ہے۔ ذرا سوچنا پڑے گا کہ بھینس نے گھاس کھایا تھا پھر اس نے دودھ دیا تھا پھر اس دودھ کو بلویا تھا اس سے مکھن نکلا تھا پھر اس کو گرم کیا تھا پھر گھی بنا تھا لیکن نکلا تو زمین سے ہے آسمان سے تو نہیں برسا۔ ایسے ہی ہر قسم کا کپڑا ہر قسم کی دوا زمین سے نکلتی ہے لیکن کیسے نکلتی ہے اس کے لیے کچھ مہارت کی ضرورت ہے کسی فن کے جاننے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح سے فقہ کے اندر فقہاء کا دماغ جو ہوتا ہے اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت رکھی ہوتی ہے وہ بعید ربط سے بھی مسئلے کو اخذ کر لیتے ہیں جو عام آدمی کی سمجھ کی بات نہیں ہوتی تو لہٰذا فقہ کا ہر مسئلہ قرآن و حدیث کا مسئلہ ہوتا ہے لیکن اس کا ربط قرآن و حدیث کے ساتھ سمجھنے کے لیے بسا اوقات غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعض سیدھے سادے ہوتے ہیں جیسے زمین سے گھاس پھوٹا یہ سیدھا سا مسئلہ ہے۔ زمین سے گھی نکلا ذرا سا سوچنا پڑے گا۔ فقہ کا ربط قرآن و حدیث کے ساتھ بسا اوقات بہت گہرا ہوتا ہے

جس کے سمجھنے کے لیے تھوڑی سی محنت کی ضرورت ہوتی ہے ہر آدمی کی نظر وہاں تک نہیں پہنچتی جہاں تک فقہاء کی نظر پہنچتی ہے۔ یہ اول درجے کے لوگ ہیں یہ اس زرعی زمین کی طرح ہیں جو پانی پینے کے بعد مختلف شکل میں اس کو واپس کرتی ہے ان کا تذکرہ کرنا اس وقت مقصود نہیں ہے۔

حفاظ کا منصب:

دوسرا گروہ وہ ہے، جس کی آپ ﷺ نے مثال بیان فرمائی کہ پتھریلی زمین ہے وہ پانی کو چوستی تو نہیں ہے لیکن پانی کو جمع کر لیتی ہے جب پانی کو جمع کر لیتی ہے تو وہ پانی جیسا برسا تھا وہ ویسے ہی واپس لوٹا دیتی ہے۔ یہ مثال ہے حافظ قرآن کی کہ ایک لڑکا یہاں آپ کے سامنے آیا اس نے الحمد سے لے کر والناس تک مکمل قرآن کریم اپنے سینے میں محفوظ کر لیا لیکن آپ اگر اس سے کہیں کہ ایک طلاق کا مسئلہ بتا دے وہ کہے گا یہ میرا کام نہیں ہے مجھے جیسے استاد نے قرآن کریم پڑھایا تھا قرآن سن لو پورا قرآن سنا دیتا ہوں۔ مسئلہ پوچھنا ہے تو جا کر اس سے پوچھو جو استنباط کرتے ہیں استدلال کرتے ہیں، جن کو فقہاء کہتے ہیں، مفسرین کہتے ہیں۔ حافظ اپنی جگہ ٹھیک ہے زبر زیر کی حفاظت کرتا ہے اور جیسے اس نے لیا تھا ویسے ہی اس نے آگے پہنچا دیا۔ اللہ کی طرف سے ایسے ہی آیا تھا اسی شکل میں اس نے اپنے سینے میں محفوظ کیا تھا اسی شکل میں آگے منتقل کر دیا کوئی اس کے اندر تصرف نہیں کیا۔

محدثین کا منصب وخدمات:

اور یہی مثال ہے محدثین کی جیسے حافظ قرآن ہے اسی طرح سے محدثین ہیں انہوں نے سرور کائنات ﷺ کے اقوال، افعال احوال ہر چیز کو محفوظ کرنے کا فرض سنبھالا ہے۔ سرور کائنات ﷺ کی کوئی بات بھی ضائع نہیں ہونے دی چاہے وہ قول کے درجے کی ہے چاہے وہ فعل کے درجے کی ہے، چاہے آپ ﷺ کی ذات سے تعلق رکھتی ہے، آپ ﷺ کے ظاہر سے تعلق رکھتی ہے، آپ ﷺ کے باطن سے تعلق رکھتی

ہے، عبادت سے ہے جس چیز سے بھی ہے کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہونے دی ذاتی حالات کی بھی اور دینی طور پر جو کچھ آپ ﷺ نے فرمایا وہ بھی ایک ایک قول کو محفوظ کر لیا تو جب ایک ایک قول کو محفوظ کر لیا اب پوری شخصیت رسول اللہ ﷺ کی اور آپ ﷺ کے احوال، آپ ﷺ کا کردار، امت کے سامنے ہے۔ اس حدیث کی برکت سے امت سرور کائنات ﷺ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے آج ایک آدمی کہتا ہے کہ میں ایسے وضوء کرنا چاہتا ہوں جیسے رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے۔ ہم کہتے ہیں آؤ ہم بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایسے وضوء کیا کرتے تھے۔ ایک آدمی کہتا ہے کہ میں تہجد پڑھنا چاہتا ہوں اس طریقے کے مطابق جیسے رسول اللہ ﷺ تہجد پڑھتے تھے ہم کہتے ہیں آیئے تشریف لایئے بتا دیتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تہجد کیسے پڑھتے تھے کتنی رکعتیں پڑھتے تھے، لمبی پڑھتے تھے، چھوٹی پڑھتے تھے۔ ایک آدمی کوئی اور چیز پوچھنا چاہتا ہے ہم سب سے کہتے ہیں آیئے تشریف لایئے ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

- کپڑے کیسے پہنتے تھے.........
- آپ ﷺ بیٹھتے کیسے تھے.........
- اٹھتے کیسے تھے، سوتے کیسے تھے.........
- سونے کے وقت کس کروٹ پر لیٹتے تھے.........
- منہ کس طرف ہوتا تھا، ٹانگیں کدھر کو ہوتی تھیں.........

ایک ایک چیز محفوظ ہے یہ محدثین کا کمال ہے کہ سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے تلوے تک ایک ایک چیز رسول اللہ ﷺ کی محدثین نے محفوظ رکھی ہے۔

- بال آپ ﷺ نے رکھے.........
- کتنے لمبے رکھے.........
- سفید بال کتنے تھے.........
- کالے بال کتنے تھے.........

- چیر نکالتے تھے،نہیں نکالتے تھے..........
- کنگھی کرتے تھے..........
- تیل لگاتے تھے، کیسے لگاتے تھے..........

آیئے ہم بتاتے ہیں اور ان کتابوں میں لکھا ہوا ہے سب کچھ حتیٰ کہ شمائل ترمذی میں روایت موجود ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کے تلوے کا ذکر بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا تلوا عام انسان کے مقابلے میں زیادہ گہرا تھا کہ جب آپ ﷺ کے پاؤں کے تلوے تک کا ذکر حدیث میں موجود ہے۔

- تسبیحات کیا پڑھتے تھے..........
- تلاوت کس طرح سے کرتے تھے..........
- بیویوں سے کیا معاملہ تھا..........
- بیٹیوں سے کیا معاملہ تھا..........
- مہمانوں سے کیا معاملہ تھا..........
- میدان جنگ میں کس طرح سے جاتے تھے..........

کیا کچھ کرتے تھے۔رسول اللہ ﷺ کا کوئی شعبہ زندگی کا ہے ایسا جو محدثین نے محفوظ نہ کیا ہو؟ یہ وہ طبقہ ہے جس کی مثال رسول اللہ ﷺ نے پتھریلی زمین سے دی کہ علم وہدایت جو آیا تھا انہوں نے ایک تالاب کی شکل میں سارا جمع کر لیا جیسے لیا ویسے دیا کوئی لفظ نہیں بدلا۔ جہاں شک پڑ گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ لفظ بولا تھا یا یہ لفظ بولا تھا اس شک کو بھی باقی رکھا ہے روایت بیان کریں گے اور بعد میں کہہ دیں گے او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ رسول اللہ ﷺ نے یہی لفظ بولے تھے یا اس جیسا کوئی لفظ بولا ہوگا او کما قال رسول اللہ ﷺ۔ تو یہ ہے وہ تالاب جیسے لیا ویسے دیا اپنی طرف سے اس میں کوئی تصرف نہیں کیا۔

ہر طبقے کو اپنے منصب پر رہنا چاہیے:

یہی وجہ ہے کہ محدثین جتنے گزرے ہیں جب کوئی مسئلہ پیش آتا ہے تو وہ فقیہ سے پوچھتے ہیں۔ جس طرح حافظ قرآن کو کوئی مسئلہ پیش آتا ہے مولوی سے پوچھتا ہے۔ قرآن یہ سارا سنادے گا اب مولوی کو چاہے قرآن یاد نہ ہو، میں حافظ نہیں ہوں لیکن اگر کوئی ضرورت پیش آجائے تو حافظ آدمی لفظ کا معنی مجھ سے پوچھے گا میں بتادونگا۔ اب کوئی یہ کہے کہ میں حافظ ہوں تو حافظ نہیں ہے تو میرے پیچھے چل جیسے میں کہوں ویسے تو کر۔ میں کہوں گا نہیں تیرے پاس قرآن کریم کے الفاظ ہیں لیکن معنی اور مفہوم یہ علماء کے پاس ہے آپ کو مجھ سے مسئلہ پوچھ کر چلنا پڑے گا۔ حافظ کو بھی مفتی سے مسئلہ پوچھ کر چلنا پڑے گا یہ نہیں کہ حافظ اس ناز میں ہو کہ مجھے سارا قرآن یاد ہے اور تجھے ایک پارہ بھی یاد نہیں ہے تو میں تیرے پیچھے کیوں چلوں تو میرے پیچھے چل ایسے ہوتا ہے کہیں؟ کہیں نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین کے جتنے گروہ ہیں ان میں سے تقریباً تقریباً قریب الی الکل کسی نہ کسی فقیہ امام کے پیچھے چلتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ مقلد تھے یا مجتہد؟:

حتیٰ کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق کتابوں میں موجود ہے طبقات شافعیہ میں ان کو شافعی شمار کیا گیا ہے کہ یہ شافعی المسلک ہیں۔

طبقات حنبلیہ والوں نے لکھا ہے کہ حنبلی المسلک ہیں لیکن ہمارے استاذ الاستاد سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ صدر دارالعلوم دیوبندان کی فیض الباری میں تقریر محفوظ ہے، ان میں کہتے ہیں کہ میرا یہ خیال ہے امام بخاری رحمہ اللہ میں اجتہادی شان تھی یہ کسی کے مقلد نہیں تھے۔ جس طرح باقی فقہاء ہیں ابو حنیفہ رحمہ اللہ مجتہد تھے، امام شافعی رحمہ اللہ مجتہد تھے، امام محمد رحمہ اللہ مجتہد تھے لیکن یہ اللہ کی طرف سے تقسیم ہے کہ ان کی فقہ مدون ہوگئی اور اوران کے نام پر امت کے مستقل گروہ بن گئے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی فقہ مرتب نہیں ہوئی جب ان کی فقہ مرتب نہیں ہوئی تو کوئی جماعت ایسی نہیں جس طرح

سے ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہم ابوحنیفہ ؒ کے مقلد ہیں کوئی جماعت ایسی نہیں جو علی الاعلان کہے کہ ہم امام بخاری ؒ کے مقلد ہیں اگر ہوتے ان کی فقہ مدون ہو جاتی تو وہ بھی پانچواں گروہ ہو جاتا کوئی بات نہیں تھی۔ کئی فقہاء جن کا ذکر کتابوں کے اندر آتا ہے لیکن ان کی فقہ مدون نہیں ہوئی آگے نہیں چلی۔ اللہ کی طرف سے یہ چار فقہیں مدون ہو گئیں جس میں ہر ہر ضرورت پوری ہے تو امت ان چاروں فقہوں کے پیچھے لگ کر اپنا عمل کرتی ہے تو ٹھیک ہے کوئی حرج کی بات نہیں ہے۔ تو محدث مسئلہ پوچھتا ہے فقیہ سے اور فقیہ جو ہے وہ روایت لے گا محدث سے محدث سے روایت لینے کے بعد وہ غور کر کے بتائے گا کہ اس کے اوپر عمل کس طرح سے کرنا ہے اور کس طرح سے نہیں کرنا یہ قابل عمل ہے یا یہ کہیں منسوخ تو نہیں ہو گئی، یہ موضوع ہے، یہ معلل ہے یہ باتیں فقیہ کرے گا۔ تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دو طبقے جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائے ان طبقوں میں سے محدثین کا طبقہ وہ ہے جنہوں نے دین کو جیسے لیا ویسے ہی آگے پہنچایا اور اس کے اندر کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا تو یہ محدثین کے گروہ جیسے حفاظ وقراء کے گروہ ہیں وہ زیر بحث نہیں ہیں کہ اس کے متعلق بات کروں۔

بخاری شریف کی حقیقت:

محدثین کے گروہوں میں سے امام بخاری ؒ نے ایک بہت بڑا ذخیرہ روایات کا اس کتاب کی شکل میں جمع کر کے امت کے سامنے رکھ دیا یہ گویا کہ پاک صاف شفاف پانی کو جمع کرنے کا ایک تالاب تھا یہ بھی پانی ہے جو امام بخاری ؒ نے صاف ستھرا کر کے جمع کیا اور خوب اچھی طرح سے محفوظ کیا۔ اب وہ پانی امت میں تقسیم ہوتا ہے کس طرح سے تقسیم ہوتا ہے جس طرح سے مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے پانی کا ذخیرہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر رکھا ہے یہ تو معلوم ہے نا آپ کو! پانی کا ذخیرہ انسانوں کی ضرورت کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر رکھا ہے وہ برف پگھلتی ہے تو یہ ستلج آ رہا ہے، یہ بیاض آ رہا ہے، یہ راوی آ رہا ہے، یہ چناب آ رہا ہے، یہ جہلم آ رہا ہے یہ پانی

کی تقسیم ہوئی۔ یہ پانی وہی ہے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر ہے یا زمین کے اندر سرایت کر کے وہ چشموں کے ذریعے سے پھوٹ رہا ہے یہاں اس کو کنویں کے ذریعے سے نکال رہے ہیں یا نلکے کے ذریعے سے حاصل کر رہے ہیں یہ پانی وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے ذخیرہ کیا ہے پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف کی شکل میں کتنا بڑا اللہ تعالیٰ کا انعام ہے کہ اس کو جما دیا نہ اس میں مچھر داخل ہو سکے، نہ مکھی داخل ہو سکے، نہ اس میں گرد و غبار داخل ہو سکے نہ کوئی تنکا داخل ہو سکے صاف ستھرا پانی محفوظ کیا ہے اور اس طرح سے مخلوق کے لیے تقسیم کیا ہے اسی طرح سے یہ حدیث شریف کے تالاب جو ہیں یہ تقسیم ہوتے ہیں امت میں اس سند متصل کے ساتھ جس کا ذکر ہم ابتداء میں کر تے ہیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کتاب کو پڑھنے والے لوگ جنہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کتاب کی روایت کرنے کی اجازت حاصل کی اسی کتاب کے مقدمے میں لکھی ہوئی ہے کہ ان کی تعداد تقریباً نوے ہزار (۹۰۰۰۰) ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے نوے ہزار (۹۰۰۰۰) طالب علموں نے اس کتاب کو سنا اور پڑھا اور اجازت لی لیکن ہر مدرسے سے ہر پڑھنے والے کا سلسلہ آگے نہیں چلا کرتا جس کو اللہ تعالیٰ اس مبارک گدی پر بٹھا دے اسی کا سلسلہ آگے چلتا ہے ورنہ لوگ آتے ہیں پڑھ کر چلے جاتے ہیں۔ یہ تو ایسے ہے جیسے پانی پیٹ بھر کر پیا اور ہضم کیا اور کچھ بھی آگے نہیں دیا۔

یہ سلسلے جو آگے چلے ہیں ان میں سے ایک سلسلہ ہے جو محمد یوسف الفربری رحمۃ اللہ علیہ سے چلا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے راوی اول ہماری سند کے یہ ہیں اور ہم تک اسی طرح سے لائن لگی ہوئی آئی آج آپ کے اس شہر میں گویا کہ اسی کا رابطہ قائم ہو رہا ہے اسی تالاب کے ساتھ جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یا دوسرے محدثین نے بنایا تھا۔ وہ لائن جو ہے وہ یوں سمجھو کہ پائپ لائن سند متصل کے ذریعے سے آپ کے شہر میں آ گئی اور وہ پانی آپ کے اس خطے کے اندر بھی تقسیم ہوا اور شاہ صاحب کی برکت سے ہوا اور اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے (آمین)

اور یہ سند متصل کا جو لفظ ہم بولتے ہیں یوں سمجھو کہ پائپ لائن متصل ہے جہاں سے وہ فیض آتا ہے یہ اس لیے محفوظ رکھی جاتی ہے تا کہ ادھر اُدھر سے پانی اس میں داخل نہ ہو جائے ورنہ آج کل تو پاکستان کے مختلف شہروں میں یہ شکایتیں ہیں کہ پینے کے پانی میں گٹر کی لائینیں ٹوٹ کر اندر آ رہی ہے اور پینے کے پانی میں گٹر کا گندا پانی شامل ہو رہا ہے اور پیٹ کی بیماریاں پھیل رہی ہیں۔ لیکن ہماری سند متصل ایسی ہے کہ جس میں کوئی دوسرا داخل نہیں ہو سکتا اس طرح سے محفوظ کر کے لایا گیا ہے۔ خالص دین انہی لفظوں کے ساتھ جیسے رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا اور اسی طرح سے جیسے اللہ تعالی نے اتارا ان پائپ لائنوں کے ذریعے سے وہ ساری دنیا میں تقسیم ہو رہا ہے تو آج آپ کے ہاں بھی اس دہانے کا منہ کھل گیا اور اس شہر کے اندر جو پانی امام بخاری رحمہ اللہ نے جمع کیا تھا آج اس کی پائپ لائن بچھا دی یہاں سے اس کی تقسیم شروع ہو گئی ہے۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے اور سند متصل ذکر کرنے کا مقصد یہی ربط قائم کرنا ہے اب چونکہ افتتاح ہو رہا ہے اس لیے میں نے آپ کے سامنے سند ذکر کی کہ میں نے یہ کتاب پڑھی تھی شوال ۱۳۷۴ھ میں قاسم العلوم کچہری روڈ ملتان پر مدرسہ ہوتا تھا مولانا عبد الخالق رحمہ اللہ دیوبند کے اساتذہ میں سے تھے پاکستان بننے کے بعد ادھر آئے تھے۔ اب کیا کریں اب تو سن بھی یاد نہیں رہتا سن ہجری اور عیسوی کا سمجھنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے تو شوال ۱۳۷۴ھ میں یہ کتاب شروع کی اور رجب ۱۳۷۵ھ میں یہ کتاب حضرت مولانا عبد الخالق صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں ختم ہوئی تو چھبیس (۲۶) سال ہو گئے پچھلی صدی کے اور انتیس (۲۹) سال ہو گئے اس صدی کے گویا کہ پچپن (۵۵) سال پہلے میں نے اس کتاب کو اپنے استاد کے سامنے پڑھنا شروع کیا تھا اور کتاب ختم ہوئی سن ۱۳۷۵ھ میں تو گویا کہ ۵۴ سال ہو گئے ۵۴ سال پہلے میں نے اس کتاب کو پڑھا اور حضرت مولانا عبد الخالق صاحب رحمہ اللہ سے ہی جامع ترمذی پڑھی ہے، مسلم شریف میں نے حضرت مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی اور سنن ابی داؤد میں نے مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ

سے پڑھی جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے، نسائی اور دیگر کتابیں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے لیکن حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے نہیں تھے بلکہ یہ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہم استاد۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ بھی حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور انہوں نے ترمذی اور بخاری پڑھی جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اور مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے تو حضرت سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ یہ شاگرد تھے حضرت مولانا محمود الحسن المعروف بہ الشیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور یہ دونوں شاگرد تھے حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مہاجر مدنی کے اور وہ حضرت شاہ محمد اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے جو بعد میں مہاجر مکہ ہوئے اور وہ اپنے نانا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ ماجد حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے تو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں ہماری سند کا آخری حصہ ہیں اور وہاں سے پھر سند چلی جاتی ہے عرب میں حضرت شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ جا کر حدیث پڑھ کر آئے تھے تو میرے سے شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ آٹھویں نمبر پر ہیں آٹھ (۸) واسطے ہوگئے اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تک چودہ (۱۴) واسطے ہیں آٹھ (۸) اور چودہ (۱۴) بائیس (۲۲) ہوگئے اور تیئسواں (۲۳) نمبر آگیا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا اور ثلاثیات بخاری جس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں تین راوی ہیں۔ ثلاثیات بخاری شریف میں بائیس (۲۲) ہیں۔ تیئس (۲۳) واسطے تھے ان میں تین اور بڑھالیں تو چھبیس (۲۶) واسطے ہوگئے۔ چھبیس (۲۶) واسطوں کے بعد آگیا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اور

میرے درمیان ثلاثیات کے اعتبار سے چھبیس (۲۶) راوی ہیں۔

ہر استاد کا نام معلوم' ہر استاد کے حالات معلوم' اور پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس علم وحی کے ذریعے سے آیا تو حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلا باب کیف کان بدؤ الوحی علی رسول اللہ ﷺ رکھا ہے تو گویا کہ آپ ﷺ کے علم کا رابطہ وحی کے ساتھ جوڑا اور وحی آئی اوحینا الیك۔ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ہم نے تیرے پر وحی بھیجی تھی۔ وحی بھیجنے والے اللہ ہیں واسطہ جبرائیل علیہ السلام کا ہے تو جبرائیل علیہ السلام کا واسطہ درمیان میں شامل کر لیجئے تو اٹھائیسواں (۲۸) واسطہ جبرائیل علیہ السلام کا ہے اور اوپر اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ یہ وہ سند متصل ہے جس کے ساتھ ہم اس دین کو منتقل کر رہے ہیں اور ایک ایک روایت میں کتنے راوی آتے ہیں وہ امام بخاری رحمہ اللہ آگے خود ذکر کرتے چلے جائیں گے۔ آج اس سند متصل کے ساتھ اس کتاب کا آغاز کیا جا رہا ہے یہ بہت ہی مبارک دن ہے علاقے کے لیے بھی، اہل مدرسہ کے لیے بھی، اساتذہ کے لیے بھی کہ جن کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق دے رہا ہے اس کو پڑھنے پڑھانے کی۔

حدیث کی برکات:

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں حدیث پڑھ کر آئے تھے اور اس کی اشاعت یہاں ہندوستان میں آ کر کی اور وہاں ان کو خواب کے ذریعے سے، الہام کے ذریعے روحانیت کے ربط کے ساتھ، کشف کے ذریعے سے سرور کائنات ﷺ سے جو خاص خاص فیض حاصل ہوئے وہ سارے کے سارے انہوں نے اپنی کتاب "فیوض الحرمین" کے اندر جمع کر دیئے ہیں اور وہ روایات کی شکل میں کتابوں کے اندر موجود ہیں یہ کتاب چھپ گئی ہے۔ فیوض الحرمین میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ میرے سامنے یہ حقیقت واضح ہوئی یہی بات بتانا چاہتا ہوں باقی باتیں بہت ہیں اس میں ہے کہ روضہ اقدس سے رسول اللہ ﷺ کے سینے مبارک سے نور کی لہریں اٹھتی ہیں اور ان کا وہاں تک اتصال ہے جہاں تک یہ حدیث پڑھی پڑھائی جا رہی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے سینے سے اٹھنے والی نور کی لہروں کا حدیث شریف کے پڑھنے پڑھانے والوں کے سینے کے ساتھ ربط ہے آپ اندازہ فرمائیں کہ اس سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہوگی کہ آج یہ طالب علم جو پڑھ رہے ہیں یا اساتذہ ان کو پڑھائیں گے ان کا کس طرح سے باطنی ربط رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کے ساتھ ہوجائے گا اور کیسے اتصال ہوجائے گا کہ خاص توجہ ہے رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے پڑھنے پڑھانے والوں کی طرف کیونکہ ہر وقت یہی شغل ہوگا قال رسول اللہ ﷺ، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، فعل رسول اللہ ﷺ، رسول اللہ ﷺ نے یہ کام کیا، رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ کام کیا گیا آپ ﷺ نے انکار نہیں فرمایا۔ صبح سے لے کر شام تک قصے ہوں گے اور ایک ایک روایت میں پتہ نہیں کتنی دفعہ ﷺ آتا ہے درود شریف کی کثرت ہوتی ہے۔ حدیث شریف پڑھنے پڑھانے کے زمانے میں درود شریف کی کثرت ہوتی ہے۔ بالکل وہ ماحول ہوجاتا ہے پڑھنے پڑھانے کے وقت میں جیسے کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھا ہو آپ ﷺ کی شخصیت تو نظر نہیں آرہی لیکن آپ ﷺ کی باتیں تو ہیں وہ ساری کی ساری، آپ ﷺ کے سارے کے سارے کام آنکھوں کے سامنے آرہے ہیں اور کانوں میں بھی آرہے ہیں۔

گویا کہ نبی خود بول رہے ہیں:

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہیں جامع ترمذی بھی پڑھائی جاتی ہے جس کا ذکر میں نے آپ کے سامنے کیا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال کو بہت کثرت سے جمع کیا کیونکہ ان کا معیار اتنا سخت نہیں جتنا معیار امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا سخت ہے۔ جب انہوں نے وہ ساری کتاب مرتب کرلی اور اول سے لے کر آخر تک رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے معاملات کو سمیٹ لیا تو اپنی کتاب کے بارے میں وہ ایک لفظ بولتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جس گھر میں میری یہ کتاب موجود ہو

فكأنما في بيته نبي يتكلم (تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۵۴۔امام ترمذی کے حالات میں)

وہ تو ایسے ہے جیسے بولتا چالتا نبی موجود ہے باتیں ساری نبی کی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ اکثر و بیشتر خلوت میں ہوتے کسی نے کہا کہ آپ خلوت میں اکیلے رہتے ہیں تو آپ کا دل نہیں اکتاتا۔ وہ کہنے لگے کیسے اکتائے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا ہوں۔ ہر وقت یہی شغل ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باتیں ہیں اور انہی کے کاموں کا تذکرہ ہے یہ تو ایسے ہے جیسے انہی کی مجلس میں بیٹھے ہیں۔ حدیث کی مجلس کوئی معمولی مجلس نہیں بہت بڑی سعادت ہے یہ پڑھنے والوں کے لیے بھی پڑھانے والوں کے لیے بھی۔

ہمارے اکابر کی بے مثال جدوجہد:

اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور اللہ ہمارے اکابر کے درجات بلند کرے کہ انہوں نے پتہ نہیں کیسی کیسی مصیبتیں اٹھا کر اس ہندوستان کے اندر اس سلسلہ کو جاری کیا ہے اور یہ درخت پھولتا پھلتا رہا اور اس کی شاخیں اتنی پھیلیں ہیں کہ زنانے مدرسے کیا، مردانے مدرسے کیا، شہر شہر میں محلے میں، ہر قریہ قریہ میں پورا کفر اکٹھا ہو کر ان کو مٹانے کے لیے، ان کو ڈھانے کے لئے، ان کو بند کرنے کے لیے اپنی پوری قوت لگائے بیٹھا ہے آپ سے مخفی نہیں ہے یہ بات آپ جانتے ہیں کہ کفر نے اکٹھے ہو کر کس طرح سے ان شریفوں کو جو سوائے نماز، روزہ، مسواک کے کوئی کام ہی نہیں کرتے ان کو دہشت گرد تک کہہ کر دنیا کو متنفر کرنے کی کوشش کی اور وہ بدمعاش جو ہر وقت سکولوں اور کالجوں کے اندر لڑتے ہیں استادوں کو بھی پیٹتے ہیں اور آپس میں بھی ایک دوسرے کو مارتے ہیں روز خبریں آپ کے سامنے ہیں وہ سب شریفوں کا طبقہ ہے اور دہشت گرد یہ ہیں جو ہر وقت اللہ کے سامنے سجدہ ریز ہیں اس طرح سے دھوکے کا زمانہ آ گیا کہ اس طرح سے جھوٹ بولتے ہیں اور اصل بات یہ ہے کہ ان کو دبانے مٹانے کے لیے تا کہ یہ دین باقی نہ رہے تو یہ کوششیں ہیں لیکن چودہ سو سال میں کفر جس طرح

کامیاب نہیں ہوا اسی طرح سے انشاء اللہ العزیز اب بھی کامیاب نہیں ہوگا۔ اتنی مصیبتوں اور اتنی پریشانیوں کے باوجود کوئی دن خالی نہیں جاتا جس میں کسی نہ کسی مدرسے کا افتتاح نہ ہوتا ہو اور طلباء کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ داخلے نہیں ملتے۔ مبارک باد کے مستحق ہیں آپ سب حضرات بلکہ سارا شہر، پورا علاقہ، بچیوں کو بھی مبارک باد دیتا ہوں اور ان کے وارثوں کو بھی اس طرح سے جن بچوں نے قرآن کریم حفظ کیا ہے ان کے لیے بہت بڑی سعادت ہے اور ان کے والدین کے لیے بھی بہت بڑی سعادت ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو حدیث کی برکات نصیب فرمائے (آمین)

آج بخاری شریف کا افتتاح ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ عافیت کے ساتھ اس کو اختتام تک پہنچائے۔ پچھلے سال میں مشورہ دے کر گیا تھا شاہ صاحب کو کہ آپ دورہ حدیث شروع کریں تو انشاء اللہ العزیز پہلا سبق پڑھاؤں گا اسی حوالے کے ساتھ انہوں نے مجھے پکڑا کہ ہم دورہ حدیث شریف شروع کر رہے ہیں آپ آئیں میں نے کہا جی بالکل میں سر کے بل چل کر آؤں گا میں نے وعدہ کیا تھا۔ جیسے آج افتتاح ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ زندگی میں عافیت رکھے صحت رکھے اور اللہ نے توفیق دی تو انشاء اللہ العزیز اختتام کی مجلس بھی ایسے ہی ہوگی اللہ قبول فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد اللہ رب العٰلمین

❀❀❀
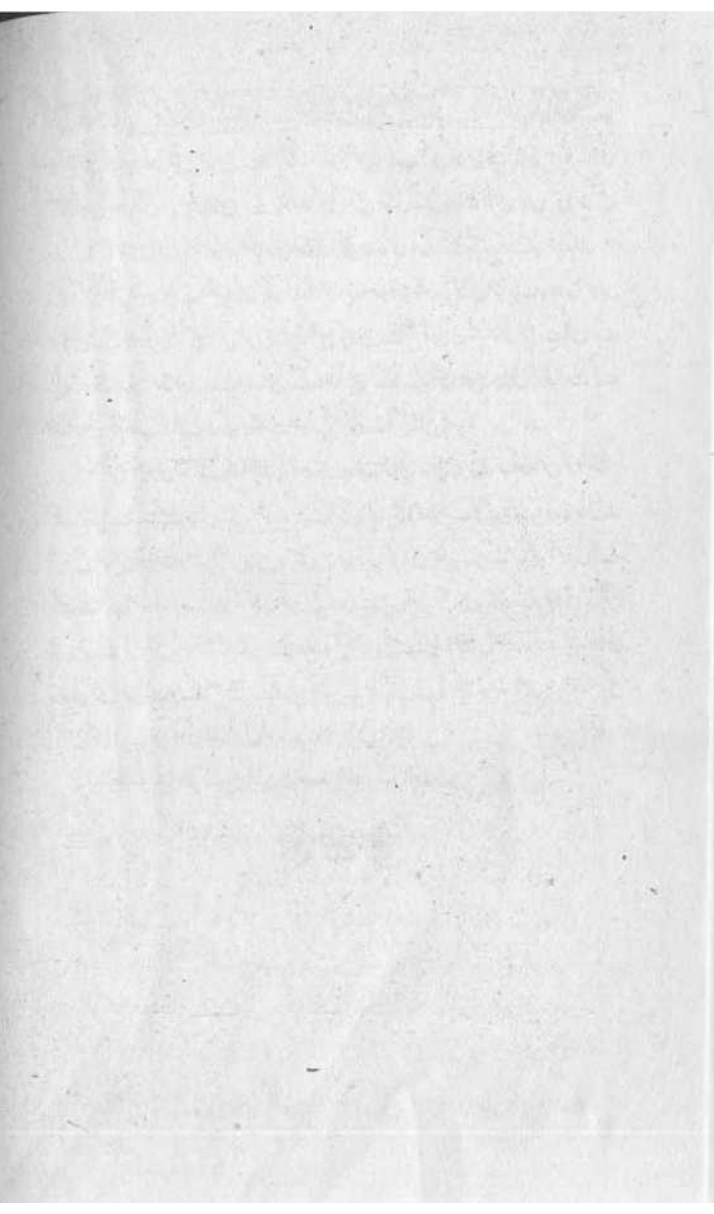
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت

بمقام: جامعہ سراج العلوم لودھراں

بموقع: تقریری مقابلہ

تاریخ: صفر ۱۴۳۰ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِـہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ.

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم.

لَایَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ. اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا. وَکُلًّا وَّعَدَاللّٰہُ الْحُسْنٰی. وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ.

(سورہ حدید. آیت ۱۰)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ واٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ.

تمہید:

آپ کے اجتماع میں اللہ نے شرکت کی توفیق دی یہ میرے لیے سعادت ہے۔ میں اس وقت دو چار باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں آپ توجہ فرمائیں۔

یہ سلسلہ جو آپ حضرات نے شروع کیا ہے الحمد للہ بہت مفید ہے نوجوان مقابلے میں آکر مطالعہ کرتے ہیں معلومات مہیا کرتے ہیں پھر ان کی ادائیگی تحریراً و تقریراً مقابلے میں آکر زیادہ اچھے انداز میں ہوتی ہے اس طرح سے مختلف موضوعات پر نوجوانوں کا ذہن کھلتا بھی ہے اور آئندہ کام کرنے کے لیے تیار بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس جدوجہد کو قبول فرمائے اور مزید ترقی نصیب فرمائے۔ (آمین)

اس اجتماع میں جو عنوان متعین کیا گیا ہے وہ ہے "حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شخصیت" اس پر بحث کرتے ہوئے مختصر الفاظ میں کہتا ہوں دو باتوں کو آپ پیش نظر رکھیں کیوں کہ یہ شخصیت ان شخصیات میں سے ہے کہ جن کے بارے میں لوگوں میں افراط وتفریط پایا جاتا ہے اور جہاں افراط وتفریط ہو وہاں نقطہ اعتدال کو ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے اور اپنے اکابر کی یہی شان ہے۔

علی! تیرے اندر عیسیٰ کی مثال موجود ہے:

مشکوٰۃ شریف میں مناقب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی منقبت میں ایک روایت ہے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی اس کے راوی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی تیرے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال موجود ہے یعنی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دو قسم کے گروہ گمراہ ہوئے یہ اسی روایت میں ہے (مشکوٰۃ ص ۵۶۵) عیسائیوں نے تعریف کے انداز میں افراط کیا ہے اور درجے

سے بڑھایا اور ان کی طرف ایسی صفات کی نسبت کی جس سے ان کو الوہیت کی طرف لے گئے بندگی سے نکال لیا یہ افراط ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں عیسائیوں نے اختیار کیا قرآن کریم نے ان کا عقیدہ نقل کیا ہے ثالث ثلثۃ ہو یا ان اللہ ھو المسیح بن مریم ہو یہ بندوں کی حدوں کی حدود سے نکال کر حضرت عیسٰی علیہ السلام کو الوہیت کی حدود میں لے گئے۔ یہ تعریف میں افراط ہے۔ اور دوسرا گروہ گمراہ ہوا یہود کا جنہوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں انتہائی تفریط سے کام لیا۔ کوتاہی کی حتیٰ کہ ان کی پاک دامن اماں حضرت مریم علیہا السلام پر بھی تہمت لگائی نعوذ باللہ انکو بھی غلط کردار کی حامل قرار دیا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کو غلط عمل کا نتیجہ قرار دیا انہوں نے اتنی کوتاہی کی۔ تو دو گروہ گمراہ ہو گئے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وجہ سے محبّ مفرط اور عدو مفرط۔ ایک کوتاہی کے انداز میں گمراہ ہوا اور ایک تعریف کے انداز میں گمراہ ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مثال موجود ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا دو گروہ میرے بارے میں ہلاک ہونگے۔ ایک وہی محبّ مفرط کہ بعضے لوگ تو میری تعریف اس انداز میں کریں گے کہ جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اور بندوں کی حدود سے نکال کر الوہیت کی طرف لے گئے یہ بھی ویسے ہی گمراہ ہونگے جیسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تعریف کرنے والے گمراہ ہوئے۔ اور ایک گروہ میرے بارے میں تفریط کا شکار ہوگا وہ میرے بارے اس قسم کی باتیں کریں گے ایسے بہتان لگائیں گے میرے اوپر جو میرے اندر موجود نہیں تو جیسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں دو گروہ گمراہ ہوئے میرے بارے میں بھی دو گروہ گمراہ ہونگے۔ ایک میری تعریف کرنے والے میرے محبّ جو حد سے مجھے آگے بڑھائیں گے اور ایک میرے دشمن جو میری طرف ایسی باتیں منسوب کریں گے جو میرے اندر موجود نہیں ہیں اور وہ خوانخواہ میرے اوپر تہمت اور بہتان باندھیں گے۔ ان دو گروہوں کی نشان دہی خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کی کہ میری وجہ سے یہ دو گروہ گمراہ ہونگے۔ آپ جانتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں صحیح

عقیدہ کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عظمت وکردار اہل سنت کی نظر میں:

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہمارے اکابر کا عقیدہ کیا ہے السابقون الاولون میں شامل ہیں من المھاجرین والانصار قرآن کریم نے جنہیں کہا اور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پائی نو سال کی عمر تھی جب ایمان لائے اور بچوں میں سے سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

- بڑوں میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔
- عورتوں میں سے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سب سے پہلے ایمان لانے والی ہیں۔
- چھوٹی عمر کے ایمان لانے والوں میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں پوری زندگی ساتھ رہے، ۲۳ سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت رہی۔ مکہ میں جو مظالم باقی مومنوں نے برداشت کئے انہوں نے بھی برداشت کئے مدینہ منورہ میں آنے کے بعد ہر غزوہ میں شریک رہے کسی غزوے میں پیچھے نہیں رہے غزوات جتنے بھی ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان میں شریک رہے جو ہمارے اکابر کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ افضل الامت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد دوسرا نمبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ تیسرا نمبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور چوتھے نمبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ حضرت ابوبکر صدیق خلیفہ راشد مہدی' اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ راشد مہدی' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد مہدی' حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ راشد مہدی' خلفاء راشدین ان چاروں کے مجموعے کا نام ہے اور یہ خلافت راشدہ جو سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا ضمیمہ سمجھی جاتی ہے اس کے گویا کہ یہ آخری خلیفہ ہیں اپنے اکابر کا حضرت

علی رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ عقیدہ ہے۔

علی کو رب ماننے والے آگ میں جلے:

باقی ان کے متعلق دوسرا فریق پیدا ان کی زندگی میں ہی ہو گیا تھا۔ آپ میں سے جس نے مشکوٰۃ پڑھی ہے اس نے پڑھا ہو گا باب قتل المرتدین (ص ۳۰۷) میں مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک گروہ کو پکڑ کر زندہ جلا دیا تھا اور وہ گروہ کون تھا جلکو زندہ جلایا تھا اس حاشیہ میں ساری شرح لکھی ہے مشکوٰۃ شریف میں کہ وہ یہ تھے جو کہتے تھے کہ یہ علی رب ہے اور اس کو ربوبیت والی شان حاصل ہے گویا کہ ان کو بندوں کی صفت سے نکال کر عیسائیوں کی طرح جیسے عیسائی اپنے پیغمبر کو حدود الوہیت میں لے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے والے بھی ان کو حدود الوہیت میں لے گئے۔

رب قرار دیا اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے انکو پکڑوایا اور پھر انکو زندہ جلا دیا۔ مشکوٰۃ کے متن میں ہے کہ جب ابن عباس رضی اللہ عنہما کو معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکو زندہ جلا دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر میں موجود ہوتا تو میں ان کو زندہ نہ جلانے دیتا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لاینبغی ان یعذب بالنار الارب النار (مشکوٰۃ ۳۰۷، ابو داؤد ۲/۲،۷/۳۵۸)

ہاں البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنا دین بدلے اسے قتل کر دو تو میں ان کو قتل کروا دیتا زندہ جلانے سے روکتا۔ (یہ حدیث بخاری ۲/۱۰۲۳ پر بھی ہے) اس روایت سے معلوم ہو گیا کہ ان کے متعلق ایسے عقائد کی ابتداء ان کی زندگی میں ہو گئی تھی۔ لوگوں نے اس قسم کے پروپیگنڈے کرنے شروع کر دیئے تھے جلکو سزا خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے دی ہے تو ساتھ لطیفہ بھی لکھا تاریخ میں بھی ہے کہ جو بچ بچا گئے تھے اِدھر اُدھر بھاگ کر وہ کہنے لگے یہ تو ایک اور دلیل مل گئی کہ علی رب ہیں علی رضی اللہ عنہ کے رب ہونے کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آگ کے ساتھ عذاب دینا رب النار کا کام ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو آگ کے ساتھ عذاب دیا ہے تو معلوم ہو گیا کہ علی رب النار ہے

انہوں نے الٹا اس کو اپنے فہم کے ساتھ اس طرح سے کرلیا۔

بہر حال یہ افراط والوں کی بات تھی اور تفریط کرنے والوں نے جو کچھ کیا ہے یہ بات تو ہمارے ملک کے اندر بھی بہت پھوٹی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ان پر تنقید وہ ایک مستقل باب ہے۔ شاید ہمارے یہ طلبہ جو کہ الحمد للہ حق علماء کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں وہ اس پہلو کو اپنے بیانات کے اندر نمایاں کریں گے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت:

اور تفریط کرنے والے جو لوگ ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں اختلاف جو ہوا اس کا زیادہ تر حصہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہے اور یا جو خارجی لوگ پیدا ہوئے تھے ان کے ساتھ جھگڑا دونوں فریقوں کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لڑائیاں ہوئی ہیں اور دونوں کا حقیقت پسندانہ جائزہ لینا آپ نوجوانوں کا کام ہے جہاں تک حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہمارا اور ہمارے اکابر کا نظریہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب وحی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سب مؤمنین کے ماموں لگے بہت اعلیٰ درجے کے صحابی ہیں سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعاء کی کہ یا اللہ ان کو ہادی اور مہدی بنا۔ (مشکوۃ ۲/۵۷۹۔ ترمذی ۲/۲۲۴)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک دفعہ کہا کہ معاویہ جب تو حاکم بن جائے عدل کرنا، مجھے اس وقت خیال آیا کہ شاید اللہ کی طرف سے میرے لیے کوئی موقع ایسا آنے والا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہوئی اور ان کو اقتدار ملا۔ کیسے ملا؟ تاریخی قصہ ہے اور لمبا ہے۔

ساری دنیا کے ابدال حضرت وحشی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے

لیکن جب تقابل کریں گے آپ تقابل میں بہت احتیاط کرنے کی ضرورت ہے ایک ایسا صحابی جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک مجلس میں ایک نظر دیکھا ہو جس

کی مثال حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ ہیں جو قاتل حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل۔ فتح مکہ کے موقعہ پر اس کا خون حلال کر دیا گیا تھا کہ کہیں بھی ہو اس کو پناہ نہیں جہاں ملے اس کو قتل کر دو وہ بھاگ گیا تھا بھاگنے کے بعد وہ کسی قوم کی طرف سے قاصد بن کر آیا اس کو معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قاصدوں کو قتل نہیں کرتے جب وہ سامنے آیا اور اس نے ایمان کا اظہار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تھا کہ تو وہی ہے جس نے میرے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تو انہوں نے جواب دیا تھا جی جیسے آپ نے سنا۔ یعنی جیسے آپ نے سنا ویسے ہی بات ہے میں ہی قاتل ہوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ایمان تو قبول فرمالیا لیکن ساتھ کہا کہ ہو سکے تو تو میرے سامنے نہ آیا کر اپنے چہرے کو مجھ سے چھپا کر رکھ بات وہی کہ جب تو سامنے آتا ہے تو چچا یاد آتا ہے اس کے اوپر جو ظلم ہوا تھا وہ سارے کا سارا یاد آتا ہے پھر وحشی رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سامنے نہیں آئے۔

اتنا سا ہوا ہے کہ سامنے آئے ہیں ایمان لائے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو میرے سامنے نہ آیا کر یہ صحابی صحابہ کی جماعت میں سے ایک ایسا ہے جس کے بارے میں صراحت ہے کہ ان کو بہت تھوڑا وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ملا ہے بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور ایمان لائے ہیں اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے مطابق پوری دنیا کے اولیاء اللہ غوث، قطب، ابدال اکھٹے کرلو وحشی رضی اللہ عنہ کے درجے کو نہیں پہنچ سکتے۔ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا درجہ سب سے اوپر ہے صحابی کی نسبت کا مقابلہ کسی دوسرے کے ساتھ کیا ہی نہیں جاسکتا تو جس نے تیئیس سال ساتھ گزارے ہیں اور دن رات ساتھ گزارے ہیں، بھائیوں کی طرح ہیں داماد ہیں بیٹوں کی جگہ ہیں تو آپ جانتے ہیں کہ ان کی شان کتنی اونچی ہوگی اس لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تقابل کرتے وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان کتنی اونچی ہوگی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، غزوات میں شریک ہوئے سارے کے سارے کام ہوئے وہ تو بہت بڑے صحابہ

میں شامل ہیں اس لیے اس تقابل میں اس بات میں احتیاط کرنی ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بھی کوئی بھی کسی قسم کا ایسا لفظ نہ نکلے جس کے ساتھ کوئی یہ کہہ سکے کہ ان کے دل میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی عزت نہیں ہے ان کے اختلافات بڑوں کے اختلاف ہیں ہمیں دونوں کا احترام کرنا ہے اور کسی کے متعلق آپ نے زبان سے کوئی ایسی بات نہیں کرنی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے افضل اور اولیٰ بالحق ہیں:

لیکن اس اختلاف میں ہمارا اور ہمارے اکابر کا قول صاف طور پر کتابوں میں مذکور ہے کہ ہم اس اجتہادی اختلاف میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اولیٰ بالحق سمجھتے ہیں اور فضیلت کے اعتبار سے بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برتری کے ہی قائل ہیں جیسے میں نے کہا ہم ساری امت میں سے ان چار کو فضیلت دیتے ہیں اور ان کے مقابلے میں کوئی دوسرا صحابی نہیں ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ باقی سب صحابہ کے مقابلہ میں افضل ہیں۔ پہلے تین جو ہیں جیسے خلافت کی ترتیب ہے ویسے ہی ان کی فضیلت کی ترتیب ہے اور اس ترتیب کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی سورۃ حدید میں یہ الفاظ ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل فتح سے فتح مکہ مراد ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک وہ ہیں جو فتح مکہ سے پہلے ایمان لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر مشرکوں سے لڑے بھی یہ ہیں من قبل الفتح.

ایک وہ ہیں جو بعد الفتح مکہ کے فتح ہونے کے بعد جب مکہ فتح ہو گیا تو لاھجرۃ بعد الفتح اعلان ہو گیا اس کے بعد مکہ سے مسلمان ہو کر مدینہ میں جانے والے کو مہاجر نہیں کہتے ہجرت کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ بعد الفتح اور قبل الفتح دو جماعتیں بن گئیں۔ قرآن کہتا ہے لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل. جس نے

فتح مکہ سے پہلے اللہ کے راستے میں خرچ کیا اور جو اللہ کے راستے میں فتح سے پہلے لڑا وہ اور جو من بعد الفتح خرچ کرنے اور لڑنے والے ہیں دونوں برابر نہیں۔ اولئك اعظم درجة من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا. فتح مکہ سے پہلے ایمان لانے والے، اللہ کے راستے میں لڑنے والے، اللہ کے راستے میں خرچ کرنے والے، اعظم درجۃً وہ درجے کے اعتبار سے اعظم ہیں من الذين انفقوا من بعد وقاتلوا ان کے مقابلے میں جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اور پھر انہوں نے اللہ کے راستے میں جہاد بھی کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ من قبل الفتح کی فہرست میں سرفہرست ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا فتح مکہ کے موقع پر ایمان ظاہر ہوا اور بعد میں وہ جہاد میں بھی شریک ہوئے سارے کام کیے۔

لیکن من بعد الفتح میں شامل ہیں من قبل الفتح میں شامل نہیں ہیں تو قرآن کریم کے یہ الفاظ ہمیں صراحت سے بتاتے ہیں کہ قبل الفتح جو ایمان لائے تھے قتال میں آئے وہ سارے کے سارے مکہ کے مہاجرین اور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ جانے کے بعد مدینہ منورہ کے انصار مکہ کے فتح ہونے سے پہلے پہلے

- جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے..........
- غزوہ احد میں شریک ہوئے..........
- غزوہ خندق میں شریک ہوئے..........
- حتی کہ غزوہ خیبر میں شریک ہوئے..........

یہ سارے کے سارے چاہے وہ انصار ہیں چاہے وہ مہاجر ہیں وہ ان کے مقابلے میں افضل ہیں جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے اور انہوں نے اللہ کے راستے میں خرچ بھی کیا اور اللہ کے راستے میں لڑے بھی۔ اس لفظ کو ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیئے جب بھی کوئی اس قسم کی تفصیل کی بات آئے تو من قبل الفتح و بعد الفتح کا فرق کرنا یہ بات قرآن کریم کی آیت صراحت کے ساتھ بتاتی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ و معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں راہ اعتدال:

باقی یہ ہے کہ عقیدہ رکھنا ہے قرآن و حدیث کے مطابق تاریخ سے وہ بات لینی ہے جو قرآن و حدیث کے ساتھ مطابقت رکھے اور ایسی بات آپ نے تاریخ سے نہیں لینی جو قرآن و حدیث سے مخالفت کرنے والی ہو۔ تاریخ کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لیے تاریخ پڑھ پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تنقید کرنا یا ان کو بعد والوں کے مقابلے میں گھٹیا ثابت کرنے کی کوشش کرنا یا اجتہادی خطا کار قرار دینا قرآن کریم کے یہ الفاظ اس بات سے منع کرتے ہیں بس ان دو باتوں کو یاد رکھنا ہے نہ تو ایسا افراط ہو جیسے کہ میں نے پہلے حدیث کی روشنی میں عرض کیا اور نہ ایسی تفریط ہو جس طرح سے یہ ناصبی قسم کے لوگ اور خارجی قسم کے لوگ اس زمانے میں تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف ہوئے، حدیث شریف کے اندر بہت ساری روایتیں ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ایسا ٹولہ ہوگا جو اختلاف امت کے وقت میں دونوں کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیگا وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بھی خلاف اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی خلاف ہوگا ان لوگوں کے ساتھ جو لڑے گا عملاً وہ اولی بالحق ہوگا صراحت ہے یہ حدیث میں اور یہ بالاتفاق بات ہے کہ یہ ٹولہ جس کو ہم خارجی کہتے ہیں ان کے ساتھ لڑنے کی نوبت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آئی ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ لڑنے کی نوبت نہیں آئی لہذا حدیث میں یہ الفاظ ہیں جو اپنی زبان سے کہہ رہا ہوں کہ اولی بالحق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اس تقابل میں اولی بالحق حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں یہ حدیث کے الفاظ ہیں کیونکہ تواتر کے ساتھ یہ بات ثابت ہے کہ اگر ان کے ساتھ لڑائی ہوئی ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہوئی ہے۔

راہ اعتدال سے ہٹے ہوئے لوگ:

بہر حال میں ان نوجوانوں کی خدمت میں اپنے الفاظ کے ساتھ یہی بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس میں افراط و تفریط کا شکار نہ ہونا۔ یہ عباسی مردود جو کراچی میں ہوا اس نے کتاب لکھی ”خلافت معاویہ اور یزید“ یا اس کے بعد ایک اور کتاب لکھی ”تحقیق

مزید'' یا عظیم الدین کی کتابیں اس قسم کی جتنی بھی ہیں وہ غلط ذہن کی راہنمائی کرتی ہیں جو اس اختلاف کے اندر حضرت علیؓ کو مرجوح اور دوسری پارٹی کو راجح قرار دیتے ہیں یہ ہمارا مسلک نہیں ہم اس سارے اختلاف کے اندر حضرت علیؓ کو افضل قرار دیتے ہیں حضرت علیؓ خلیفہ راشد ہیں، مہدی ہیں، اور سرور کائنات ﷺ کے بھائی ہیں، آپ ﷺ کے داماد ہیں، بیٹوں کو جگہ ہیں بہت فضیلتیں ان کو حاصل ہیں اس لیے آپ نے یہ بحث کرتے ہوئے ان دو نقطوں کو لازماً سامنے رکھنا ہے کہ نہ تو تعریف ایسی کرنی ہے جو حدود سے متجاوز ہو اور نہ کوئی ایسا لفظ استعمال کرنا ہے جس سے حضرت علیؓ کی شان میں کوئی تنقیص لازم آتی ہو لیکن ساتھ ساتھ حضرت معاویہؓ کے ادب کو بھی ملحوظ رکھنا ہے کہ اگر اختلاف میں کوئی ایسی بات ہے جو اجتہادی ہے اور حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب مجتہد اجتہاد کے مطابق کوئی کام کرتا ہے یا بات کرتا ہے اگر [illegible] تو دوہرا ثواب لیتا ہے درستگی کو نہ بھی پہنچے تو اس کو ایک ثواب ملتا ہے مجتہد گناہگار نہیں ہوا کرتا۔ اس لیے حضرت معاویہؓ کی شان کو بھی ملحوظ رکھنا ہے اور کوئی ایسا لفظ جس سے ان کی بے ادبی کا اشارہ بھی نکلتا ہو آپ سمجھیں کہ ایمان کو نقصان پہنچانے والی بات ہے۔ ان باتوں کی رعایت رکھتے ہوئے قرآن و حدیث سے ہی عقیدہ اخذ کرنا ہے۔ تاریخ سے وہ بات لینی ہے جو قرآن و حدیث کے مطابق چلے۔ ہمارا عقیدہ مسلسل اور متواتر چلا آرہا ہے اہل حق کا اس بات کو آپ نے ملحوظ رکھنا ہے۔

حضرت علیؓ کی شان بیان کریں اسطرح سے کہ اس میں نہ افراط ہو نہ تفریط ہو اور اس کے ساتھ ان اختلافات کو بیان کرتے ہوئے باقی صحابہ ؓ کا تذکرہ بھی ادب کے ساتھ کریں احترام کے ساتھ کریں اگر آپ مثال اس کی سمجھنا چاہیں تو یوں ہے کہ گھر میں رہتے ہوئے آپ کا باپ بھی ہے آپ کی ماں بھی ہے اگر ماں اور باپ گھر کے کسی مسئلہ میں آپس میں اختلاف کرلیں آپس میں چاہے وہ اس کو سخت

بولے وہ اس کو سخت بولے بچے کا کام نہیں ہے کہ ماں کی حمایت میں باپ کو بے عزت کرے باپ کی حمایت میں ماں کو بے عزت کرے اس کے لیے ضروری ہے کہ دونوں کا ادب کرے بس اسی طرح سے ہم نے احترام دونوں کا کرنا ہے لیکن جب ترجیح کی بات آئے گی ہم کہیں گے کہ اس میں ترجیح حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ہے ہم ان کو راجح قرار دیتے ہیں۔

میرا مسلک یہی ہے، میرے اکابر کا مسلک یہی ہے، کتابوں کے اندر صراحت اسی بات کی ہے، اس لیے پاکستان میں یہ تحریک جو عباسی نے اٹھائی تھی ہم اس کو ناصبی تحریک سمجھتے ہیں اہل بیت کی وہ تنقیص کرتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تنقیص کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں دوسرے فریق کی تعریف ضرورت سے زیادہ کرتے ہیں ہم اس مسلک کے نہیں۔

اس لیے دونوں نقطوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ نے ساری کی ساری بات کرنی ہے افراط وتفریط نہ ہونے پائے دونوں کے اندر اپنے ایمان کا خطرہ ہے اللہ تعالی ہم سب کو راہ اعتدال اختیار کرنے کی توفیق دے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ......

علامت ایمان

بمقام: العصر تعلیمی مرکز پیر محل

تاریخ: یکم اپریل ۲۰۰۹ء

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ. اَمَّا بَعْدُ

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ (مشکوٰۃ /ص/۱۶)

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْم. وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ لَمِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَالشَّاكِرِيْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

تمہید:

حدیث شریف میں (مشکوٰۃ شریف) میں کتاب الایمان میں ایک روایت ہے'ایک شخص نے سرورکائنات ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ!ما الایمان قال اذا سرتك حسنتك وسائتك سيئتك فا نت مومن او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام(مشکوٰۃ /ص/۱۶) سوال جو ہے اس کا معنی یہ ہے یارسول اللہ ایمان کیا ہے۔

عقیدۂ توحید:

اب ایمان آپ جانتے ہیں کہ سرورکائنات ﷺ پر اعتماد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو ماننا'اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو ماننا'توحید ہے رسالت ہے'معاد ہے یعنی یہ ماننا کہ اللہ تعالیٰ واحد لاشریک ہے اس کی صفات میں کوئی شریک نہیں'اس کی ذات میں کوئی شریک نہیں ساری کائنات کا خالق وہی ہے'مالک وہی ہے'ساری کائنات کا بادشاہ وہی ہے ساری کائنات کا مدبر وہی ہے'توحید کا عقیدہ اسے کہتے ہیں۔اور اسی طریقے سے رسالت کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو وحی کے ذریعے سے انسانوں تک پہنچایا۔اور ہر انسان اس کے قابل نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مخاطب ہو۔آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے چند انسانوں کو منتخب کیا جو اعلیٰ صفات کے حامل تھے۔ان تک اپنا پیغام پہنچایا۔جس کو ہم وحی کہتے ہیں'وہ رسول ہیں'اللہ تعالیٰ کے نمائندہ ہیں۔

عقیدۂ ختم نبوت:

تو یہ ماننا کہ انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ بنایا ہے جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا اور چلتے چلتے سرورکائنات ﷺ پر یہ سلسلہ پورا ہوگیا۔آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا۔یہ بالکل ضروریات دین میں سے ہے جس کا انکار کرنے والا بالاتفاق امت سے خارج

ہے۔اس لیے جس نے بھی نبی کریم ﷺ کے بعد یہ دعویٰ کرنے کی کوشش کی کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو امت نے اسے ہمیشہ کذاب، دجال اور جھوٹا قرار دیا۔اور جہاں تک بس چلا اس کو قتل کیا حکومتوں نے قتل کیا اور اس کے خلاف جہاد کیا۔

یہ بات کبھی نہیں ہو سکتی کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی ماں ایسا بچہ جنے کہ جس کو اللہ کی طرف سے نبوت ملے۔

عقیدۂ نزول عیسیٰ علیہ السلام:

نیا نبی اس لیے لفظ بولتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تشریف لانا ہے۔یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے اور یہ بھی ہمارے ایمان کے لیے ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمانوں پر اٹھایا اور قیامت کے قریب دجال کے مقابلے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریں گے، دجال سے مقابلہ کریں گے، دجال کو قتل کریں گے اور پھر اس امت کی امامت کریں گے۔کئی سال تک وہ حکومت سنبھالیں گے۔ہوں گے وہ نبی لیکن شریعت رسول اللہ ﷺ کی ہوگی اپنی شریعت وہ نافذ نہیں کریں گے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسمانی زندگی کے ساتھ آسمان پر اٹھایا جانا اور پھر ایک وقت میں عیسیٰ علیہ السلام کا اس دنیا میں واپس آنا واپس آنے کے بعد دجال کا مقابلہ کرنا اور پھر یہیں آ کے ان کا شادی کرنا، ان کی اولاد کا ہونا اور پھر وفات پانا اور سرور کائنات ﷺ کے روضۂ اقدس میں آپ کی قبر کا بننا یہ حدیث شریف میں صراحتاً باتیں آئی ہوئی ہیں اور یہ بھی ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔اس میں سے کسی بات کا انکار کرنا کفر کی طرف لے جاتا ہے۔انسان کو ایمان سے خارج کر دیتا ہے۔تو وہ آئیں گے نبی ہوں گے یہ نہیں کہ ان کو نبوت سے معزول کر دیا ہوگا۔

اگر تم موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کرتے تو گمراہ ہو جاتے:

لیکن قانون جو ان کے ہاتھ میں ہوگا وہ محمد ﷺ کا ہوگا اپنی شریعت نافذ نہیں کریں گے یہ پکی بات ہے جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کو تورات کے چند اوراق کہیں سے مل گئے۔تورات اللہ کی کتاب ہے۔وہ لے آئے لاکے رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ تورات ہے اس کو پڑھنا شروع کر دیا تو سرورکائنات ﷺ کا رنگ متغیر ہونے لگا۔جس طرح کوئی ناراضگی ہوتی ہے۔کیونکہ ابھی تک اپنا دین مکمل ہوا نہیں تھا۔اگر ایسی حالت میں ہی اہل کتاب کی کتابیں پڑھنی شروع کر دیں تو مغالطہ لگنے کا اندیشہ تھا۔کیونکہ بہت ساری باتیں اللہ تعالیٰ نے منسوخ کر دیں تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی تو توبہ کی (مشکوۃ ۳۲) اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ تورات تو محرف ہے اس میں تو بہت ساری باتیں انہوں نے اپنی طرف سے داخل کر دیں لو کان موسیٰ حیاً ما وسعه الّا اتباعی۔ (مشکوۃ/ص ۳۰)

اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے بغیر چارہ نہیں تھا۔وہ بھی اپنی شریعت پر نہ چلتے بلکہ میری شریعت پر چلتے کیونکہ جو شریعت آپ ﷺ لائے ہیں یہ آخری شریعت ہے۔اس کے بعد کوئی شریعت نہیں' کتاب جو آپ ﷺ لائے ہیں یہ بھی آخری کتاب ہے۔اس کے بعد کوئی دوسری کتاب نہیں۔نبیوں کا دور ختم ہو گیا اب اگر اطاعت ہے تو صرف رسول اللہ ﷺ کی ہے۔بلکہ ایک روایت میں لفظ یہ آتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئیں اور تم مجھے چھوڑ کر موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے لگ جاؤ تو تم بھی گمراہ ہو جاؤ گے۔ (مشکوۃ ۳۲)

بدعات ورسومات کی قطعاً گنجائش نہیں:

بات سمجھنے کی ہے موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر ہیں' صاحب کتاب' کلیم اللہ جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے براہ راست کلام کی ہے اگر وہ آ جائیں اور ہم لوگ ان کے پیچھے لگ جائیں تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تم گمراہ ہو جاؤ گے تو کیا اس کے بعد کوئی گنجائش ہے کہ شریعت کے احکام آنے کے بعد انسان جو ہے وہ کسی دوسرے کے طریقے کے اوپر چلے رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو چھوڑ کر جاہلوں کی بنائی ہوئی رسمیں

'اور جاہلوں نے مختلف قسم کے طریقے ایجاد کر لیے جن کو ہم بدعات کہتے ہیں تو کیا ان طریقوں کے اوپر چلنا ہدایت کا باعث ہو گا رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو چھوڑ کر' وہ تو بہت ہی بڑی گمراہی ہے اس لیے ہم کہا کرتے ہیں۔ اگر نجات چاہتے ہو تو رسول اللہ ﷺ کی سنت پر چلو اور ان کے طریقے پر چلو' ورنہ کتنا ہی اچھے سے اچھا طریقہ کیوں نہ ہو اگر اس کو لے لو گے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو چھوڑ دو گے تو وہ گمراہی ہے وہ ہدایت نہیں۔

بدعت کو سمجھنے کے لیے بہترین مثال:

سمجھانے کے لیے میں ایک مثال دیا کرتا ہوں سادے الفاظ میں کہ ہمارے ہاں ایک تو نوٹ ہے جو سرکاری طور پر جاری شدہ ہے اس کے اوپر حکومت کے دستخط ہوتے ہیں اور مہر ہوتی ہے وہ اصلی نوٹ ہے۔ وہ اگر نیا ہے تو بھی اس کی قیمت ہے اگر وہ کچھ میلا ہو جائے تو بھی اس کی قیمت ہے حتیٰ کہ اگر وہ کچھ پھٹ بھی جائے تو بھی اس کی قیمت ہے وہ منظور شدہ نوٹ ہے اور ایک آدمی اٹھتا ہے اور اس کاغذ سے بہتر کاغذ لے لے جو کاغذ ہمارے اس نوٹ میں لگا ہوا ہے اس سے بہترین کاغذ لے لے اور اس کے اوپر پھول بوٹے اس سے زیادہ شاندار بنا دے اور اوپر لکھ دے سو روپے کا نوٹ۔ کاغذ اس نے بہت اچھا لگایا پھول بوٹے اس نے بہت اچھے لگائے اور اوپر لکھ بھی دیا سو روپیہ اور وہ بازار میں لے کر آ جائے اور وہ لوگوں کو کہے کہ دیکھو میرا نوٹ بہت خوبصورت ہے اس کے مقابلے میں تو آپ جانتے ہیں کہ یہ جعلی نوٹ ہے۔ یہ خوبصورت ہو' چمکدار ہو کیسا بھی کیوں نہ ہو لیکن حکومت اس کو بغاوت قرار دے گی۔ اس کو پکڑا جائے گا اس کو گرفتار کیا جائے گا۔ یہ نہیں ہو گا کہ ہم کہیں کہ ٹھیک ہے تیرا نوٹ بہت اچھا ہے یہ سو روپے کا ہے تو ہم بھی اس کی مالیت سو روپے قرار دے دیں یہ ممکن نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح سے سنت کے مطابق کوئی عمل ہو اگر اس میں کسی قسم کی کوئی سستی ہو بھی جائے تو ایسے ہی ہے جیسا کہ صحیح نوٹ تھا لیکن کچھ پھٹ گیا کچھ پرانا ہو

گیا۔

لیکن بہرحال اس کی اللہ کے دربار میں قیمت ہے۔اور بدعت کتنی ہی چمکدار بنالو...... کتنے ہی قمقمے لگالو...... کتنی ہی جھنڈیاں لگالو...... کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ کر لیں...... وہ قابل قدر نہیں ہے۔تو جعلی نوٹ اور صحیح نوٹ یہ سنت اور بدعت کی مثال میں عرض کرتا ہوں عام لوگوں کو سمجھانے کے لیے کہ بات ذرا جلدی سمجھ میں آ جاتی ہے۔تو جس عمل کے اوپر رسول اللہ ﷺ کی مہر لگی ہوئی ہو وہ تو ہے سرکاری نوٹ وہ تو بہرحال قیمت پائے گا۔ چاہے سادہ ہے چاہے جیسا بھی ہے اور جس کے اوپر رسول اللہ ﷺ کی مہر نہیں ہے اور آپ ﷺ کے دستخط نہیں ہیں تو وہ یوں سمجھو جس طرح سے جعلی نوٹ ہوتا ہے اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے تو پھر جاہلوں کے پیچھے لگ کر جاہلانہ طریقے اپنانا یہ سمجھدار لوگوں کے لیے مناسب نہیں ہے یہ پوچھو کہ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ کیا ہے؟ آپ کی سنت کیا ہے؟ ہم یہ کام کرنے لگے ہیں اس کا ...... رسول اللہ ﷺ کا طریقہ جان کر سمجھ کر پھر اس کے مطابق عمل کریں تو یہ عمل قبول بھی ہوگا۔

ایمان کی حقیقت:

بہرحال بات تو ایک طرف کو نکل گئی میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ ایمان کی حقیقت ہے کہ توحید کو اختیار کرو...... رسالت کا عقیدہ ٹھیک کرو...... معاد کا عقیدہ ٹھیک کرو...... کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا ہے اور اٹھ کر ہم نے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اسکو معاد کہتے ہیں بعث بعد الموت مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنا اس کے اوپر عقیدہ رکھنا اتنا ہی ضروری ہے کہ جتنا کے اللہ کی توحید کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے توحید کا انکار جیسے انسان کو اسلام اور ایمان سے نکال دیتا ہے اسی طرح سے معاد کا انکار بھی انسان کو اسلام اور ایمان سے نکال دیتا ہے اور ایسے ہی بہت سارے مسائل ہیں فرشتوں کے متعلق عقیدہ ہے...... کتابوں کے متعلق عقیدہ ہے...... تقدیر کے متعلق عقیدہ ہے...... جیسا کہ آپ

ایمان مفصل اور ایمان مجمل پڑھا کرتے ہیں "آمنت با للہ و ملا ئکتہ و کتبہ و رسلہ والیوم الآ خر والقدر خیرہٖ و شرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت" تو یہ ہے اصل کے اعتبار سے ایمان کی حقیقت سوال کرنے والے نے جو سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایمان کیا چیز ہے؟ تو آپ ﷺ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کے اجزاء کیا ہیں کن باتوں کو ماننا ضروری ہے تب جا کے انسان مومن بنتا ہے یہ مقصود نہیں تھا سرور کائنات ﷺ نے جو جواب دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے والے کا مقصد یہ تھا کہ ایمان کی پہچان کیا ہے مجھے کیسے پتا چلے گا کہ میرے دل میں ایمان ہے کہ نہیں؟ اور یہ بہت اہم سوال ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ ایمان کیا ہے ہمیں کیسے پتا چلے کہ ہمارے اندر ایمان ہے کہ نہیں ہم کیسے پہچانیں یہ ایمان کی پہچان پوچھنی مقصود ہے کہ ہم اگر جاننا چاہیں کہ ہمارے اندر ایمان ہے یا نہیں تو اس کا کیا طریقہ ہے؟ ہمیں کس طرح سے پتا چلے گا اور آپ جانتے ہیں کہ یہ بہت بڑا اہم سوال ہے اس کے ضرورت آپ کو بھی ہے مجھے بھی ہے آپ کو بھی اس بارے میں سوچنا چاہیے کہ ایمان ہمارے دلوں میں ہے کہ نہیں کیونکہ ایمان دو قسم کا ہوتا ہے ایک لفظی ایمان ہے اور ایک ایمان حقیقی ہے لفظی ایمان تو پڑھ لیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اب ہم کہیں گے کہ یہ مسلمان ہے اور لیکن آپ جانتے ہیں کہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ تو منافق بھی پڑھتے تھے جن کے متعلق قرآن نے کہا ہے کہ عام کفار سے زیادہ ان کو سزا ملے گی "ان المنا فقین فی الدرك الا سفل من النار" (نساء:۱۴۵) کہ یہ جہنم کے نچلے درجے میں ہوں گے منافق آخرت کے حکم کے اعتبار سے وہ کافر ہیں حالانکہ لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ وہ بھی پڑھتے ہیں اس سے معلوم ہوگیا کہ جس وقت تک ایمان دل میں نہ آئے اس وقت تک مومن نہیں ہوتا لیکن اس کو پہچاننے کی ضرورت ہے جیسے کہتے ہیں نا کہ مغرور سخن نہ مباش اللہ کی توحید ایک کہنا نہیں ہے بلکہ سمجھنا ہے کہ کہہ دیا اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں یہ ایمان نہیں ہے اس دھوکے میں نہ آنا اللہ تعالیٰ

کی توحید ایک سمجھنا ہے کہ دل سے جانو کہ وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں صرف کہہ دینا کافی نہیں ہے بلکہ دل سے سمجھنا ضروری ہے جب دل سے سمجھو گے کہ خدا ایک ہے تب توحید آپ کے دل میں آ گئی۔

ایمان کی پہچان اور علامت:

یہ علامت پوچھنے والی بات کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی شخص نے پوچھا کہ ہمارے دل میں ایمان ہے بھی کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ" اذاسرتك حسنتك و ساء تك سيئتك فانت مومن "جب تیری نیکی تجھے خوش کرے اور تیرا گناہ تجھے غم میں ڈال دے تو سمجھ لینا کہ تو مومن ہے یہ علامت آ گئی یعنی نیکی اور بدی یہ دونوں قسم کے سلسلے ایک عام آدمی کو بھی پتا ہے کہ نماز پڑھنا اچھا کام ہے اور چوری کرنا اور جیب کاٹنا برا کام ہے جوأ کھیلنا برا ہے جھوٹ بولنا برا ہے کسی کی تحقیر کرنا جتنے گناہوں کے سلسلے ہیں آپ جانتے ہیں چوری ہے۔، بدمعاشی، شراب خوری ہے، جوا ہے ایسے گناہ ہیں ظلم وستم کسی کی جان پر کسی کے مال پر یہ سب کو پتا ہے کہ برا کام ہے تجھے بھی پتا ہے مجھے بھی پتا ہے اور نیکی بھی آپ کو معلوم ہے

- نماز پڑھنا نیکی ہے............
- روزہ رکھنا نیکی ہے............
- خیرات کرنا نیکی ہے............
- غریب پروری نیکی ہے............
- کسی کی خدمت کرنا نیکی ہے............

یہ بھی آپ کو معلوم ہے اب اگر آپ سے کوئی نیکی کا کام ہو جائے تو آپ کی طبیعت خوش ہو جائے اور آپ کے دل میں بشاشت آ جائے کہ میں نے یہ نیکی کا کام کر لیا ہے اور اگر آپ سے کوئی گناہ ہو گیا تو آپ کے اوپر غم طاری ہو جائے کہ مجھ سے یہ کام کیوں ہو گیا "ساء تك سيئتك" تو پھر یہ ہے۔ ایمان کی علامت کہ تمہارے دل

میں ایمان ہے۔

سمجھانے کے لیے بہترین مثال:

اس کو ذرا سمجھا دوں ایک مثال کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان میں ایک ظاہری حس رکھی ہے ایک باطنی حس رکھی ہے ظاہری حس ہے کہ مثال کے طور پر ہم اپنی زبان کے ساتھ کوئی چیز چکھتے ہیں تو اگر آپ کڑوی چیز کو کڑوی سمجھتے ہیں اور میٹھی چیز کو میٹھی سمجھتے ہیں تو آپ کی زبان کی حس ٹھیک ہے لیکن کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کسی کو سانپ کاٹ جائے تو اگر زہر بدن میں چڑھ جائے تو اس کو نیم کے پتے بھی کھلا دٔ تو اس کو میٹھے لگیں گے کڑوے ہیں لگیں گے میٹھے یہ "اک" جو ہے اس کے پتے کتنے کڑوے ہوتے ہیں لیکن کہتے ہیں سانپ کا کاٹا اس کو کھائے تو اس کو کڑوے نہیں لگتے تو کڑوی چیز کڑوی نہ لگے اور میٹھی چیز میٹھی نہ لگے تو آپ جانتے ہیں کہ یہ زبان کی حس خراب ہونے کی علامت ہے تو پھر آپ حکیموں کے پاس جاتے ہیں ڈاکٹروں کے پاس جاتے ہیں کہ حکیم صاحب ڈاکٹر صاحب میرا منہ کڑوا کڑوا ہے میں جو چیز بھی کھاتا ہوں کڑوی لگتی ہے تو وہ پھر آپ کو دوائی دے گا جس کے ساتھ آپ کا مزاج ٹھیک ہوگا تو آپ کی حس بھی ٹھیک ہو جائے گی بالکل اسی طریقے سے ہمارے باطن میں بھی ایک حس ہے اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے تو ایمان جب دل میں اترتا ہے تو یوں سمجھو کہ دل کی حس ٹھیک ہو جاتی ہے اگر نیکی کی توفیق ہو جائے اور دل میں خوشی آ جائے کہ ہم سے یہ نیکی ہو گئی اور اگر کوئی گناہ سرزد ہو گیا تو دل کے اوپر غم طاری ہو جائے کہ جیسے کوئی کڑوی چیز آپ نے غلطی کے ساتھ منہ ڈال لی تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ آپ کے دل کی حس ٹھیک ہے ابھی بیٹھ کر آپ خود اپنے اندر غور کریں گے تو سمجھنا بہت آسان ہو جائے گا نیکی کر کے دل کا خوش نہ ہونا اور برائی کر کے دل کا خوش ہونا یہ آپ کی باطنی حس کے بگڑنے کی علامت ہے اور اگر ایسا ہو جائے کہ گناہ کر کے انسان خوش ہو سینے میں تو تین گھنٹے بیٹھا رہے تو بڑی خوشی اور بشاشت کے ساتھ بیٹھ سکتا ہے مسجد میں آ جا

ئے تو پانچ منٹ بیٹھنا بڑا مشکل ہے یعنی نیکی سے طبیعت میں انقباض آتا ہے اور برائی کی طرف طبیعت رغبت کرتی ہے تو فکر کرنی چاہیے کہ ہمارے باطن کی حِس خراب ہوگئی یہ علامت ہے اس بات کی کہ باطن کی حِس ٹھیک نہیں رہی تو نیکی کر کے خوشی ہو اور برائی کر کے انسان کے اوپر غمی کی کیفیت طاری ہو جائے یہ علامت ہے کہ آپ کے باطن کی حِس ٹھیک ہوگئی اسلیے سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ جب تیری نیکی تجھے خوش کر دے اور تیرا گناہ تجھے غمی میں ڈال دے یہ علامت ہے اس بات کی کہ تم مومن ہو۔

نیک صحبت کی اہمیت:

اب جیسے ظاہری حِس اگر خراب ہو جائے تو آپ اطباء کے پاس جاتے ہیں علاج کروانے کے لیے تو باطنی حِس اگر خراب ہو تو یہ بھی اپنے طور پر ٹھیک نہیں ہوتی اس کے لیے بھی پھر یہی علاج ہے کہ اللہ والے نیک لوگ جو صاحب ایمان ہیں جن کے اپنے قلوب کی حالت ٹھیک ہے پھر ان کے پاس جانا...... اور ان کے پاس بیٹھنا...... ان کی زیارت کرنا...... ان سے ملاقات کرنا...... یہ انسان کے لیے باطنی صحت کا باعث بنا کرتا ہے تعلیمات پر تو عمل کرنا بہت اونچی بات ہے صحبت میں بیٹھنا اور دیکھنا یہ بھی سعادت سے خالی نہیں۔

حضرت وحشی رضی اللہ عنہ کا مقام:

دیکھو ہمارے ہاں یہ عقیدہ ہے کہ سرور کائنات ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم ساری امت میں سے افضل ہیں۔ ہے عقیدہ؟ آپ جانتے ہیں؟ ساری امت میں سے سرور کائنات ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم افضل ہیں لیکن یہ آپ کو پتا ہے کہ صحابی کہتے کس کو ہیں؟ صحابی وہ ہے جس نے حضور ﷺ کو عقیدت اور محبت کے ساتھ یعنی ایمان کے ساتھ عقیدت اور محبت کے ساتھ ایک دفعہ دیکھ لیا اپنی آنکھوں سے تو صحابی بن گیا ساتھ یہ لفظ لکھ دیتے ہیں یا حضور ﷺ کے ساتھ رہا ہو آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھا ہو یہ لفظ اس لیے بولنے پڑتے ہیں تا کہ یہ صحابی کی تعریف نابینے کو بھی شامل ہو جائے کیونکہ نابینا اپنی آنکھ سے

دیکھ تو نہیں سکتا لیکن آپ ﷺ کی صحبت میں بیٹھ گیا رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھ لیا مجلس میں آ گیا وہ بھی صحابی ہے اس کی ظاہری آنکھیں نہیں ہیں اس لیے دیکھ نہیں سکا ورنہ ایمان کی حالت میں ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لینا اس دیکھنے کی برکت اتنی ہے کہ انسان صحابی بن جاتا ہے اور امت کے اندکوئی شخص اس کے مقام کا مقابلہ نہیں کر سکتا آپ کو یاد ہے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ احد میں شہید ہوئے تھے اور ان کو بہت برے حال میں شہید کیا گیا تھا ناک کاٹا گیا...... کان کاٹے گئے ...... کلیجہ نکالا گیا...... اس حال میں اور یہ جو کرنے والا تھا یہ تھا وحشی بن حرب جو غلام تھا ہند کا اور اس نے کہا تھا کہ اگر تو ایسا کردے تو تجھے آزاد کردوں گی تو وحشی نے اسی وجہ سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے عام معافی کا اعلان کردیا تھا سب کو لیکن بارہ افراد آٹھ مرد اور چار عورتیں ایسی تھیں کہ جن کے متعلق کہا کہ ان کو کوئی معافی نہیں ہے جہاں بھی مل جائیں ان کو مار دو حتی کہ ابن خطل ایک شخص تھا وہ کعبے کا غلاف پکڑے کھڑا تھا تو رسول اللہ ﷺ کو کسی نے آ کر کہا یا رسول اللہ کہ ابن خطل متمسك با ستار كعبه کعبے کے پردے کو پکڑے کھڑا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ قتل کردو اس کو کعبے کے پردوں کے اندر بھی امن نہیں ملا اسی طرح وحشی بھی ان لوگوں میں سے تھا کہ جن کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا کہ جیسے بھی ہو اس کو قتل کردو لیکن جب مکہ فتح ہوا تو یہ وحشی بھاگ گیا تھا طائف کیطرف اور پھر کسی نے بتایا کہ اگر تو کسی کا سفیر بن کے چلا جائے تو رسول اللہ ﷺ سفیر کو قتل نہیں کرتے یہ پرانا دستور چلا آ رہا تھا تو یہ سفیر بن کے آ گیا اور رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں پیش ہو گیا تو جب رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ تو وحشی ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں میرے چچا کو تو نے شہید کیا میرے چچے کا قاتل تو ہے؟ تو آگے سے کہتا ہے کہ حضرت جیسے آپ نے سنا مطلب یہ کہ بات صحیح ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ تو میرے سامنے نہ آیا کر اپنا چہرہ مجھ سے چھپا کے رکھ کیونکہ جب تو آنکھوں کے سامنے آتا

ہے تو چچا کی وہ حالت یاد آتی ہے اور وہ باعث تکلیف ہے تو رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ اپنے چہرے کو مجھ سے چھپا کے رکھ تو وحشی وہاں سے اٹھا اور دور کسی علاقے میں چلا گیا رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ کے سامنے نہیں آیا (بخاری/ص ۵۸۳) چوں کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میرے سامنے نہ آ جس کا مطلب یہ تھا کہ تیری شکل دیکھ کر مجھے چچا کی یاد آتی ہے اور میرے لیے باعث تکلیف ہے یہ وحشی رضی اللہ عنہ جو ایک دفعہ آیا حضور اکرم ﷺ کے سامنے اور ایک نظر اس نے حضور ﷺ کے چہرے پر ایمان کی حالت میں ڈال لی یہ بھی صحابی ہے ہم اس کو کہتے ہیں ''وحشی رضی اللہ عنہ'' اس کے لیے بھی یہ بشارت ہے کہ بعد میں (کوئی ولی کوئی غوث کوئی قطب اس وحشی رضی اللہ عنہ کے درجے کو بھی نہیں پہنچ سکتا یہ سرور کائنات ﷺ کو محبت اور عقیدت کے ساتھ دیکھنے کے اثرات ہیں۔

ان کے ساتھ بیٹھنے والا بھی خوش نصیب:

یہیں سے ایک اصول نکلتا ہے درجہ بدرجہ نبی کو دیکھنا سب سے اونچا لیکن اگر نبی کے ورثاء اولیاء اللہ جو اللہ کے دین کے وارث ہیں انبیاء علیہم السلام کے قائم مقام ہیں ان حضرات کی مجلس میں اگر کوئی شخص آتا ہے تو آنے کے ساتھ اس کو بھی کچھ نہ کچھ برکات یقیناً حاصل ہوتیں ہیں ایک نسبت ہو جاتی ہے کہ اس نے فلاں ولی کو دیکھا ہوا ہے اس نے فلاں اللہ کے بندے کو دیکھا ہوا ہے۔اس کے ساتھ ایک نسبت قائم ہو کر باطن کے اوپر اچھے اثرات پڑتے ہیں اس لیے صحبت جو ہے اچھے لوگوں کی بہت زیادہ اہم ہے بلکہ حدیث شریف میں ایک روایت آتی ہے بہت لمبی اہل ذکر،اللہ کو یاد کرنے والوں کی فضیلت میں کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتے دنیا کے اندر ایسے چھوڑے ہوئے ہیں جن کی کوئی ڈیوٹی نہیں ہے کہ آپ کے کاتب اعمال ہیں میرے کاتب اعمال ہیں ان کے ذمے اور کام ہیں ان کے ذمے اور کام ہیں کچھ زائد فرشتے ہیں جو دنیا کے اندر گھومتے پھرتے ہیں اور ان کا مقصد ہوتا ہے نیک مجلس کی تلاش کہ

- جہاں بیٹھے ہوئے لوگ دین کی بات کرتے ہوں..........

- اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے ہوں..........
- اللہ تعالیٰ کی تحمید کرتے ہوں..........
- اللہ کی باتوں کا تذکرہ کرتے ہوں..........

اس قسم کی مجلس اگر کہیں بھی لگی ہوئی ہوتو وہ فرشتے ایک دوسرے کوآوازیں دے کر بلاتے ہیں آجاؤ آجاؤ تمہارا مطلوب یہاں ہے تو حدیث میں آتا ہے کہ وہ فرشتے آسمان تک بھر جاتے ہیں سارے ہی اکھٹے ہوجاتے ہیں وہاں اور پھر جب اللہ تعالیٰ کے ہاں جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کا تذکرہ خوشی کے ساتھ کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو سب پتا ہے اللہ تعالیٰ کو علم ان کے پوچھنے سے حاصل نہیں ہوتا اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کہ تم گئے تھے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں پایا؟ وہ کہتے ہیں یا اللہ تجھے یاد کررہے تھے، تیری تسبیح پڑھ رہے تھے، اللہ تعالیٰ پوچھتے ہیں کیا انہوں نے مجھ کو ئی دیکھا ہے کس لیے یاد کررہے تھے وہ کہتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ہے فرمایا کہ اگر مجھے دیکھ لیتے تو کتنا یاد کرتے۔ وہ کیا مانگتے تھے؟ کہتے ہیں کہ جنت مانگ رہے تھے۔ انہوں نے جنت دیکھی ہے کہتے ہیں کہ نہیں دیکھی تو نہیں اگر دیکھ لیتے تو پھر مانگنے میں وہ اور بھی زیادہ اصرار کرتے۔ پناہ کس چیز سے مانگتے تھے جہنم سے پناہ مانگتے تھے دعائیں کرتے تھے کہ اللہ جہنم سے بچانا پھر وہی بات کیا انہوں نے جہنم دیکھی ہے جواس سے ڈرتے تھے۔ دیکھی تو نہیں اگر دیکھ لیتے تو انکا کیا حال ہوتا جی پھر تو بہت ڈرتے۔ یہ باتیں کرنے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کہتے ہیں صحیح روایت ہے صحیحین کے اندر موجود ہے، مشکوٰۃ میں بھی فضائل ذکر کے اندر یہ روایت موجود ہے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں تم سب فرشتے گواہ ہو جاؤ میں نے ان سب لوگوں کو بخش دیا۔ تم سب گواہ ہو جاؤ کہتے ہیں ان میں سے کوئی فرشتہ بول پڑتا ہے کہتا ہے یا اللہ وہ فلاں آدمی جو تھا وہ تو اپنے کسی کام کے سلسلے میں آیا تھا وہ ان میں سے نہیں ہے ان ذاکرین میں سے نہیں ہے تجھے یاد کرنے والوں میں سے نہیں ہے وہ تو اپنے کسی کام کے سلسلے میں آیا تھا آکر بیٹھ گیا اور ہے بھی

بہت گنہگار اس کو بھی بخش دیا فرشتہ سوال کرتا ہے اللہ تعالی سے اللہ تعالی کہتے ہیں اس کو بھی بخش دیا کیوں کہ هم الجلساء لایشقی جلیسهم (مشکوٰۃ ص ۱۹۷/بخاری ۹۴۸) یہ لوگ ایسے ہیں مجھے یاد کرنے والے...... تسبیح وتحمید پڑھنے والے...... مجھ سے ڈرنے والے...... جنت کے طالب...... جہنم سے بھاگنے والے...... یہ لوگ ایسے ہیں جو ان کے پاس آ کر بیٹھ گیا وہ بد بخت نہیں ہوگا لا یشقی جلیسهم، ان کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہ ہوگا تو یہ صحبت میں آنے کے اثرات ہیں۔

نیک اور بری صحبت کی مثال حدیث سے:

اچھی صحبت میں جب آتا ہے انسان تو اچھی صحبت کی سرور کائنات ﷺ نے ایک مثال بیان فرمائی ہے فرمایا کہ اچھی صحبت کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی عطر فروش ہو اور آپ اس کے پاس بیٹھے ہوں تو عطر فروش پاس بیٹھنے والے کو تھوڑا تھوڑا لگا دیتے ہیں آپکو وہ عطر لگائے گا آپ مہکنے لگ جائیں گے اور اگر وہ لگائے گا نہیں تو آپ کو شوق چڑھے گا پیسے خرچ کر کے خرید لیں گے ایسے بھی ہوسکتا ہے اور اگر آپ خریدیں گے بھی نہیں اور وہ آپ کو لگائے گا بھی نہیں تو کم از کم جتنی دیر تک بیٹھو گے خوشبو تو لوگے خوشبو تو آتی رہے گی فرمایا کہ یہی ہے مثال نیک تعلق کی ارادے سے ہو یا بغیر ارادے کے یہ تو انسان کی عادت ہے جیسے کہتے ہیں کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے الطبع من الطبع یسرق یہ اصول ہے کہ طبیعت طبیعت سے چوری کرتی ہے جیسے لوگوں کے پاس بیٹھو گے اس قسم کا شوق آپ کو لگ جائے گا تاش کھیلنے والوں کی مجلس میں بیٹھو آپ کا جی چاہنے لگ جائیگا کہ میں بھی تاش کھیلوں نشیوں کے پاس بیٹھنا شروع کردو آپ کا جی بھی چاہنے لگے گا کہ میں بھی نشہ کھا کر دیکھوں اسی طرح جواء کھیلنے والوں اور دوسری برائی والی مجلسوں میں بیٹھو گے تو آپ کے دل میں بھی وہی شوق ابھرنا شروع ہو جائیگا۔ نماز پڑھتا ہوا دیکھو گے تو آپ کا بھی جی چاہے گا کہ میں بھی نماز پڑھ لوں یا تو آپ اچھی عادت بغیر مشقت کے اختیار کرلیں گے اور اگر آپ کو وہ عادت پسند آجائے

گی تو آپ کوشش کر کے کہ اس پر عمل کر کے اپنے آپ کو اس کا عادی بنا لو گے اور اگر کچھ بھی نہ ہوا تو کم از کم جتنی دیر اس مجلس میں بیٹھے ہو اچھی باتیں تو سن رہے ہو، اچھی باتیں تو کان میں آرہی ہیں، اور اچھے حال کو تو دیکھ رہے ہو۔

بہر حال یہ صحبت خالی نہیں جاتی اور برائی کے بارے میں فرمایا ایسے جیسے کوئی بھٹی جھونکنے والے ہوتے ہیں جیسے لوہے کو گرم کر کے کوٹتے ہیں بناتے ہیں کاریگر جس طرح سے ہوتے ہیں بھٹی جھونکتے ہیں اور برتن وغیرہ گرم کرنے کے لیے تو اس میں سے چنگاریاں اڑتی ہیں اگر ان کے ساتھ یاری لگا لو اور ان کے پاس بیٹھو گے چنگاری اڑے گی تمہارے کپڑوں پر لگے گی تمہارے کپڑوں کو جلا دے گی ورنہ جتنی دیر تک بیٹھے رہو گے کم از کم اتنی دیر تک دھوئیں کی بدبو تو آتی رہے گی (بخاری/۲۸۲/مشکوۃ/۴۲۶) اسی طرح جب انسان کسی بری مجلس میں بیٹھتا ہے تو اگر برائی اختیار نہ بھی کرے تو کم از کم اس کے دل کے اندر برے خیالات آنا شروع ہو جاتے ہیں اس طرح سے دل دماغ انسان کا خراب ہو جاتا ہے ہمیشہ اس بات کی کوشش کرو کہ اچھی مجلس اختیار کرو، اہل اللہ، اہل علم جو سرور کائنات ﷺ کی باتیں کو جاننے والے ہوں ...... سنت کو جاننے والے ہوں ...... حدیث اور قرآن کو جاننے والے ہوں ...... ان کی مجلس میں بیٹھو گے تو آخر آپ کے کان میں کوئی اچھی بات پڑے گی تو کبھی اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بھی دے دیں گے۔

دل کا انقلاب نیک لوگوں کی صحبت سے آتا ہے:

دل کی دنیا اگر سدھرتی ہے تو سدھرے ہوئے لوگوں کے پاس بیٹھنے سے سدھرتی ہے دلوں میں انقلاب کبھی باتوں سے نہیں آتا دلوں میں اگر انقلاب آتا ہے تو دل والوں سے آتا ہے یہ ایک اصول یاد رکھیئے دل دلیلوں سے نہیں بدلا کرتے یہ ایک محاورہ ہے اور مسلم محاورہ ہے دل دلیلوں سے نہیں بدلا کرتے ہاں دل بدلتا ہے تو دل والوں کی مجلس میں بیٹھ کر بدلتا ہے رنگ چڑھتا ہے تو رنگ والوں کے پاس بیٹھ کے چڑھتا ہے

اس لیے صحبت کے بغیر اور مجلس اختیار کئے بغیر کوئی شخص یہ سمجھے کہ میرا باطن درست ہو جائے اور میرا باطن شریعت کے مطابق ہو جائے ایسا نہیں ہوتا، لازماً کسی اچھے دل والے کے پاس بیٹھو گے تو اس کے اثرات آپ پر پڑیں گے تو آپ بھی سدھر جائیں گے، اس لیے ضروری ہے اگر انسان یہ چاہتا ہے کہ میرا ایمان صحیح ہو جائے، میرا ایمان اچھا ہو جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ دل کی حِس ٹھیک ہو جائے تو دل کی حِس ٹھیک ہونے کے لیے جیسے ظاہری حِس ٹھیک ہونے کے لیے علاج آپ طبیبوں سے کرواتے ہیں اس طرح سے باطنی حِس کا علاج روحانی طبیب سے کروایا جاتا ہے اور روحانی طبیب وہی ہیں جو قرآن وحدیث کا صحیح علم رکھنے والے ہیں اور اس صحیح علم کے مطابق عمل کرنے والے ہیں تو ان کے ساتھ تعلق' ان کے پاس بیٹھنا' انکی زیارت کرنا' اور انکی باتیں سننا یہ انسان کے لیے ایمان کے تحفظ کا باعث بنتا ہے یہ ہے اصل کے اعتبار سے دین کے حاصل ہونے کا طریقہ۔

تبلیغی جماعت کی افادیت:

اور یہ ہمارے تبلیغی جماعت والے جو آپ کو گھروں سے نکالا کرتے ہیں یہ اسی لیے نکالا کرتے ہیں کہ گھروں میں رہتے ہوئے آپ کا ایک ماحول بنا ہوا ہے اور اس ماحول میں رہتے ہوئے آپ کو عادت بدلنی مشکل ہوتی ہے جب اس ماحول سے آپ کو کاٹ لیا جاتا ہے اور ایک اچھے ماحول میں لے جاتے ہیں تو چالیس دن کی خصوصیت ہے کہ اگر وہ شخص چالیس دن تک یہ کام کرتا رہے تو اس کی عادت پڑ جاتی ہے چالیس دن کے بعد انسان کا مزاج بدل جاتا ہے اس لیے سہ روزہ، دس روزہ، چلہ جو لگواتے ہیں اس لیے لگواتے ہیں کہ انسان کو نماز کی عادت پڑ جائے گی، اپنے ماحول کو چھوڑ کر مسجد کے ماحول میں آجائیگا، دعائیں یاد ہو جائیں گی، دعائیں کرنے لگ جائیگا، تو یہ برے لوگوں کی اصلاح کا بہترین طریقہ ہے اس میں یہی بات ہے کہ ماحول بدلا جاتا ہے برے ماحول سے نکال کر ان کو اچھے ماحول میں لے آتے ہیں جسکی بناء پر پھر اس پر

اچھے اثرات پڑتے ہیں تو اس لیے ہمیشہ تعلق ان لوگوں سے رکھو تو آپ کو صحیح رہنمائی ملے گی اور صحیح رہنمائی ملنے کے ساتھ پھر آپ کا ایمان درست ہوگا۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی توفیق دے اور آپ حضرات کو بھی توفیق دے کہ ہم دنیا کے اندر ایمان کی دولت کو حاصل کریں اور ہمارا ایمان اللہ محفوظ رکھے اور آخر جاتے ہوئے ہم اپنے ایمان کو محفوظ لیکر جائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

er Demo

اسلام میں عورت کا کردار

بموقع: ختم بخاری شریف

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ. وَعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ

أَمَّا بَعْدُ فَبِا السَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنَّا اِلٰى أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِى الْحَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِىْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَأَنَّ أَعْمَالَ بَنِىْ آدَمَ وَقَوْلَهُمْ يُوْزَنُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْقِسْطَاسُ الْعَدْلُ بِالرُّوْمِيَّةِ وَيُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُوَ الْعَادِلُ وَأَمَّا الْقَاسِطُ فَهُوَ الْجَائِرُ.

بِهٖ قَالَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ أَشْكَابَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِىْ زُرْعَةَ عَنْ أَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِى الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.

أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّأَتُوْبُ اِلَيْهِ.

❀❀❀

تمہید:

عربی مدارس میں تعلیمی سال کی ابتداء رمضان المبارک کے بعد شوال میں ہوتی ہے اور تعلیمی سال کا اختتام رجب میں ہوتا ہے۔اور رجب کے آخر میں شعبان کی ابتداء میں سالانہ امتحان ہو جا تا ہے وفاق المدارس العربیہ کے تحت پورے ملک میں چھے ایام میں اکٹھا ہی سب کا امتحان ہوتا ہے۔ تعلیمی سال کے اختتام پر عموماً اہل مدارس اس قسم کی مجالس کا اہتمام کرتے ہیں جیسے کہ آج آپ کے ہاں ہے۔

سالانہ مجالس منعقد کرنے کے مقاصد:

اوران مجالس کے منعقد کرنے سے ایک مقصد تو یہ ہے کہ پڑھنے والے طلباء وطالبات کی حوصلہ افزائی ہو جاتی ہے۔اجتماعی حالت میں ان کے لیے دعائیں ہو جاتیں ہیں ان کے لیے خوشی اور سرور کی بات ہوتی ہے کہ ان کی تعلیم پایہ تکمیل کو پہنچ رہی ہے۔جیسے قرآن مجید کے ختم پر بچے کو بچے کے والدین کو بچے کے اساتذہ کو مبارک باد دی جاتی ہے اس تعلیم کے اختتام پر طلباء و طالبات کو جو کہ اپنی تعلیم کو مکمل کرتے ہیں۔ان کی حوصلہ افزائی کے طور پر ان کو بھی مبارک باد دی جاتی ہے، ان کے لیے دعا ہوتی ہے،ان کے اساتذہ کے لیے بھی، اور مدرسے کے جتنے بھی معاونین ہوتے ہیں سب کے لیے دعا ہو جاتی ہے۔

تو یہ حوصلہ افزائی کی صورت ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک بڑا مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ مدرسے میں رہنے والے اساتذہ ان کو تو معلوم ہوتا ہے کہ مدرسے میں کیا کام ہوا کیا نہیں ہوا انہوں نے سال بھر طلباء پر محنت کی ہوتی ہے کتابیں

پڑھائی ہوتیں ہیں ان کے سامنے ان کی محنت کا نتیجہ ہوتا ہے لیکن باقی عام طور پر جو مدرسے کے معاونین ہوتے ہیں۔ تعاون کرنے والے جن کے تعاون کے ساتھ یہ مدرسوں کا نظم چلتا ہے۔ صدقات وزکوۃ کے ساتھ، عطیات کے ساتھ مدرسے سے تعاون کرنے والا طبقہ ان کے سامنے مدرسے کی کارکرگی نہیں ہوتی کہ سال کے دوران مدرسے میں کیا ہوا کیا نہیں ہوا تو اس قسم کی مجالس میں جب اہل مدارس اپنی کارکردگی کو نمایاں کرتے ہیں کہ اتنے حافظ تیار ہو گئے، اتنے قاری تیار ہو گئے، اتنے عالم تیار ہو گئے یا اتنی طالبات اپنی تعلیم مکمل کر کے فارغ ہو رہی ہیں۔ تو ان کے سامنے یہ بات آجاتی ہے کہ ہم نے جو کچھ تعاون کیا وہ الحمدللہ ضائع نہیں ہوا بلکہ اس کے نتیجے میں یہ سارے کے سارے جو تیار ہوئے ہیں۔ یہ سب کے لیے صدقہ جاریہ ہیں جیسے اساتذہ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں ایسے ہی معاونین حضرات کے لیے بھی صدقہ جاریہ ہیں۔

دین کی خدمت کرنے والے مالدار اور اہل علم رسول اللہ ﷺ کی نظر میں:

اسی بات کو سمجھانے کے لیے سرور کائنات ﷺ کی ایک حدیث عرض کرتا ہوں۔ بخاری میں کتاب العلم میں ہے۔ فضائل قرآن میں بھی ہے باقی کتابوں میں بھی ہے۔ کہ سرور کائنات ﷺ نے فرمایا

"لَا حَسَدَ اِلَّا فِیْ اثْنَتَیْنِ" (بخاری ص ۱۷، ۷۵۱۔ مشکوۃ ۳۲، ۱۸۴)

ایک روایت میں "فی اثنتین" ہے۔ دو شخص ایسے ہیں جن کو دیکھنے کے بعد انسان کے دل میں یہ جذبہ ابھرنا چاہیے کہ کاش! میں بھی ایسا ہوتا صرف دو آدمی ہیں۔

اسے رشک کہتے ہیں۔ عربی میں اس کو غبطہ کہتے ہیں اسی غبطہ کو لفظ حسد کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔ جس کا مفہوم یہ ہے ریس کرنے کا جذبہ اُس جیسا ہونے

کا جذبہ۔ یہ دو شخصوں کے متعلق ہونا چاہیے کسی بڑے سے بڑے زمیندار کو دیکھ کر دل میں خیال نہ آئے کہ کاش میں بڑا زمیندار ہوتا۔ کسی بڑے سے بڑے صنعت کار کو دیکھ کر دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ میں بڑا صنعت کار ہوتا۔ کسی بڑے سے بڑے عہدیدار کو دیکھ کر دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے۔ یہ سرور کائنات ﷺ کے کلام کی مراد میں اپنے الفاظ میں آپ کے سامنے واضح کر رہا ہوں۔ کہ کوئی شخص ایسا نہیں جس کی طرف دیکھ کر دل میں جذبہ ابھرے کہ کاش میں بھی ایسا ہوتا۔ لیکن دو شخص ہیں ...... حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جن کو دیکھنے کے بعد انسان کے دل میں یہ جذبہ آنا چاہیے کہ کاش میں بھی ایسا ہوتا۔

ایک تو فرمایا وہ شخص کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے دین کا علم دیا ہے۔ اور پھر وہ اس کی نشر و اشاعت میں لگا ہوا ہو۔

"عَلَّمَهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ" (بخاری ۷۵۱)

اللہ نے اس کو قرآن سکھایا ہے اور وہ اس قرآن کو سیکھنے کے بعد اور علم کے حاصل کرنے کے بعد اس علم کو پھیلانے میں لگا ہوا ہے۔ ایک شخص تو یہ ہے جس کی طرف دیکھ کر انسان کے دل میں حسرت ہو کہ کاش میں بھی ایسا ہوتا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ ایسے شخص کی حضور ﷺ کے نزدیک کتنی قیمت ہے۔ قابل رشک ہے وہ شخص، قابل غبطہ ہے وہ شخص جو علم کے حاصل کرنے کے بعد اس کی نشر و اشاعت میں لگا ہوا ہو۔

اور دوسرا فرمایا کہ

"رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالاً فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ" (مشکوۃ ۳۲)

وہ مالدار شخص جس کو اللہ نے مال دیا ہے اور مال دینے کے بعد پھر اس کو حق میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔ وہ علم اور دین کے لیے اپنے مال کو خرچ کرتا ہے۔ وہ بھی ایسا عظیم القدر ہے کہ اس کی طرف بھی دیکھ کر دل میں یہ خیال آنا چاہیے کہ کاش میں بھی

ایسا ہوتا۔ مجھے بھی اللہ مال دیتا میں بھی اللہ کے دین کے لیے اور دین کی نشر واشاعت کے لیے اس کو خرچ کرتا۔ یہ دو شخص ہیں جن کی قدر و قیمت رسول اللہ ﷺ ان الفاظ میں واضح کرر ہے ہیں۔

اہل علم اور سرمایہ دار خدمت دین میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں:

اللہ اور اللہ کے رسول کی باتوں میں حکمتیں تو لا انتہا ہوتی ہیں لیکن یہاں جو ظاہری طور پر دو کو ذکر کیا ہے۔ اس جوڑ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ دین کی اشاعت کرنے کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک آدمی کے پاس پیسے تو بہت ہیں دولت تو بہت ہے اور اس کا جی چاہتا ہے کہ میں اسے دین کی اشاعت میں خرچ کروں تو پیسوں کے ساتھ دین نہیں پھیلتا آپ جانتے ہیں کہ پیسوں کے ذریعے سے دین نہیں پھیلا کرتا۔ وہ محتاج ہے اس بات کا کہ وہ کسی علم والے کے ساتھ جڑے۔ علم والا محنت کرے اور یہ اس کی ضرورت کو مہیا کرنے کے لیے اس پر خرچ کرے تو پھر اس کا سرمایہ دین کی اشاعت میں کام آسکتا ہے۔

اور ایسے ہی ایک شخص کے پاس علم بہت ہے لیکن پیسے نہیں ہیں اگر پیسے نہیں ہیں وہ کتاب نہیں خرید سکتا، طالب علموں کو ٹھہرا نہیں سکتا، طالب علموں کو کھانا نہیں کھلا سکتا، طالب علم کے لیے باقی ضروریات مہیا نہیں کر سکتا تو وہ علم کی نشر واشاعت نہیں کر سکے گا۔ وہ ضرورت مند ہے کسی سرمایہ دار کا، مال دار کا اور اللہ تعالیٰ ان دو کو جوڑ دے کہ سرمایہ دار اپنا سرمایہ خرچ کرے اور علم والا اپنا وقت اور محنت لگائے تو ان دونوں کے ملنے کے ساتھ دین پھیلتا ہے۔ اور جو طلباء تیار ہوتے ہیں حافظ یا عالم یا قاری ان میں ان دونوں کا برابر کا حصہ ہوتا ہے۔ جیسے یہ اپنے اساتذہ کے لیے صدقہ جاریہ ہیں اسی طرح سے یہ مال خرچ کرنے والوں کے لیے بھی صدقہ جاریہ ہیں۔

اور ایسی مجالس میں آنے کے بعد ان کے لیے بھی خوشی کی بات ہوتی ہے

کہ ہم نے جو سرمایہ لگایا تھا اللہ کا شکر ہے کہ آج اس کا بہت اچھا نتیجہ ہمارے سامنے آرہا ہے تو ہمارا لگایا ہوا مال ضائع نہیں گیا تو ان جلسوں کو منعقد کرنے میں اُن معاونین کے لیے بھی ایک خوشی کی بات ہوتی ہے کہ ان کے سامنے ساری کی ساری کارکردگی آجاتی ہے۔اس لیے یہ مجالس منعقد کی جاتیں ہیں۔

باقی یہاں ان مجالس میں آکر بیٹھنا اور ان کے ساتھ محبت وتعلق کا اظہار کرنا یہ آپ سب کے لیے مبارکباد کا ذریعہ ہے۔چاہے کوئی مالی تعاون کرتا ہے یا نہیں کرتا۔لیکن تعلق رکھتا ہے۔دلی محبت رکھتا ہے لفظی طور پر حوصلہ افزائی کرتا ہے یہ سارے کے سارے لوگ جو ہیں اس موقع پر مبارکباد کے مستحق بنتے ہیں۔یہ سبق اصل کے اعتبار سے تو طالبات کا ہے جنہوں نے سارا سال حدیث پڑھی ان کا یہ سبق ہے۔اور اس سبق کی برکت میں آپ لوگوں کو بھی شریک کرلیا جاتا ہے تو خطاب کچھ مختصر سا ان طالبات کے لیے ہوگا۔جن کا یہ تعلیمی سال اختتام کو پہنچ رہا ہے۔

دورِ قدیم میں طالبات کا طریقۂ تعلیم:

اس بات سے تو شاید آپ حضرات کی واقفیت ہوگی کہ پہلے یہ دینی مدارس نہیں ہوا کرتے تھے۔طالبات کے لیے یہ بہت قریب زمانے میں بننے شروع ہوئے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں حق گو علماء امت کو اس بات کی توفیق دی۔ پہلے گھروں میں عام طور پر دین کا چرچا ہوتا تھا۔بچیاں قرآن مجید اپنی ماں سے پڑھ لیتی تھیں۔بہشتی زیور، تعلیم الاسلام اس قسم کی کتابیں عام طور پر گھروں میں والدین ہی بچیوں کو پڑھادیا کرتے تھے۔تو بقدرِ ضرورت دین بچیوں میں والدین کی تربیت کے ساتھ ہی آجاتا تھا۔

اور طلباء کے پڑھنے کے لیے مدرسے بہت تھے ان میں جاکر وہ پڑھتے تھے

گھروں میں پھر وہ اپنی بہنوں کو اپنی بیٹیوں کو اپنی بیویوں کو پڑھا دیتے تھے۔

جدید تہذیب کا معاشرے پر اثر:

لیکن ہمارے ہاں اب معاشرہ کچھ ایسا بدلا ہے۔ خاص طور پر جب سے ٹی وی آ گئی اور اس قسم کی چیزیں گھروں میں آ گئیں۔ تو گھروں میں تباہی آئی ہے کہ دین کے تذکرے بالکل ختم ہو گئے بچیوں کی تربیت نہیں ہوتی۔ سارے کا سارا وقت ان خرافات میں گذر جاتا ہے یا پھر سکول اور کالج اتنے عام ہو گئے کہ بچیوں کا رجحان بھی اسی طرح سے سکولوں اور کالجوں کی طرف ہو گیا۔ دین کی طلب اور رغبت جو تھی وہ عمومی طور پر ختم ہو گئی۔ ورنہ پہلے ہر گھر میں سے تلاوت کی آواز آیا کرتی تھی۔ گھر کی عورتیں پہلے تلاوت کرتیں پھر گھر کے کام کا آغاز کیا کرتیں تھیں لیکن ان خرافات نے جو ہمارے گھروں کے اندر گھس گئی ہیں یہ ہمارے سارے کا سارا معاشرہ تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔

اللہ نے توفیق دی مدارس قائم ہوئے تا کہ ان مدارس میں بچیوں کو پڑھایا جائے اور ان کی تعلیم و تربیت دینی اعتبار سے کی جائے۔

حصول علم میں مرد اور عورت برابر ہیں:

تو عورتوں کے لیے بھی یہ تعلیم اسی طرح ضروری ہے جس طرح سے مردوں کے لیے ضروری ہے۔ پہلے ان کی تعلیم کا انتظام گھروں میں ہو جاتا تھا۔ اب چونکہ گھروں میں نہیں اس لیے مدرسوں کی صورت میں ان کے لیے تعلیم کا بندوبست ہو گیا۔ ورنہ آپ جانتے ہیں کہ مرد اور عورت دونوں ہی شریعت کے مکلف ہیں۔ دونوں ہی اللہ کی عبادت کے مکلف ہیں۔ دونوں کو ہی یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ صحیح عقیدہ کیا ہے، غلط عقیدہ کیا ہے، صحیح عمل کیا ہے، غلط عمل کیا ہے۔ کون سی چیز حلال ہے کونسی چیز حرام ہے۔

جس طرح سے مردوں کے لیے ضروری ہے عورتوں کے لیے بھی ضروری

ہے۔ دین کے مکلف دونوں ہیں مرد بھی اور عورت بھی۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام کی دعوت پر ایمان لانا مردوں کا بھی کام ہے عورتوں کا بھی کام ہے۔

ایمان لانے میں اولیت عورت کو حاصل ہے:

سیرت کے جلسوں میں آپ سنتے رہتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے غار حرا سے آنے کے بعد جب آپ ﷺ نے اپنی نبوت کا اظہار کیا تھا تو سب سے پہلے ایمان لانے والی ان کے اوپر عورت ہی تو ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ یہ شرف عورت کو حاصل ہے مستورات کو حاصل ہے کہ سب سے پہلے ایمان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا لائیں بعد میں مردوں میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب سے پہلے ایمان لائے اور نابالغ بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس طرح سے اولیت کے طور پر ان لوگوں کو یہ شرف حاصل ہوا۔ لیکن حقیقی اولیت جو ہے اس دین کو قبول کرنے میں وہ عورتوں کو حاصل ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے سب سے پہلے کلمہ پڑھا اور پھر جہاں تک دین کے لیے مشقت اٹھانے کا تعلق ہے۔

دین کے لیے قربانی دینے میں اولیت عورت کو حاصل ہے:

آپ جانتے ہیں کہ سب سے پہلے اس دین کے لیے شہید ہونی والی جس کا خون بہایا گیا وہ بھی سب سے پہلے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں وہ بھی تو مستورات سے تعلق رکھتی ہیں۔ تو اگر دین کے لیے تکلیفیں مردوں نے اٹھائیں اور مشرکوں کے ظلم برداشت کیے تو عورتیں بھی اس معاملے میں پیچھے نہیں رہیں بلکہ اس معاملے میں بھی ان کو شرف اولیت حاصل ہے۔ اس وقت کے ابوجہل نے سزا دینے کے لیے جتنا وہ زیادہ سے زیادہ سوچ سکتا تھا اُس نے سوچا ہے اور اُس سے زیادہ اس کے بس میں نہیں تھا تکلیف پہنچانا جتنا اس نے سوچ کر پہنچائی آپ لوگوں کو معلوم ہوگا۔

حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ان کو ابوجہل نے سزا کس طرح سے دی تھی۔ ایک ٹانگ ان کی ایک اونٹ کے ساتھ باندھی۔ دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ کے ساتھ باندھی اور دونوں اونٹوں کو مخالف سمت میں چلایا جس کے ساتھ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کے دوٹکڑے کر کے رکھ دیئے (قرطبی نحل، آیت ۱۰۶ کے تحت) اس دور کے اعتبار سے اس سے زیادہ سزا اور کیا سوچی جا سکتی تھی۔ اب ہم اپنے دور میں دیکھتے ہیں اسی سلسلے کی تکمیل ہوئی لال مسجد کے اعتبار سے جوان بچیوں کو سزا دی گئی اس سے زیادہ کا انسان تصور نہیں کر سکتا۔

خدمت دین میں مرد وعورت برابر ہیں:

تو یہ سلسلہ جس طرح سے مردوں کے ساتھ چلا آرہا ہے اسی طرح سے عورتوں کے ساتھ تو بھی چلا آرہا ہے۔ دین مرد بھی حاصل کرتے ہیں، عورتیں بھی حاصل کرتیں ہیں۔ دین کے لیے مشقتیں مرد بھی اٹھاتے ہیں۔ عورتیں بھی اٹھاتیں ہیں اور دین کے لیے خون مردوں کا بھی بہا ہے اور عورتوں کا بھی بہایا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تحت خیر وشر دونوں کے سلسلے چلے آتے ہیں تو جیسے جیسے آج شر نے سر اٹھایا اور شر کو پھیلانے کے لیے نئے سے نئے طریقے تجویز کئے جارہے ہیں تو اللہ کی توفیق کے ساتھ علم کی اشاعت، دین کی اشاعت وہ بھی نئے نئے انداز میں آئے دن بڑھتی چلی جارہی ہے گھٹتی نہیں ہے۔

دین اسلام تشدد سے ابھرتا ہے:

پوری دنیاءِ کفر متفق ہے کہ ان مدرسوں کو بند کروا دیا جائے۔ قرآن وحدیث کی آواز کو دبا دیا جائے۔ لیکن آپ بھی جانتے ہیں اور ہم تو مشاہدہ کرتے ہیں کہ جتنا اس سلسلہ میں تشدد زیادہ ہوتا ہے اتنا ہی یہ زیادہ پھیلتا چلا جاتا ہے۔ یہ ایک معجزہ ہے اس دین کا اور معجزہ ہے اس علم کا کہ اس کو مٹانے دبانے کی جتنی کوشش کی جاتی ہے اللہ کے کرم کے ساتھ اتنا ہی پھیلتا چلا جارہا ہے اور قیامت تک پھیلتا

چلا جائے گا۔ مٹانے والے خود مٹتے چلے جائیں گے۔ مخالفت کرنے والے ختم ہوتے چلے جائیں گے انشاء اللہ العزیز دین اور دین کا علم قیامت تک باقی رہے گا۔ یہ ہمارے ایمان کا جزو ہے کیونکہ اگر دین باقی نہ رہا تو قیامت آجائے گی۔ یہ دنیا باقی نہیں رہے گی۔

کائنات کی روح اللہ کا ذکر ہے:

اس دنیا کی روح اللہ کا ذکر ہے۔ جس وقت یہ اللہ کا ذکر، اللہ کے ذکر سے مراد یہی اللہ کی اطاعت، اللہ کی فرمانبرداری، اللہ کے احکام کی بقاء، اللہ کی کتاب کی بقاء، اللہ کے گھر بیت اللہ کی بقاء یہ اس کائنات کی روح ہیں۔ جس وقت تک یہ باقی ہیں کائنات قائم ہے۔ جب یہ ختم ہوجائیں گی تو دنیا بھی ختم ہوجائے گی۔ جس طرح روح نکل جانے کے بعد بدن کے ذرات بکھر جاتے ہیں اسی طرح سے یہ روح نکل جانے کے بعد یہ کائنات بھی ذرہ ذرہ ہو کر بکھر جائے گی۔ تو جب قیامت تک اللہ کے دین نے باقی رہنا ہے تو اللہ کے دین کی باقی رہنے کی یہی صورت ہے۔ قرآن باقی ہے حدیث باقی ہے پڑھنے والے باقی ہیں پڑھانے والے باقی ہیں۔ انشاء اللہ العزیز قیامت تک یہ سلسلہ چلتا جائے گا۔ یہ مدارس ہمارے بہت بڑی نعمت ہیں اور علاقے والوں کو ان مدارس کی قدر کرنی چاہیے۔

کافر کی سوچ دنیا تک محدود ہے:

اور اپنے بچوں کو اپنی بچیوں کو دین دار بنانے کے لیے دنیا کی ضرورت ہم سب کے لیے ایک جیسی ہے۔ کافر بھی اپنے بچوں کے لیے سوچتا ہے کہ میں ان کے لیے کھانے پینے کا نظم کردوں۔ کافر بھی سوچتا ہے ان کے لیے مکان بنادوں جائیداد بنادوں لیکن کافر کی سوچ صرف پیدا ہونے سے لیکر مرنے تک ہے۔

مسلمان کی سوچ جنت و دوزخ کی انتہاء تک ہے:

لیکن مسلمان کی سوچ جو ہے وہ صرف مرنے پر ختم نہیں ہوتی اس کی سوچ جو

ہے وہ مرنے کے بعد کی بھی ہے قبر کی زندگی کے متعلق بھی ہے۔
حشر کے متعلق بھی ہے آگے جنت و دوزخ کی انتہاء تک ہے۔ ہماری سوچ اتنی وسیع ہے ہم جہاں دنیا میں بچوں کے لیے رہنے پہننے، کھانے پینے کا انتظام کرتے ہیں۔ ہمیں اس بات کو بھی ساتھ سوچنا چاہیے کہ مرنے کے بعد ان کی قبر حشر کے اندر بھی ان کے لیے راحت ہو اور ان کو آخرت کی تکلیف سے بچانے کی بھی فکر ہو۔ مسلمان کی سوچ موت سے آگے تک جاتی ہے اس لیے مسلمان وسیع النظر ہے کافر تنگ نظر ہے موت تک دیکھتا ہے آگے اسے کچھ معلوم نہیں مسلمان کی نظر بہت وسیع ہونی چاہیے تو بچوں کے لیے دنیا کی فکر کے ساتھ ساتھ یہ فکر بھی کرنی چاہیے کہ مرنے کے بعد ان کی قبر کی زندگی بھی اچھی ہو اور جب قیامت قائم ہو تو اللہ کے سامنے سارے کے سارے پیش ہونگے تو آخرت میں بھی ان کا معاملہ ٹھیک رہے۔ صرف روٹی کپڑے مکان کی فکر نہ کیا کرو بلکہ ان کے دین کی بھی فکر کیا کرو۔ مرنے کے بعد کے بارے میں بھی سوچنا چاہیے اور وہ صورت یہی ہے کہ ان کو دینی علم پڑھاؤ۔

دینی کتابیں مطالعے کے لیے دو، دینی شخصیات کے ساتھ ان کا تعلق قائم کرواؤ تا کہ ان کا ایمان محفوظ رہے اور ان کی آخرت بھی بنے۔ اس لیے یہ مدارس جو ہیں آپ کو دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کی یاد بھی دلاتے ہیں اور آخرت کی ضروریات کو بھی پورا کرتے ہیں ہر لحاظ سے یہ قابل قدر ہیں۔

مبارکباد کے مستحق حضرات:

تو مبارکباد ان بچیوں کو جن کو چنا ہے اللہ تعالیٰ نے اس علم کے لیے اور مبارکباد کے مستحق ہیں وہ اہل مدارس جو اس کا انتظام کرتے ہیں اور اسی طرح سے مبارک ہے ان لوگوں کے لیے جو ان کا تعاون کر کے ان کی ضروریات کو مہیا کرتے ہیں سارے کے سارے ہی مبارک باد کے مستحق ہیں۔

طالبات کا نصاب تعلیم:

یہ ابتدائی کلمات میں نے صرف مدارس کی اور تعلیم کی اہمیت کے بارے میں عرض کر دیئے۔ باقی یہ کتاب ہمارے سلسلہ تعلیم میں آخری کتاب سمجھی جاتی ہے آخری سال ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں حدیث شریف کا اور حدیث شریف کی ساری کتابیں پڑھائی جاتیں ہیں طلباء کو تو اول سے لیکر آخر تک مکمل کر وایا جاتا ہے...... طالبات کے لیے نصاب میں ہمارے بزرگوں نے کچھ اختصار کیا ہے ان کے لیے اتنی کتابیں نہیں پڑھائی جاتیں جتنی طلباء کے لیے پڑھائی جاتی ہیں۔ اس طرح سے بخاری بھی ان کی اوّل سے لیکر آخر تک مکمل نہیں ہوتی بلکہ کچھ حصہ اوّل میں اور کچھ حصہ جلد ثانی میں سے طالبات کو پڑھایا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ عنوان ان کیلیے بھی دورے کے اختتام کا ہے اس لیے یہ عنوان اختیار کرلیا جاتا ہے۔ بخاری شریف کا اختتام ورنہ بخاری شریف کا اختتام اصل کے اعتبار سے طلباء کے لیے ہوتا ہے۔

کتاب نکاح کی آخری روایت کا تذکرہ:

طالبات کے لیے نہیں طالبات نے کتاب کو اول سے لیکر آخر تک مکمل نہیں پڑھا مثلاً یہ جلد جو میرے سامنے رکھی ہوئی ہے۔ جہاں تک ان کا سبق ختم ہوا وہ کتاب النکاح کی آخری روایت ہے جو میں نے آپ کے سامنے پڑھی کہ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ''کتاب تیمم'' میں جس طرح سے آتا ہے تو یہاں عنوان اختیار کیا گیا ہے

کہ باپ تنبیہ کے طور پر اپنی بیٹی کو مار بھی سکتا ہے اور اس کے اوپر سختی بھی کر سکتا ہے۔ آخری روایت کے اندر اس قسم کا تذکرہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ا۔۔ کوتاہی پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹ پلائی تھی ان کو ڈانٹا تھا یہ روایت میں تذکرہ ہے۔ تو باپ اور بیٹی کا تعلق آپس میں بیٹی کسی قسم کی کمی کوتاہی

کرے تو باپ کو عتاب کرنے کا حق ہے۔

یہ کتاب النکاح کی آخری روایت ہے۔ شروع سے لیکر یہاں تک ان کو یہ کتاب پڑھائی گئی اور اس طرح سے پہلی جلد میں سے بھی کچھ حصہ پڑھایا گیا اور صحیح طور پر جو بخاری کا اختتام ہے جو عام طور پر آپ سنتے رہتے ہیں تو تبرکاً وہی روایت ہم اس مجلس میں پڑھ دیا کرتے ہیں۔

بخاری کی آخری حدیث کا درس:

صورۃً اختتام جس روایت پر ہوتا ہے۔ وہ سرور کائنات ﷺ کا یہ قول جو آپ کے سامنے پڑھا گیا۔ اور اس کے اوپر حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ الباب رکھا ہے وزن اعمال کا۔ مختصر سی بات اس کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔

اس دنیا میں ہم کھیتی باڑی کا کام کرتے ہیں۔ جس کو ہم مزارعت کہتے ہیں اور کھیتی باڑی کرنے سے ہماری ضروریات مہیا ہوتی ہیں۔ ہماری غذا مہیا ہوتی ہے۔ زمین ہے زمین کے اوپر ہم محنت کرتے ہیں، کیڑوں سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں، تو اس ہماری کھیتی باڑی کا نتیجہ ہمارے سامنے جو آتا ہے وہ وزن کے ساتھ ہی آتا ہے گندم آپ نے بوئی محنت آپ نے کی آپ سے کوئی پوچھے کہ آپ نے گندم بوئی تھی محنت کی تھی کیا حاصل ہوا آپ کہیں گے پانچ سو من گندم حاصل ہوئی۔ پانچ سو من یہ وزن نمایاں ہو گیا۔

گویا کہ آپ کی محنت کا نتیجہ وزن کی صورت میں نمایاں ہو گیا۔ کپاس آپ نے اتنی ایکڑ بوئی تھی۔ آپ کی محنت کا کیا نتیجہ نکلا کوئی کہے گا کہ ہزار من کپاس حاصل ہوئی کوئی کہے گا پانچ سو من کپاس حاصل ہوئی۔ گویا کہ اس محنت کے نتیجے میں وزن کے حساب سے انسان اپنی آمدنی کا ذکر کرتا ہے۔ وزن کے ساتھ اس کی محنت کا نتیجہ اس کے سامنے آتا ہے۔ گنا بویا تھا کتنی شکر بنائی کتنا گڑ ہوا۔ اور اس کو وزن کے ساتھ ہم ذکر کرتے ہیں کہ اتنے من گڑ پیدا ہو گیا، اتنے من شکر ہو گئی

اتنے من چینی بن گئی تو اس زراعت کا نتیجہ ہمارے سامنے وزن ہی کی شکل میں آتا ہے۔ بالکل اسی طرح سے جس طرح سے یہ ظاہری زراعت ہے جس سے ہم دنیا میں فائدہ اٹھاتے ہیں۔

حدیث شریف میں جیسے آتا ہے ''اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ'' (احیاء علوم الدین ۱۹/۴۔ معناہ صحیح، کشف الخفاء ۱/۴۱۲) یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے ایک کھیتی ہم آخرت کے لیے بھی کرتے ہیں جیسا آپ یہاں بوئیں گے ویسا ہی آخرت میں کاٹیں گے اس کا نتیجہ سامنے آئے گا۔ اگر آپ نے نیکی کی ہے نیکی کی محنت کی ہے اس کا نتیجہ سامنے آئے گا۔ اور کسی نے اپنی نالائقی اور بے وقوفی کے ساتھ کام کیا ہے۔ تو اس کا نتیجہ سامنے آئے گا تو اس زراعت کا جو زراعت آخرت کے لیے آپ نے کی اس کا نتیجہ بھی وزن کی ہی صورت میں سامنے آئے گا اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے آخر میں وزن اعمال کا باب رکھ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ انسان کی محنت کا خلاصہ اور اس کی ساری محنت کا حاصل اعمال کے وزن کے ساتھ قیامت کے دن نمایاں ہوگا۔

قیامت کے دن انسان کے قول وعلم کو تولا جائے گا:

اللہ قیامت کے دن میزان رکھیں گے۔ جس میں انسان کے اقوال واعمال کو تولا جائے گا۔ اس تولنے کے ساتھ خیر وشر کا فرق واضح ہو جائیگا۔ اور انسان کے سامنے آجائیگا کہ اس نے جو محنت کی تھی اس کا نتیجہ کیا نکلا۔ وزن اعمال کے ساتھ انسان کی ساری زندگی کا خلاصہ اس کے سامنے آجائیگا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم انصاف کا ترازو قیامت کے دن رکھیں گے اور بنی آدم کے اعمال بھی تولے جائیں گے اور زبان کا قول بھی تولا جائے گا۔

لفظ قسط کی تشریح:

آگے جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت ہے کہ مناسبت کے طور پر معنی ذکر کرتے ہیں۔ یہ طالبات کے لیے بات ہو رہی ہے جن کا یہ سبق ہے کہ یہ "قسطاس" لفظ چونکہ "موازین القسط" کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ تو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو ذکر کر دیا۔ "قسطاس" عدل کو کہتے ہیں رومی زبان میں اور عربی میں بھی یہ لفظ میزان یا انصاف کے لیے بولا جاتا ہے گویا کہ رومی زبان میں بھی اس کا یہی معنی ہے اور عربی زبان میں بھی اس کا یہی معنی ہے۔ دونوں میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔ قسط باب افعال سے آئے تو انصاف کے معنی میں ہے مجرد سے ہو تو یہ ظلم کے معنی میں ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے "وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا" (سورہ جن: ۱۵) اور دوسری جگہ ہے "اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ" (مائدہ: ۴۲۔ حجرات: ۹۔ ممتحنہ: ۸) قسط اصل کے اعتبار سے حصے کو کہتے ہیں اور اس کے ساتھ انصاف اور ظلم دونوں باتیں جڑ سکتی ہیں۔ دوسرے کے حصے پر قبضہ کرنا یہ ظلم بن جاتا ہے اور اپنا حصہ لینا دوسرے کا حصہ دوسرے کو دینا اس میں انصاف والی بات آجاتی ہے۔ تو گویا کہ اس لفظ کا تعلق دونوں صورتوں کے ساتھ ہی ہے۔ اس میں ظلم والا معنی بھی آجاتا ہے انصاف والا معنی بھی آجاتا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین کے اقوال سے استدلال کرنا:

"مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا" یہ ساری صحیح بخاری میں طلباء و طالبات پڑھتے ہیں کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو مسئلہ ذکر کرتے ہیں اس مسئلے کو ثابت کرنے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال بھی لاتے ہیں اور تابعین کے اقوال بھی لاتے ہیں۔ یہ مجاھد رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں۔ ان کا قول نقل کیا اس بات کی طرف اشارہ کرنے کیلیے کہ جیسے قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے حدیث ضروری ہے اسی طرح سے حدیث کو حل

کرنے کے لیے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال اور تابعین رحمہم اللہ کے اقوال بھی لیے جاتے ہیں۔ یہ کہنا کہ حجت صرف کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ ہے یہ زیادتی ہے۔ صحابہ رحمہ اللہ اور تابعین رحمہم اللہ کے اقوال کے ساتھ بھی مسئلہ کو سمجھا جاتا ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ ان کے قول کو بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

آگے امام بخاری رحمہ اللہ نے آخری حدیث نقل کی ہے جس میں آیا کہ دو کلمے رحمان کو بہت پسند ہیں۔ اللہ کے اسماء میں سے لفظ رحمٰن کو لیا گویا کہ ان کلمات کے پڑھنے سے اللہ کی رحمت جوش میں آتی ہے اور زبان کے اوپر بڑے ہلکے پھلکے ہیں۔"خفیفتان علی اللسان" لیکن جب میزان میں رکھے جائیں گے تو بہت وزنی ہونگے "ثقیلتان فی المیزان"۔تو "ثقیلتان فی المیزان" سے اشارہ اس بات کی طرف ہوگیا۔

کہ یہ کلمات تولے جائیں گے۔جب کلمات کے تولنے کا ذکر آگیا تو اعمال کا تولنا بھی ثابت ہوگیا جو وزن کا قائل ہے وہ قول وفعل دونوں کا قائل ہے۔جو منکر ہے دونوں کا منکر ہے اس لیے ایک کی دلیل دوسرے کی دلیل بن جاتی ہے۔تو یہاں کلمات کے وزن کا ذکر آگیا تو یہی دلیل بنے گی کہ عمل بھی تولے جائیں گے اور کلمات یہ ہیں۔"سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم" بہت آسان اور بہت ہلکے پھلکے ہیں۔ لیکن رحمٰن کو بہت محبوب ہیں۔قیامت کے دن میزان کے اندر ان کو رکھا جائے گا تو بہت وزنی ثابت ہونگے۔

تسبیح وتحمید کی فضیلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی:

اس تسبیح وتحمید کی اللہ کے نزدیک اور اللہ کے رسول کے نزدیک قدر کس طرح سے ہے۔ہم ان کی قدر نہیں پہچانتے سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

"لَئِنْ اَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ

اَكْبَرُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ" (مسلم ۳۴۵۲، مشکوۃ ۲۰۰)

میرا بول دینا اپنی زبان سے "سبحان الله والحمدلله ولااله الاالله والله اکبر" مجھے ان سب چیزوں کے مقابلے میں زیادہ محبوب ہے جن کے اوپر سورج چمکتا ہے۔ اب آپ اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان کلمات کی کیا قدر ہے۔

تسبیح وتحمید کی فضیلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی:

جب آپ ﷺ معراج سے واپس تشریف لائے تھے۔ تو جہاں اور بہت ساری باتیں رسول اللہ ﷺ نے بتائیں۔ وہاں ایک بات یہ بھی بتائی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اپنی امت کو میرا اسلام کہنا۔ (آپ بھی علیہ السلام کہہ لیجئے)۔ رسول اللہ ﷺ نے وہ سلام پہنچایا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بات امت تک پہنچائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ اپنی امت کو میرا اسلام کہنا اور ان کو یہ بتا دینا "سبحان الله والحمد لله ولااله الاالله والله اکبر" یہ جنت کے درخت ہیں (مشکوۃ ۲۰۲۔ ترمذی ۱۸۴/۲) ایک دفعہ پڑھو گے تمہارے حصے میں ایک درخت لگ جائے گا۔ دو دفعہ پڑھو گے دو درخت لگ جائیں گے۔

جتنا ان کلمات کو پڑھتے چلے جاؤ گے جنت کے اندر تمہارے حصے میں باغات لگتے چلے جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ پیغام اپنی امت کو پہنچایا اور رسول اللہ ﷺ نے تسبیح وتحمید کی اہمیت اتنی واضح کی ہے۔

حضور ﷺ کا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تسبیح کی تلقین کرنا:

آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹیاں چار تھیں۔ لیکن تین آپ ﷺ کی زندگی میں فوت ہو گئیں تھیں۔ بعد میں صرف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا باقی رہ گئی تھیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کی ساری محبت اولاد والی انہی کے ساتھ تھی۔ ان

کا واقعہ آتا ہے حدیث شریف میں (یہ بات خاص طور پر بچیوں کے لیے کہہ رہا ہوں) گھر کا کام وہ خود کرتی تھیں۔

محنت مشقت خود برداشت کرتی تھیں۔ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا کہ آپ رضی اللہ عنہا کے ابا کے پاس غلام آتے ہیں اور وہ تقسیم کرتے ہیں لوگوں کو خدمت کے لئے۔آپ رضی اللہ عنہا بھی کہیں کہ آپ رضی اللہ عنہا کو بھی ایک خادم دیدیں۔ جو گھر میں آپ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تعاون کرلیا کرے۔تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گئیں۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہیں تھے۔تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اپنا مطلب واضح کر کے واپس آگئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور جا کر پوچھا آپ رضی اللہ عنہا کیسے گئی تھیں۔انہوں نے بتایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی بات نہ بتادوں جو خادم کے مقابلے میں زیادہ اچھی ہے فرمایا سوتے وقت (یہ یاد رکھنا تسبیح فاطمہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بچی کو تلقین کی تھی۔ وہ سوتے وقت ہے)سوتے وقت کام کاج سے فارغ ہو کر جب آرام کرنے لگو تو

- ۳۳ دفعہ "سبحان اللہ"......
- ۳۳ دفعہ "الحمدللہ"......
- اور ۳۳ دفعہ "اللہ اکبر"......

پڑھ لیا کرو یہ تمھارے لیے خادم کے مقابلے میں زیادہ اچھا ہے (مشکوۃ ۲۰۹ وبخاری ص ۴۳۹/۱۔ ابوداؤد ۶۴/۲) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کو خادم نہیں دیا۔بلکہ ذکر بتادیا تو اس کی اہمیت اس طرح سے واضح ہو جاتی ہے کہ بیٹی کے لیے کتنا بڑا تحفہ دیا۔

تسبیح فاطمہ کا فائدہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ پھر ہم نے اس ذکر کی ایسی پابندی کی کہ کبھی ناغہ نہیں کیا۔ کسی نے پوچھا صفین میں جو جنگ تھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اس رات بھی ناغہ نہیں کیا۔ تو فرمایا "وَلَا لَیْلَةَ صِفِّیْنَ" میں نے اس رات بھی ناغہ نہیں کیا (بخاری ۸۰۸۔ مسلم ۲/۳۵۱) کتنی پابندی کے ساتھ اسکو پڑھتے تھے۔ اور علماء نے لکھا ہے کہ مزدور اور محنتی لوگ جو سارا دن محنت اور مزدوری کرتے ہیں۔ وہ اس بات کا تجربہ کر کے دیکھیں۔ اگر سوتے وقت تسبیح پڑھ لیا کریں تو ان کی طبیعت میں بشاشت آئے گی۔ اس کے پڑھنے سے تھکاوٹ اتر جاتی ہے اور انسان کی قوت بحال ہو جاتی ہے اس کا تجربہ کر کے دیکھیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہاجرین کو تسبیح وتحمید کی تلقین کرنا:

اور ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو بھی تلقین کی پانچوں نمازوں کے بعد یہ پڑھنے کی اور اس کا بھی شانِ ورود حدیث میں آتا ہے کہ مہاجرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے جا کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! ہم ایسی قوم کے درمیان ہیں جو اتنا احسان ہم پر کرتے ہیں کہ جتنا احسان کبھی کسی نے نہیں کیا۔ اب ہم اگر ان کے ساتھ نیکی میں مقابلہ کرنا چاہیں تو کیسے کر سکتے ہیں۔ یہ غلام آزاد کرتے ہیں۔ ہم کر نہیں سکتے۔ یہ صدقہ خیرات کرتے ہیں' ہم کر نہیں سکتے' زکوۃ دیتے ہیں' ہم دے نہیں سکتے' لٹے پٹے ہوئے آئے ہیں تو ان کے ساتھ نیکی میں مقابلہ کرنے کی کیا صورت ہے یہ تو ہم سے بہت آگے نکل جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی چیز بتا دیتا ہوں کہ اگر تم پڑھو گے تو تم ان سے بھی آگے نکل جاؤ گے۔ تو وہ مہاجرین خوش ہو گئے حدیث شریف میں قصہ آتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نماز کے بعد

- ۳۳ دفعہ "سبحان اللہ"......

- ۳۳ دفعہ "الحمد اللہ"......
- ۳۳ دفعہ "اللہ اکبر"......

پڑھ لیا کرو تم ان سے بھی آگے نکل جاؤ گے۔ جس پر علماء نے لکھا ہے جو لوگ صدقہ خیرات نہیں کر سکتے یا ان کے پاس وسعت نہیں ہے اگر وہ اس تسبیح کی پابندی کر لیا کریں تو صدقہ و خیرات کی کمی کی تلافی اس کے ساتھ ہو جاتی ہے مہاجرین خوش ہو گئے انصار نے سنا کہ مہاجرین کو حضور ﷺ نے ذکر بتایا ہے تو انہوں نے بھی یہ پڑھنا شروع کر دیا تو اس میں پھر برابری ہو گئی۔ تو پھر وہ کہنے لگ گئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا "ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَشَاءُ"(بھئی! اب یہ اللہ کا فضل ہے۔ وہ جس کو چاہے دیدے (مسلم ۱/۲۱۹۔ مشکوۃ ۸۹) اگر نیکی کے اسباب کسی کے لیے زیادہ مہیا ہو جائیں یہ اللہ کا فضل ہے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اپنی پیاری محبوبہ بیٹی کو یہی ذکر سکھایا ہے اور مہاجرین کو بھی نیکیوں میں کمی کی تلافی کے لیے بھی یہی ذکر سکھایا ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تسبیح بہت اہم ہے۔ اور ہمیں اس کی پابندی کرنی چاہیے۔ ہر نماز کے بعد ۳۳ دفعہ "سبحان اللہ" ۳۳ دفعہ "الحمد اللہ" ۳۳ دفعہ "اللہ اکبر" اور سوتے وقت اس کو پڑھا جائے تو دن بھر کے کام کی تھکاوٹ اس کے ساتھ دور ہو جاتی ہے اتنی اہم ہے۔

صحیح بخاری کا اختتام بھی تسبیح وتحمید پر ہے:

تو حضرت امام بخاری ؒ نے اپنی کتاب کے آخر میں تسبیح کی فضیلت بیان کر کے گویا کہ ترغیب دیدی اللہ کے ذکر کی کہ اس کی پابندی کرو۔ یہ اللہ کے بڑے محبوب کلمات ہیں تسبیح وتحمید کے ان کی پابندی کرو گے تو اللہ کی رحمت حاصل ہو گی اور قیامت کے دن اعمال کے اندر وزن نمایاں ہوگا۔

تو حضرت امام بخاری ؒ نے اپنی کتاب کا اختتام اس پر کیا تو صحیح اختتام تو

اسی روایت پر ہے باقی بچیوں کی تعلیم کا اختتام جلد ثانی کا اُس کتاب النکاح کی آخری روایت پر ہوگیا تھا جس کو میں نے آپ کے سامنے ذکر کیا ہے۔اللہ ہم سب کو صحیح بخاری کی برکات نصیب فرمائے۔ اور ہمیں اس کی تعلیمات کے مطابق عمل کی توفیق دے۔اور اس ذکر کی بھی توفیق دے جس کی امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کے آخر میں ترغیب دی ہے۔

حضرت حکیم العصر مدظلہ کا سلسلہ سند اور طالبات کو اجازت حدیث:

ایک بات آخری جو طالبات کے لیے کہہ رہا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ فن حدیث میں سند کی بہت اہمیت ہے۔اصل سند آپ کی اس استاد سے ہے جس نے آپ کو پڑھایا یہ سلسلۃ الدرس کہلاتا ہے۔اصل سند اسی کی طرف سے ہوتی ہے جس کے ساتھ ہمارا سلسلہ علمی حضور ﷺ کے ساتھ جڑتا ہے اس لیے جب ہم حدیث پڑھانی شروع کرتے ہیں۔تو یہ لفظ بولتے ہیں۔بالسند المتصل؛ ہم اپنی سند متصل کرتے ہیں۔سند متصل کا معنی یہ ہے کہ میرا فلاں استاد،اس کا فلاں استاد، اس کا فلاں استاد اور یہ سند رسول اللہ ﷺ تک ہمیں معلوم ہوتی ہے اس کو سند متصل کہتے ہیں تو اصل سند تو وہ ہے جو آپ کے استاد دیں گے۔

جنہوں نے آپ کو پڑھایا ہے۔باقی تبرکاً سند لینے دینے کا رواج اس فن کے اندر ابتداء سے چلا آرہا ہے تو میں آپ کی خدمت میں عرض کر رہا ہوں کہ میرا سلسلۃ الدرس تو حضرت مولانا عبدالخالق صاحب رحمہ اللہ، مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ہے۔حضرت مولانا علی محمد صاحب رحمہ اللہ دارالعلوم کبیروالہ میں مہتمم بھی ہوئے شیخ الحدیث بھی ہوئے میں نے ان سے سنن ابی داؤد پڑھی تھی اور مولانا محمد ابراہیم تونسوی رحمہ اللہ تھے۔فاضل دیوبندان سے میں سنن نسائی ابن ماجہ اور طحاوی پڑھی تھی۔اور یہ دونوں شاگرد تھے۔حضرت حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے جو صحیح معنی میں شیخ العرب والعجم تھے۔

اس لفظ کو کسی دوسرے کے لیے استعمال کر کے لفظوں کی شان کو گھٹانا نہیں چاہیئے۔ہمیں تو شیخ العرب والعجم کے پاؤں کی گرد اور دھول اگر نصیب ہو جائے تو ہمارے لیے سعادت ہے۔ہم کہاں سے شیخ العرب والعجم آ گئے شیخ العرب والعجم حقیقی طور پر تھے حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ جن کو اللہ نے موقع دیا تھا کہ مسجد نبوی میں بیٹھ کر بھی برس ہا برس تک حدیث پڑھائی۔اور پھر ہندوستان میں دیوبند کی مسند کے اوپر بیٹھ کر بھی برس ہا برس حدیث پڑھائی تو وہ تھے صحیح طور پر شیخ العرب والعجم۔ہم تو اگر ان کے نام کے ساتھ بھی نسبت رکھتے ہیں تو یہ بھی ہمارے لیے بہت بڑی سعادت ہے۔

اور آگے شیخ محمود رحمۃ اللہ علیہ یہ مولانا فضل الدین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے اور مولانا عبدالخالق رحمۃ اللہ علیہ یہ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے وہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے آگے سند سب کو معلوم ہے تو اپنی اس سند کے ساتھ بھی میں آپ کو روایت حدیث کی اجازت دیتا ہوں۔اللہ تعالیٰ اس نسبت کو آپ کے لیے میرے لیے سب کے لیے مبارک کرے اور اکابر کے صدقے اللہ اس دین کی خدمت کے لیے قبول فرمائے۔(آمین)

واخر دعونا ان الحمد اللہ رب العالمین.

مدارس اور علماء حق

بموقع: اختتام بخاری

بمقام: جامعہ امدادیہ حبیب المدارس پاکی والا، علی پور

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ. وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَمَّا بَعْدُ فَبِا السَّنَدِ الْمُتَّصِلِ مِنَّا اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ فِى الْحَدِيْثِ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِيْلَ الْبُخَارِىْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ

بَابُ قَوْلِ اللّٰهِ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ وَاَنَّ اَعْمَالَ بَنِىْ اٰدَمَ وَقَوْلَهُمْ يُوْزَنُ وَقَالَ مُجَاهِدٌ الْقِسْطَاسُ الْعَدْلُ بِالرُّوْمِيَّةِ وَيُقَالُ الْقِسْطُ مَصْدَرُ الْمُقْسِطِ وَهُوَ الْعَادِلُ وَاَمَّا الْقَاسِطُ فَهُوَ الْجَائِرُ.

بِهٖ قَالَ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَشْكَاب قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ اَبِىْ زُرْعَةَ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهُمْ قَالَ قَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلِمَتَانِ حَبِيْبَتَانِ اِلَى الرَّحْمٰنِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيْلَتَانِ فِى الْمِيْزَانِ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّىْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَيْهِ.

❀❀❀

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سارے حضرات پڑھ لیں

سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم،

مدرسہ ایک میٹھا چشمہ:

حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ کا گلستان میں ایک قول ہے

کس نہ بیند کہ تشنگان حجاز
براب آب شور گرد آیند
ہر کجا چشمہ بود شیریں
مردم ومرغ و مورد گرد آیند

معنی ان الفاظ کا یہ ہے کہ حجاز مقدس جس میں پانی نہیں ملتا تھا اگر کہیں کڑوے پانی کا چشمہ ہو تو حجاز کے پیاسے کبھی بھی اس چشمہ پر جمع نہیں ہوتے کسی نے نہیں دیکھا کہ حجاز کے پیاسے کڑوے پانی کے اردگرد جمع ہوئے ہوں۔

ہر کجا کہ چشم بود شیریں اور جہاں میٹھے پانی کا چشمہ ہوتا ہے اور وہاں کہتے ہیں پرندے کیا، چیونٹیاں کیا، سانپ کیا سارے کے سارے اس میٹھے پانی پے جمع ہوتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ جب یہاں آنا ہوتا ہے تو آنے کے لیے جو مشقت اٹھانی پڑتی ہے جیسے یہ دیہاتی علاقہ ہے یہ مجمع دیکھ کر اور مدرسے کی آبادی دیکھ کر یقین کرنا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان علاقہ والوں پر رحم کرتے ہوئے، کرم کرتے ہوئے یہ ایک چشمہ شیریں جاری کیا ہوا ہے۔ یہ ایک میٹھا چشمہ ہے اس لیے کہاں کہاں سے طلبہ یہاں پڑھنے کے لیے آتے ہیں اور کہاں کہاں سے آپ حضرات یہاں دین کی باتیں سننے کے

لیے آتے ہیں ورنہ دیہات کا دور دراز کا علاقہ آنے کی مشکلات آپ سب حضرات کے سامنے ہیں۔ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ یہ چشمہ شیریں ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ مقبول ہے اور یہ اللہ کی شان ہے دارالعلوم کبیر والہ اب مرکزی مدرسہ ہے اور بہت بڑی اس میں تعداد ہوتی ہے۔

جب حضرت مولانا عبدالخالق رحمہ اللہ وہاں منتقل ہوئے تھے تو نہ کوئی سڑک جاتی تھی کبیر والہ کو اس وقت مدرسہ بہت کسمپرسی کی حالت میں شروع ہوا دارالعلوم کبیر والہ کی ابتداء ہم نے درختوں کے نیچے بیٹھ کر کی تھی اور آج کتنا بڑا تناور درخت بن گیا اور اس طرح سے دوسرے مدارس ہیں جہاں یہ شروع ہوئے بہت تنگدستی اور کسمپرسی کی حالت میں لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں برکت دی اسی طرح سے یہ جوان ہوتے ہیں۔ اس لیے جو بے وقوف یہ سوچتے ہیں کہ اس ملک میں دین کو مٹایا جاسکتا ہے، دین کو نکالا جاسکتا ہے وہ کسی احمق کی جنت میں بستے ہیں انکی یہ آرزو کسی وقت بھی پوری نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اس سلسلے کو بڑھائے گا اور ان بزرگوں کی سرپرستی میں انشاء اللہ العزیز یہ مدارس دن بدن ترقی بھی کریں گے اور علم کی اشاعت کا فائدہ بھی ہوگا اور آپ سب حضرات کا فرض ہے کہ آپ ان لوگوں کا احسان مانیں اور ان کے ساتھ تعاون کریں۔

سب سے بڑا سخی کون؟

حدیث شریف میں آتا ہے سرور کائنات ﷺ نے ایک دفعہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت میں فرمایا

هَلْ تَدْرُوْنَ مَنْ اَجْوَدُ جُوْدًا

تمہیں پتہ ہے سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ سخاوت کے اعتبار سے سب سے زیادہ کون ہے؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم جس طرح ادب کے ساتھ جواب دیا کرتے تھے کہ اللہ اور اللہ کے رسول بہتر جانتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ اجود جودا سب سے زیادہ جود اللہ کے لیے ہی ثابت ہے، سب سے زیادہ سخی اللہ ہے جس سے اسکی مخلوق کو اتنے

فوائد پہنچ رہے ہیں اور پھر فرمایا ثم انا اجود بنی آدم پھر آدم کی اولاد میں سے میں سب سے زیادہ صاحب جود ہوں، سب سے زیادہ سخی ہوں اپنے متعلق فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ کے بعد اللہ کی مخلوق کو سب سے زیادہ فائدہ میری ذات سے پہنچتا ہے۔ تفصیل میں میں جانہیں سکتا وقت بھی تنگ ہے اور حالات بھی سازگار نہیں ہیں اور پھر فرمایا ثم اجود بنی آدم رجل عالم علما فنشر پھر آدم کی اولاد میں سے سب سے زیادہ سخی صاحب جود وہ شخص ہے جو علم دین کو حاصل کرتا ہے پھر اس کو پھیلاتا ہے۔ علم دین کو پھیلانا گویا رسول اللہ ﷺ کے نزدیک یہ بہت بڑی سخاوت ہے اور جو علم پھیلاتا ہے وہ لوگوں کے اوپر بہت بڑا احسان کرتا ہے

علماء کی اہمیت وعظمت:

لوگوں کو چاہیے کہ وہ ان لوگوں کی قدر کریں اور ان کے خلاف جس قسم کی خرافات آج کل ٹی وی میں اور دوسری چیزوں میں کی جارہی ہیں اور داڑھی کا مذاق اڑایا جارہا ہے، پردے کا مذاق اڑایا جارہا ہے، مولوی کا مذاق اڑایا جارہا ہے آپ ان لوگوں سے متاثر نہ ہوں یہ سب شیطانوں کا ٹولہ ہے۔ اور آپ کا تعلق اگر اس طبقے سے ٹوٹ گیا تو کسی صورت میں بھی آپ کا ایمان محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ایمان اگر محفوظ ہوگا تو ان لوگوں کے ساتھ تعلق کی بنا پر ہی محفوظ ہوگا اگر ان سے آپ کا تعلق ٹوٹ گیا تو ایسی صورت میں سمجھ لیجئے کہ آپ ایمان سے محروم ہوجائیں گے۔ یہ شیطانی ذرائع اور یہ شیطان لوگ جو مسلط ہیں انکا پروگرام یہی ہے کہ آپ حضرات کو ایمان سے محروم کردیں، حیاء سے محروم کردیں اس لیے یہ پوری قوت کے ساتھ لگے ہوئے ہیں لیکن انشاء اللہ العزیز اہل حق کی محنت اور ان اولیاء اللہ کی سرپرستی اور آپ حضرات کا تعاون اگر اسی طرح سے جاری رہا یہ شیطان سارے کے سارے سر پٹا کر ختم ہوجائیں گے اور انشاء اللہ العزیز اللہ کا نام باقی رہے گا جب تک اللہ نے دنیا کو باقی رکھنا ہے یہ سلسلہ باقی رہے گا اور جب دنیا ختم کرنے کا ارادہ ہوگا پھر یہ لوگ ختم ہوجائیں گے تو اس کے بعد

دنیا ویران ہو جائیگی اس لیے ان مدارس کی قدر کیجئے۔ یہ چند الفاظ ابتداء میں آپ کے سامنے موقع محل کے مطابق بول دیئے۔

ختم بخاری حل مشکلات کا ذریعہ ہے:

یہ کتاب جو میرے سامنے رکھی ہوئی ہے اس کے مؤلف ہیں امیر المومنین محمد بن اسمعیل بخاری رحمہ اللہ یہ انکی جمع کردہ کتاب ہے اور کتب حدیث میں یہ اعلی درجے کی کتاب ہے صحت کے اعتبار سے سب سے زیادہ اعلیٰ درجے کی کتاب ہے۔ مدارس میں حدیث کی کتابیں جتنی پڑھائی جاتیں ہیں ان سب میں فوقیت اس کو حاصل ہے۔

بزرگوں کا ایک تجربہ ہے یہ کوئی قرآن وحدیث کا مسئلہ نہیں تجربہ ہے کہ ختم بخاری حل مشکلات کا ذریعہ ہے اور پرانے زمانے سے اکابر میں سلسلہ چلا آرہا ہے جب کوئی پریشانی پیش آتی تھی یا کوئی مشکل پیش آتی تھی تو صحیح بخاری کی تلاوت کرتے، تلاوت کرنے کے بعد پھر اللہ سے دعا کرتے تو یہ بھی قبولیت دعاء کا ایک وسیلہ تھا اور اسکے ساتھ دعاء قبول ہوتی تو ختم بخاری پر دعاء کا قبول ہونا یہ اکابر کے معمول میں تجربے کی بات ہے یہ کوئی قرآن وحدیث کا مسئلہ نہیں ہے یہ تجربہ ہے۔ اس لیے یہ حضرات مدارس والے جب سارا سال صحیح بخاری پڑھتے ہیں تو اختتام پر آپ حضرات کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ اس خاتمے میں آپ بھی شریک ہو جائیں اور اس دعاء سے آپ بھی برکت حاصل کریں اس لیے آپ کو ان مجالس میں آنا اپنے لیے باعث سعادت سمجھنا چاہیئے اور پوری رغبت کے ساتھ اس میں شریک ہونا چاہیئے۔ صحیح بخاری کے ختم کے بعد دعاء کی قبولیت یہ اکابر کے نزدیک تجربے سے ثابت ہے اور اس لیے یہ اہتمام کیا جاتا ہے۔

علماء کی علمی تقریر سمجھنا ہر آدمی کا کام نہیں:

اور پھر ساتھ ساتھ اس بہانے سے جیسے کہ حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ تقریر فرمارہے تھے نہایت علمی مسئلہ تھا لیکن بہت آسان انداز میں انہوں نے سمجھایا پھر بھی اہل علم کو تو اچھی طرح سے سمجھ میں آگیا عوام کو سمجھ میں نہیں آیا لیکن وہ اتنا تو سمجھ سکتے

ہیں کہ علم میں گہرائی بہت ہوتی ہے یہ بھی تو ایک فائدہ ہوتا ہے۔ اردو کا ایک رسالہ پڑھ کر انسان بیٹھ جاتا ہے مفتی بن کر اور بیٹھ جاتا ہے دین کے مسئلوں پر بحث کرنے ایسی بات نہیں ہے علم میں بہت گہرائی ہے۔ باقی اس قسم کی تقریریں عام مجمعوں کے اندر سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں لیکن ایک علمی عظمت ان کے ساتھ ضرور ثابت ہوجاتی ہے۔

تمہیں اپنی جہالت کا پتہ چل گیا:

مجھے یاد پڑتا ہے کہ پاکستان بننے سے پہلے شملہ میں ایک کانفرس تھی اور شملہ بھی ایسے ہی ہے جیسے کہ مری سرکاری دفاتر بھی گرمیوں میں وہاں چلے جایا کرتے تھے۔اس کانفرس میں سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اس قسم کے بڑے بڑے اکابر اس میں شریک ہوئے تھے۔ سید انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے علم میں پھیلاؤ بھی بہت تھا اور گہرائی بھی بہت تھی ان کی تقریر ہوئی اسی علمی انداز میں۔ اور یہ کوٹ پینٹ پہننے والے جو سمجھتے ہیں کہ انگریزی بول لینا ہی سب سے بڑی معراج ہے سمجھتے ہیں کہ جس کو انگریزی بولنی آجائے وہ سب سے بڑا عالم ہوتا ہے۔ یہ بعد میں تبصرے کرنے لگے کہ ایسی تقریر کا کیا فائدہ جو سمجھ میں نہ آئے یعنی ان پڑھے لکھے جاہلوں کو ان کی باتیں سمجھ میں نہ آئیں وہ سمجھتے ہیں کہ انگریزی پڑھ لینا یا ڈاکٹر بن جانا یا انجینئر بن جانا یہی کمال ہے۔ دین کی باتوں کو سمجھنے کی صلاحیت ان لوگوں میں نہیں تو یہ تبصرہ کیا اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ تک یہ بات پہنچ گئی تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے وعظ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ بعض لوگ سید انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کی تقریر کے متعلق کہتے ہیں کہ ایسی تقریر کا کیا فائدہ جو لوگوں کو سمجھ میں نہ آئے۔ حکیم الامت رحمہ اللہ فرمانے لگے کہ اس کا بہت بڑا فائدہ ہے کہ تم لوگوں کو اپنی جہالت کا پتہ چل گیا کہ تم علماء کی بات سمجھنے کے قابل بھی نہیں، ان کے مقابلے میں تم نے علم کا دعویٰ تو کیا کرنا ہے تم تو ان کی باتوں کو سمجھنے کی بھی صلاحیت نہیں رکھتے یہ تھوڑا فائدہ ہے؟ بہت بڑا فائدہ حاصل ہوگیا کہ تمہیں

اپنی جہالت کا پتہ چل گیا کہ تم ان کی باتیں سمجھ بھی نہیں سکتے۔ اس طرح سے جب علمی تقریریں ہوتی ہیں تو آپ اس کو اس انداز میں لیا کریں کہ واقعی ہمارے علماء، ہمارے مدارس کے فضلاء اور علماء احناف، مدرسین ان کے پاس اس قسم کے علم کی وسعت اور علم کی گہرائی ہے۔ یہ اردو کتابیں پڑھ کر، یہ اردو رسالے دیکھ کر جو اپنے آپ کو محقق اور مدقق سمجھ لیتے ہیں ان کے مقابلے میں وہ کوئی چیز نہیں ہیں۔ اس لیے ہرا یرا غیرا جو اردو کا رسالہ ہاتھ میں لیکر آپ کے سامنے آکر فتوے دینا شروع کردے اور آپ کے سامنے اس قسم کی باتیں کہنا شروع کردے۔ اس سے متاثر نہ ہوا کرو علم بہت عظیم چیز ہے اور اس کے لیے جان مارنی پڑتی ہے تب جاکر انسان کسی طرح سے اس میں کامیاب ہوتا ہے۔ علم دین ایسی چیز نہیں ہے کہ اردو کے پمفلٹ پڑھ کر آپ عالم بن جائیں اور پھر علماء اور مولویوں کے ساتھ ٹکر لینی شروع کردیں ایسی بات نہیں ہے۔ اس قسم کی تقریروں سے فائدہ یقیناً ہوتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا نرالا انداز:

حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کی ابتداء بدء الوحی سے کی تھی اور یہ انکا ایک عجیب نرالا انداز تھا۔ جسکی اہمیت پر ہم تقریر کیا کرتے ہیں افتتاح بخاری کے وقت کہ بدء الوحی کے ساتھ جو انہوں نے ابتداء کی ہے باقی محدثین میں سے کسی نے بھی یہ انداز اختیار نہیں کیا تو اس میں کیا فوائد ہیں، کس بات کی طرف اشارہ ہے اس پر بحث ابتداء میں ہوتی ہے۔

بہر حال ابتداء وحی سے کی ہے کیونکہ دین کی ابتداء وحی سے ہے۔ اخلاص کی تعلیم دی انما الاعمال بالنیات کے ساتھ اور پھر ایمان کا تذکرہ کیا، پھر علم کا ذکر کیا، پھر سارے احکام ذکر کئے عملی طور پر کتاب الطھارۃ ہے، کتاب الصلوۃ ہے، کتاب الزکوٰۃ ہے، پورا عملی دین، کتاب الجھاد ہے، کتاب المغازی ہے سب ذکر کرتے کرتے پھر آخر میں جاکر کتاب التوحید رکھی کیونکہ خاتمہ توحید پر ہی مناسب ہے

اور پھر کتاب التوحید کا اختتام وزنِ اعمال کی حدیث کے ساتھ کیا کیونکہ انسان کی عملی زندگی کا اصل نتیجہ جو ہے وہ وزنِ اعمال کے ساتھ ہی ظاہر ہوگا، عملی زندگی کا نتیجہ وزن اعمال کے ساتھ سامنے آئے گا آخر آخر میں جا کر یہ رکھی تو یہ عقیدہ واضح کر دیا اہل سنت الجماعت کا کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں کہتے ہیں کہ ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے اور پھر امام بخاری رحمہ اللہ اپنا عقیدہ ذکر کرتے ہیں کہ اعمال بنی آدم اور اقوال بنی آدم یہ تولے جائیں گے ان کا وزن کیا جائیگا، اللہ کے ہاں ترازو ہوگی اور ترازو کے اندر آپ کے اقوال بھی تولے جائیں گے اور اعمال بھی تولے جائیں گے۔ اقوال و اعمال کے تولے جانے کے بارے میں امم سابقہ میں بعض روشن خیال اس کا انکار کرتے تھے جو اپنے آپ کو سمجھتے تھے کہ ہم عقل مند ہیں اور عقل مند ہونے کی بناء پر جو بات عقل میں آئے گی ہم مانیں گے جو عقل میں نہیں آئے گی نہیں مانیں گے۔

آج اگر چہ معتزلہ کا فرقہ اس عنوان کے ساتھ معلوم نہیں کہ وہ معتزلہ کہلاتے ہوں لیکن جہاں تک معتزلہ والے ملاپ کا تعلق ہے یا معتزلہ والے طرزِ فکر کا تعلق ہے تو وہ آج بھی پورے زوروں پر ہے۔

لاشوں کو جلا دیا گیا:

آج بھی بعضے لوگ کہتے ہیں ابھی جو واقعہ پیش آیا اس میں آپ نے دیکھا کہ طالبات کی لاشوں کو جلا دیا گیا ایسا بربریت کا اظہار کیا گیا کہ خود عرفان صدیقی جو کالم لکھتا ہے اس نے یعنی یہ کسی مولوی کی بات نہیں ہے اس نے کہا کہ پوری تاریخ اس بارے میں خاموش ہے کہ ایسی بربریت کا کوئی واقعہ روئے زمین پر پیش نہیں آیا کسی اسلامی ملک میں نہیں وہ کہتے ہیں روئے زمین پر کسی ملک میں، کسی حکومت میں ایسی بربریت کا اور ظلم وستم اظہار نہیں ہوا جس قسم کے ظلم وستم کا اظہار یہاں اس ملک میں اس واقعہ کے اندر ہوا ہے کہ قرآن کریم پڑھنے والے طلبہ کو، طالبات کو کس قسم کے غلط پروپیگنڈے کر کے ان کو بدنام کیا گیا اور پھر کس طرح سے ان کو گولیوں سے چھلنی کیا

گیا۔ مذاکرات کامیاب نہیں ہونے دیئے آخر آخر وقت میں جو اعلانیہ جاری کیا تھا وفاق المدارس کے اکابرین نے مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ اور کئی حضرات اس میں تھے۔انہوں نے صاف صریح لفظوں کے ساتھ کہا ہے کہ ہم یہ ساری کی ساری ذمہ داری ایوان صدر پر ڈالتے ہیں کہ جب بھی یہ مذاکرات کامیاب ہوتے تھے یہ ایوان صدران کو ناکام بنادیتا تھا۔جس کا مطلب تھا کہ انہوں نے پہلے دن ہی سے طے کیا ہوا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ یہی کچھ کرنا ہے اس لیے بہانے بنانے کے لیے کبھی کچھ کہہ دیتے،کبھی کچھ کہہ دیتے پروپیگنڈا کر کے بدنام کیا گیا۔لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان طلبہ نے اور ان طالبات نے جو کردار ادا کیا ہے اور جس طرح سے انہوں نے استقامت دکھائی ہے اور اپنے دین کے اوپر جان قربان کرنے کا نمونہ پیش کیا ہے وہ ہر طرح سے قابل ستائش ہے۔ اللہ ان کی اس قربانی کو قبول فرمائے اور ان کے درجات بلند کرے (آمین)

مماتیوں کے اشکال کا منہ توڑ جواب:

وہ کہہ رہا تھا کہ وہ تو آگ میں جل گئے، راکھ ہوگئے،ان کے ذرات بکھر گئے اب انکو عذاب قبر کہاں سے ہوگا،عذاب قبر کس چیز کو ہوگا۔ یہ بات کسی مجلس کے اندر ہوئی تو میرا پہلا جواب یہ تھا کہ یہ مشرکین کا عقیدہ ہے کہ جب ہم ذرہ ذرہ ہوجائیں گے،جب ہمارے ذرات بکھر جائیں گے،جب ہماری ہڈیاں بکھر جائیں گی اور کچھ نہیں ہوگا تو پھر کس طرح سے حیات ہوگی اور پھر کس طرح عذاب وثواب ہوگا یہ مشرکین کا عقیدہ ہے،یہ موحدین کا عقیدہ نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کا عقیدہ ہے جو اپنی عقل پر مدار رکھتے ہیں اور یہی معتزلہ ہیں اور معتزلہ کا اصول یہی ہے ورنہ تو قرآن کریم میں صراحۃً ہے قوم نوح کے بارے میں سورۃ نوح میں اغرقوا فاُدخلوا نارا ظاہری طور پر ان کو پانی میں ڈبویا گیا ہے لیکن حقیقت میں وہ جہنم میں پہنچ گئے۔ پانی اور آگ آپس میں دونوں متقابل ہیں۔ اغرقوا ڈبوئے گئے، فادخلوا نارا متصل ڈبونے کے بعد آگ

کے اندر داخل کردیئے گئے۔ ظاہری صورت پانی کی تھی حقیقت کے اعتبار سے آگ تھی ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ النار یعرضون علیھا غدوا وّعشیّا ویوم تقوم السّاعۃ ادخلوا ال فرعون اشدّ العذاب فرعونی سارے کے سارے سمندر میں ڈوبے تھے، پانی میں ڈوبے تھے لیکن اللہ تعالیٰ کہتا ہے انہیں صبح وشام آگ کے اوپر پیش کیا جاتا ہے اور قیامت کے دن کہا جائیگا ان کو سخت عذاب میں پہنچادو۔ پانی میں ڈوبے ہوئے حقیقت میں آگ میں چلے گئے تمہاری عقل مانے نہ مانے قرآن کریم یہی کہتا ہے۔ اس لیے بظاہر چاہے ریزہ ریزہ ہوجائیں جو کچھ بھی ہوجائیں لیکن یہ قرآن و حدیث کا عقیدہ ہے کہ انہیں قبروں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب بھی ہوتا ہے، عذاب بھی ہوتا ہے اور ہر نیک آدمی، ہر مقبول بندہ حدیث کی رو سے اسکی قبر کے اندر جنت کی کھڑکی کھلتی ہے اور خوشبو آتی ہے۔ لیکن کسی کسی کی اللہ کرامت ظاہر کردیتے ہیں کہ وہ خوشبو باہر والے لوگوں کو بھی محسوس ہوجاتی ہے۔

وقت کے بخاری پر زمین تنگ ہوگئی:

امام بخاری رحمہ اللہ کے متعلق ہر کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی اتنے بڑے عالم ہونے کے باوجود حکومت سے مخالفت ہوئی تو ان کو شہر سے نکال دیا گیا۔ کئی شہروں میں ان کے ساتھ اسی طرح سے معاملہ ہوا آخر یہ سمرقند کی طرف آرہے تھے معلوم ہوا کہ وہاں پے داخلہ ممنوع ہے اتنے بڑے ہونے کے باوجود لیکن حکومت کی منشاء کے مطابق نہیں تھے اس لیے ان کو حکومت برداشت نہیں کرتی تھی۔

آخر اس امام نے اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور یہ کہا اللھم ضاقت علی الارض بمارحبت فاقبضنی الیك اے اللہ تیری زمین بڑی کشادہ ہے لیکن میرے لیے تنگ ہوگئی اس لیے تو مجھے اپنے پاس بلالے اور یہ دعا قبول ہوئی اور اسی بستی میں انکی وفات ہوئی۔ لیکن یہ جس کو جگہ جگہ دھکے پڑتے تھے اور کوئی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا جب قبر کے اندر دفن ہوگئے تو قبر سے خوشبو جو پھوٹی تو پھر دنیا کو پتہ چلا کہ اتنا بڑا

عظیم انسان تھا اور کتنا اللہ کے ہاں مقبول انسان تھا۔

علماء دیو بند کی قبروں سے خوشبو:

دلائل الخیرات کے مؤلف جنہوں نے دلائل الخیرات مرتب کی تھی ان کی تاریخ میں بھی یہی لکھا ہے کہ دفنانے کے بعد ان کی قبر سے بھی اس طرح سے خوشبو پھوٹ پڑی تھی اور پاکستان میں سب سے نمایاں بات جنہوں نے لاہور کے اندر بیٹھ کر توحید کا پر چار کیا اور لوگوں کو اللہ کی توحید کا سبق پڑھایا حضرت مولانا احمد علی لاہوری صاحب رحمہ اللہ شیخ التفسیر ان کے دفن کے بعد بھی جو قبر میں سے خوشبو پھوٹی ہے۔ آپ میں سے بھی ہزاروں افراد اس کے گواہ ہوں گے میں خود اس چیز کا چشم دید گواہ ہوں کہ میں بھی ان کی وفات کے بعد ان کی قبر مبارک پر گیا تھا میں نے خود جا کر بھی دیکھا کہ ان کی قبر سے خوشبو پھوٹی اور لوگوں نے سمجھا کہ پتہ نہیں کسی نے ویسے ملا دی ہوگی۔

امریکہ تک لیبارٹریوں میں مٹی بھیجی گئی لیکن سب نے کہا کہ دنیا کی خوشبوؤں میں سے کوئی خوشبو نہیں ہے، اللہ نے کرامت ظاہر کر دی۔ اب آپ کے سامنے آیا یہی لوگ جن کے خلاف لوگوں کی اتنی لمبی لمبی زبانیں کھلتی تھیں کہ جب ان کو سمجھا گیا سمجھے نہیں، لوگوں نے روکا تھا رکے نہیں، کیوں نہیں رکے اس لیے قصور ان کا ہے اور مختلف قسم کے اعتراضات کرنے شروع کئے لیکن انکا جذبہ جو تھا وہ اللہ کے ہاں قبول ہے اور یہ قبولیت کی دلیل ہے آج جا کر دیکھ لو راجن پور مین روجھان سے آگے عبداللہ پور بستی وہاں غازی عبدالرشید رحمہ اللہ کی قبر سے بھی اس طرح سے خوشبو پھوٹ پڑی۔

ایک اور بات عرض کرنے لگا ہوں خوشبو والے تو گواہ موجود ہیں ہمارے اپنے مدرسین بھی وہاں گئے تھے وہ دیکھ کر آئے اور وہاں سے مٹی بھی اٹھا کر لائے تھے میں نے بھی وہ سونگھی۔ تو لوگوں کا تانتا بندھا ہوا ہے کہ لوگ وہاں جارہے اور دیکھ رہے ہیں اللہ نے انکی قبولیت کو اس طرح سے نمایاں کیا ہے۔

شہداء لال مسجد کی قبروں سے قرآن کی آواز:

میں نے کراچی میں اخبار میں پڑھا تین دن پہلے یہاں معلوم نہیں اخبار میں آیا یا نہیں آیا۔ سنا میں نے یہاں بھی تھا کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ طالبات اور طلباء جن کو بے دردی کے ساتھ قتل کر کے حکومت نے اجتماعی قبروں میں دفن کر دیا نہ کفن، نہ غسل، نہ جنازہ کچھ بھی نہیں کیا۔ کہتے ہیں کہ ان کی قبروں سے قرآن کریم پڑھنے کی آواز آرہی ہے۔ قبروں سے قرآن کریم پڑھنے کی آواز کا آنا یہ حدیث میں واقعہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایک صحابی نے ایک جگہ خیمہ لگایا اور بعد میں وہ رسول اللہ ﷺ کو بتاتا ہے کہ یا رسول اللہ زمین کے نیچے سے قرآن کریم پڑھنے کی آواز آرہی تھی کوئی پڑھ رہا ہے سورۃ تبارك الذی بیده الملك (مشکوٰۃ میں روایت موجود ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں ٹھیک ہے یہ سورۃ منجیہ ہے، عذاب قبر سے نجات دلانے والی ہے تو قبر سے قرآن کریم کی آواز کا آنا یہ حدیث میں اس واقعہ کے تحت ثابت ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم کو کوئی قبر میں پڑھے اور اس کی آواز باہر (آ جائے) اس حدیث سے یہ ثابت ہے۔

ماضی میں اس واقعہ کی مثال:

حدیث میں ایک جملہ ہے کہ ہم نے تیرے پر ایک ایسی کتاب اتاری جس کو تو بیداری میں بھی پڑھے گا اور سویا ہوا بھی پڑھے گا۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔ جہاں یہ لفظ ہے تقرء نائِم وَیَقْظَان آپ اس کو سوئے ہوئے بھی پڑھیں گے اور جاگتے ہوئے بھی پڑھیں گے تو اس کے اوپر ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اپنی شرح میں ایک جملہ بڑھایا حَیّاً وَمَیِّتاً زندگی میں بھی پڑھیں گے اور موت کے بعد بھی پڑھیں گے۔ پھر انہوں نے واقعہ لکھا کہ ایک استاد اور شاگرد آپس میں دور کیا کرتے تھے استاد کی وفات ہوگئی ان کا شاگرد قبر پر گیا زیارت کے لیے تو جا کر اس نے قرآن کریم پڑھنا شروع کیا جتنی مقدار وہ پڑھا کرتے تھے پھر استاد سناتا تھا دور کرتے تھے۔ جب اس

نے ختم کیا تو استاد نے پڑھنا شروع کر دیا قبر سے آواز آنا شروع ہو گئی، پھر استاد نے چھوڑی اور شاگرد نے پڑھنی شروع کر دی۔ تین دن تک قبر کے اوپر دور کرتے رہے آخر شاگرد نے کسی کے سامنے اس کا اظہار کر دیا تو اس کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا۔ یہ واقعات پرانے علماء کے اندر موجود ہیں، امت کے اندر چلے آرہے ہیں۔

پرسوں ترسوں میں کراچی میں تھا تو کراچی کے اخبار کے پہلے صفحے پر یہ خبر نشر ہوئی، یہ معلوم نہیں کہ پنجاب کے اندر آئی یا نہیں آئی۔ بعض لوگوں کا بیان تھا کہ ہم (قبرستان) کے پاس سے گزرے جہاں ان کو دفن کیا گیا تھا ہمیں ایسے محسوس ہوا جیسے بچے مل کر قرآن کریم پڑھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم قبرستان میں گئے تو وہاں ان کی قبروں سے آواز آرہی ہے قرآن کریم کے پڑھنے کی۔

حسینی کردار یہ ہے:

ہم یہیں بیٹھ کر تبصرے کرتے رہے کہ لوگ روکتے رہے وہ نہیں رکے۔ میں انہیں کہا کرتا ہوں اللہ کے بندو! اللہ جذبے کو دیکھا کرتا ہے کہ جذبہ کیا ہے بسا اوقات جذبات اس قسم کے ہو جاتے ہیں کہ دوسری بات کہنے والا ان کے جذبات کا رخ نہیں موڑ سکتا۔ آج تک خارجی قسم کے لوگ جو اہل بیت کی مخالفت کرتے ہیں وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی کہتے ہیں کہ سب نے روکا تھا کہ نہ جاؤ پھر کیوں گئے ان پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ ان کا کربلا میں جانا اور یوں قربانیاں دینا قیامت تک کے لوگوں کے لیے ایک نمونہ بن گیا کہ ظالم کے سامنے ایسے ڈٹ جانا یہی اصل کے اعتبار سے حسینیت ہے۔ آج اگر کسی ظالم کے خلاف ڈٹنے کے لیے کسی کو برانگیختہ کیا جائے تو حسینی نمونہ ہی سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ برانگیختہ کرنے کے لیے قیامت تک کے لیے ایک نمونہ پیش ہو گیا جیسے ایک ہندوستانی شاعر عبدالماجد دیو بندی ہے اس کی ایک نظم ہے اس میں ایک فقرہ یہ بھی ہے

بتا دو وقت کے یزیدوں کو کہ ہم حسینی مزاج رکھتے ہیں

عربی مدارس کے ہزارہا طلباء ان کے لیے ایک نمونہ مہیا ہوگیا ہے، طلباء کے لیے نہیں طالبات کے لیے بھی کہ اس دور میں بھی اس قسم کے جذبے کی ضرورت ہے کہ آخر ماریں گے کب تک ماریں گے انشاء اللہ العزیز جس طرح قاتلانِ حسین کا نام ونشان مٹ گیا اور قیامت تک ملعون ومردود ہو گئے۔ اسی طرح یہ بھی اپنے آپ کو کامیاب نہ سمجھیں یہ بھی قیامت تک کے لیے ملعون ومردود ہو گئے۔ اور ان کا نام جو باقی رہے گا انشاء اللہ العزیز اچھے تذکرے کے ساتھ باقی رہے گا۔ ہم سب کو وہ شرم دلا گئے ہماری یہ کوتاہی ہمارے سامنے آگئی کہ اس قسم کا جذبہ جہاد کا جو تھا وہ انہوں نے دکھایا ہے انشاء اللہ العزیز قیامت تک لوگ اس جذبے کو بطور نمونہ کے ذکر کریں گے۔ باقی آج اگر ان کے ہاتھ میں قوت ہے تو کوئی بات نہیں یہ ظلم جب انتہاء کو پہنچا کرتا ہے تو مٹ جایا کرتا ہے۔ بہر حال ہمیں ان کے بارے میں دعا کرنی چاہیئے اور ان کے بارے میں اپنے جذبات اچھے رکھنے چاہئیں اور ان کے اوپر یہ تبصرے کر کے خوامخواہ اپنی عاقبت خراب نہیں کرنی چاہیئے اس بارے میں سارے کے سارے محتاط رہیں۔

علماء حق پر امتحانات:

ہوتا ہے اسی طرح سے امام بخاری رحمہ اللہ کی قبر سے خوشبو آئی، حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی قبر سے آئی اور آج ان کی قبر سے خوشبو آ گئی تو یہ قبولیت اور مقبولیت کی علامت ہے۔ اللہ ان کی قربانی کو قبول فرمائے اور ان کی قربانی ہی اس ملک کے اندر انقلاب لانے کا سبب بن جائے تو ہم سب کے لیے ان کا یہ بہت بڑا احسان ہو گا، جنہوں نے حق کے لیے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ بہر حال امام بخاری رحمہ اللہ کا تذکرہ کر رہا تھا کہ ایسا ہوتا ہے، امام ابوحنیفہ ؒ کا جنازہ بھی جیل سے نکلا ہے، دین کے لیے جس نے بھی کام کیا اس کو قربانی دینی پڑی، انبیاء علیہم السلام کے قتل ہونے کا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ یہ ایسا ہوتا رہتا ہے کہ جو حق پر ہوگا۔ اللہ کے نام پر ہم سب لوگ کھاتے ہیں زندگیاں گزارتے ہیں اللہ کے نام پر کھاتے کھاتے اب جس

وقت اللہ کے لیے قربانی دینے کی نوبت آئے گی تو ہم سب کو اس کے لیے تیار رہنا چاہیئے ۔اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اس ملک کے اوپر اللہ تعالیٰ رحم وکرم کرے ان حکام کو ہدایت دے اور یہ وہ وعدے پورے کریں جوانہوں نے ملک بناتے وقت کئے تھے اور اسلام کا قانون نافذ کریں تا کہ امن چین قائم ہو، اگر ان کی قسمت میں ہدایت نہیں ہے ہم یہ ختم بخاری کے موقع پر دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو عبرتناک انجام کے ساتھ نیست ونابود کرے تا کہ آنے والے وقت کے اندر کوئی علماء کے خلاف یا مدارس کے خلاف کوئی اقدام کرنے کی جرأت نہ کرے۔باقی ہمارے لیے بھی ایک امتحان ہے اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی کی توفیق دے۔(آمین)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دین کو بزرگوں کے اقوال سے سمجھنا چاہیے:

بہر حال امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آخر آخر میں وزن اعمال کا تذکرہ کیا ہے اور اس میں ایک بات کی طرف اشارہ کردوں کہ دیکھو کہ امام رحمہ اللہ کہتے ہیں قال مجاهد القسطاس العدل۔ قرآن کریم میں قسطاس کا ذکر ہے۔اسی کی مناسبت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کا ذکر کیا تو وہ کہہ دیتے کہ قسطاس کا معنی عدل ہے،انصاف ہے تو کوئی بڑی بات نہیں تھی۔لیکن وہ کہتے ہیں کہ مجاہد رحمہ اللہ نے کہا کہ قسطاس کا معنی عدل ہے۔نسبت مجاہد رحمہ اللہ کی طرف کی جس سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سبق دیا ہے کہ دین کو ہمیشہ اپنے بڑوں کے اقوال کے ساتھ سمجھو اپنے سینہ زوری کے ساتھ دین کو سمجھنا مناسب نہیں۔ بخاری پڑھنے والوں کے سامنے یہ بہت کثرت کے ساتھ بات آئی ہے کہ جہاں بھی کوئی مسئلہ سامنے آیا امام بخاری رحمہ اللہ جس طرح کتاب اللہ سے استدلال کرتے ہیں،

جیسے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کرتے ہیں اس لیے اکثر وبیشتر تراجم کے اندر قال حسن، قال سعيد بن المسيب، قال عكرمة، قال الزهرى ان کے اقوال پیش کر کے،صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال ذکر کر کے مسئلے کو ثابت کرتے ہیں اس لیے

اہل سنت والجماعت کا جو طریقہ ہے کہ کتاب اللہ بھی حجت، سنت رسول اللہ ﷺ بھی حجت، صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ بھی حجت اور اولیاء اللہ کا طریقہ بھی حجت تو اسلاف اور اکابر کے اقوال کی روشنی میں دین کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اپنے طرزِ عمل سے یہی سبق دیتے ہیں اس لیے جگہ بجگہ اقوال تابعین کے ساتھ اُس مسئلے کو مؤکد کرتے ہیں اور ان کا تذکرہ کر کے اس مسئلے کو ثابت کرتے ہیں۔ یہاں بھی دیکھو اس ایک لفظ کا معنی ذکر کرنا تھا یہاں بھی براہ راست کہنے کی بجائے قال مجاهد القسطاس العدل اتنی چھوٹی سی بات کے لیے بھی حضرت مجاہد رحمہ اللہ کے قول پر اعتماد کر کے اس کا اظہار کیا کہ قسطاس انصاف کرنے اور عدل کرنے کو کہتے ہیں۔ ہمارے استاد تھے مرحوم مولانا علی محمد رحمہ اللہ میں نے ان سے سنن ابی داؤد پڑھی اور حماسہ پڑھا اور بھی مختلف کتابیں ان سے پڑھیں تو ان کی عادت تھی وہ نکتے بہت نکالا کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ قسط اصل کے اعتبار سے حصے کو کہتے ہیں۔ یہ قسطیں ادا کیا کرتے ہیں ہم، موٹر سائیکل قسطوں پر لے لیا، کار قسطوں پر لے لی، زمین قسطوں پر لے لی تو قسط اصل کے اعتبار سے حصے کو کہتے ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ اس میں دو نوں پہلو ہوتے ہیں اپنا حصہ لو پرائے حصے کو ہاتھ نہ لگاؤ کہ یہ انصاف ہے اور پرائے حصے پر قبضہ کرنے کی کوشش کرو یہ ظلم ہے اس لیے اس میں دونوں پہلو ہیں۔

اقوال وافعال کا وزن:

امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ مجرد سے استعمال ہو تو ظلم کے معنی میں ہوتا ہے، مزید سے استعمال ہو تو انصاف کے معنی میں ہوتا ہے یہ دونوں معنی امام بخاری رحمہ اللہ ذکر کر رہے ہیں۔ واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا. وہاں ظلم کے معنی میں ہے اور ان الله يحب المقسطين وہاں انصاف کے معنی میں آتا ہے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنا حصہ لینے کی کوشش کریں گے تو یہ انصاف ہے، دوسرے کے حصے پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے ظلم ہے اس میں دونوں پہلو آجاتے ہیں۔

بہرحال اس کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایت نقل کی ہے وہ آپ سنتے رہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ جو رحمٰن کو بہت محبوب ہیں۔اللہ کے ناموں میں سے رحمٰن کا لفظ اس لیے استعمال کیا گویا کہ ان کلمات کا تلفظ اللہ کی رحمت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور محبوب ہونے کے ساتھ ساتھ زبان کے اوپر بڑے ہلکے پھلکے ہیں، بہت آسانی سے ادا ہو جاتے ہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی اور جب میزان میں رکھے جائیں گے یہ بہت بھاری ہونگے تو اب یہ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ان کلمات کو میزان میں رکھا جائے گا۔یہ اقوال کے تولنے کی دلیل آگئی کہ اقوال کو تولا جائے گا اور یہ الفاظ میزان میں رکھے جائیں گے اور ان کا وزن بہت نمایاں ہوگا اور پیچھے دعویٰ کیا تھا کہ اعمال بنی آدم وقولھم یوزن کہ ان کے اعمال بھی وزن ہونگے اقوال بھی ہونگے تو دلیل دی ہے صرف اقوال کی یہ طالب علموں والی بات ہے۔لعدم القائل بالفصل ایک اصول ہے فقہ کا کہ دو باتوں کا حکم ایک ہو اور ان میں کوئی فصل کا قائل نہ ہو تو ایک کا ثبوت دوسرے کا ثبوت ہوتا ہے۔اب جو وزن کے قائل ہیں وہ عمل اور قول دونوں کے وزن کے قائل ہیں جو قائل نہیں وہ دونوں کا انکار کرتے ہیں۔اگر کسی دلیل سے قول کا وزن ثابت ہو جائے تو عمل کا بھی ثابت ہو جائے گا اور اگر کسی دلیل سے عمل کا وزن ثابت ہو جائے تو قول کا بھی ثابت ہو جائے گا کیونکہ ان دونوں باتوں کے درمیان میں فصل کا قائل کوئی نہیں اس لیے یہی دلیل بن جائے گی عمل کے تولنے کے لیے تو عمل بھی تولا جائے گا اور قول بھی تولا جائے گا اور ان کا وزن قیامت کے دن بہت نمایاں ہوگا۔یہ مناسبت ہوگئی اس حدیث کی اس دعوے کے ساتھ اور وہ کلمات ہیں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان العظیم یہاں یہ دو کلمات اس طرح سے ذکر کیے گئے۔

حدیث کی کتاب التوحید سے مناسبت:

یہ کتاب جو چلی آرہی ہے یہ کتاب التوحید ہے، کتاب التوحید کے ساتھ ان کی

مناسبت یوں ذکر کی جاتی ہے کہ یہی کلمات اللہ کی توحید پر بھی دلالت کرتے ہیں۔
کیونکہ سبحان اللہ کا معنی یہی ہے کہ اللہ میں کوئی عیب نہیں ہے اور بحمدہ کا معنی یہ
ہے کہ اللہ میں ہر اچھی صفت موجود ہے اور سبحان اللہ العظیم میں اللہ کی کبریائی اور
اس کی عظمت کا تذکرہ ہے۔جس میں عیب کوئی نہ ہو اور خوبیاں ساری ہوں اسی والہ کہتے
ہیں اور وہی اللہ ہے۔اور اللہ کے علاوہ یہ بات کسی میں نہیں کہ اس میں کوئی عیب نہ
ہو اور اس کے لیے ساری خوبیاں جمع ہوں یہ اللہ کے علاوہ کسی میں نہیں اس طرح سے یہ
الفاظ اللہ کی توحید پر بھی دلالت کرتے ہیں۔جس کے اندر کسی قسم کا نقص آجائے وہ خدا
نہیں ہوسکتا، وہ الہ نہیں ہوسکتا۔

توحید پر ایک پادری اور دیہاتی کا بہترین واقعہ:

کہتے ہیں کہ جب انگریز پہلے پہلے آئے ہندوستان میں تو انہوں نے اپنی حکومت
کے زور پر یہاں عیسائیت پھیلانی شروع کر دی، علماء کو چن چن کر پھانسی دی گئی، توپوں
کے ساتھ اڑایا وہ تاریخ کا بہت دردناک حصہ ہے جب انگریزوں نے قبضہ کیا تھا
ہندوستان کے اوپر، علماء کے اوپر بہت شامت آئی تھی وہ تو اللہ نے دین باقی رکھنا تھا تو
تھوڑا سا نمونہ مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی شکل میں باقی رکھ لیا، مولانا رشید گنگوہی
رحمہ اللہ کی شکل میں اور ان حضرات سے۔جس طرح گندم کی فصل سب بیچ کر کھا پی
جائیں لیکن چند بوریاں بیج کے طور پر رکھ لی جاتیں ہیں جن کے ساتھ آگے فصل چلتی
رہتی ہے۔تو اس طرح سے علماء اکثر ختم کر دیئے گئے لیکن اللہ نے چند ایک یہ ان کے ظلم
سے بچا لیے جن سے پھر یہ فصل اگی اور آج جگہ بجگہ علماء دیوبند کے مدرسے اور
پڑھانے والے موجود ہیں اور ہر جگہ قرآن وحدیث کا تذکرہ ہو رہا ہے۔اپنے طور پر
انہوں نے مٹانے میں کمی نہیں کی تھی اس وقت بھی حکومت کے زور سے یہ پادری لوگ
جیسے آج کل این۔ جی۔او۔ وغیرہ تنظیمیں بے دینی پھیلاتی پھرتی ہیں۔پادری لوگ
کھڑے ہو کر عیسائیت کی تبلیغ کرتے تھے تو دہلی میں ایک پادری تقریر کر رہا تھا کہ عیسیٰ

علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ دلیلیں دے رہا تھا اپنے خیال کے مطابق لوگوں کو عیسائی بنانے کے لیے، پرانے زمانے میں جو فٹ پاتھوں پر بھٹی بنا کر دانے بھنا کرتے تھے۔ اس کو اردو میں کہتے ہیں بھڑ بھونجہ۔ یہ دانے بھونے والا ایک بھڑ بھونجہ ان پڑھا، بے چارہ مجمع میں بیٹھا تھا وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا وہ پوچھتا ہے کہ پادری صاحب عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں، وہ کہنے لگا ہاں اللہ کے بیٹے ہیں۔ کہا کہ کیا کوئی اور بھی بیٹا ہے، کہنے لگا کہ نہیں اکلوتے بیٹے ہیں۔ تو کوئی اور ہونے کی توقع ہے، وہ کہتا ہے نہیں کوئی اور ہونے کی توقع بھی نہیں ایک ہی ہے اکلوتا ہے کوئی اور بھی نہیں ہوگا۔ وہ یہ ساری باتیں کہنے کے بعد کہتا ہے پادری صاحب، تیرے اللہ نے کیا کیا میری شادی کو اتنی دیر ہوئی ہے میرے بارہ بیٹے ہیں اور تیرے اللہ نے اتنی دیر میں ایک ہی بنایا، اس کا ایک ہی ہے اور میری اتنی مدت میں بارہ بیٹے ہیں پادری چپ۔ یہ بات دیوبند پہنچی مولانا محمد یعقوب رحمہ اللہ کے پاس یہ صدر تھے دارالعلوم دیوبند کے اور یہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے استاد ہیں وہ کہنے لگے کہ یہ دلیل اتنی مضبوط ہے کہ پادری کا باپ بھی جواب نہیں دے سکتا۔ لیکن چونکہ ان پڑھ آدمی تھا اس کو وہ علمی رنگ نہیں دے سکا ورنہ اس کو علمی رنگ یوں دے لو کہ ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اولاد کا ہونا خوبی ہے یا عیب۔ اگر یہ خوبی ہے تو ساری مخلوق سے زیادہ اللہ کے لیے ہونی چاہیے، اللہ کی اتنی اولاد ہو کہ اس سے زیادہ اولاد کسی کی نہ ہو اگر یہ خوبی ہے تو سب سے زیادہ اولاد اللہ کی ہونی چاہیے اور اگر یہ عیب ہے تو یہ ایک ہونا بھی عیب ہے۔ اس کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر یہ خوبی ہے تو میں اس خوبی میں گویا تیرے اللہ سے بڑھ گیا کہ اس کا ایک ہے اور میرے بارہ اور یہ عیب ہے تو اللہ کے لیے عیب تو ایک بھی ثابت نہیں ہو سکتا تو جس کے لیے نقص اور عیب ثابت ہو جائے وہ اللہ نہیں ہو سکتا۔ **سبحان اللہ وبحمدہ** کے اندر ہم یہی کہتے ہیں کہ اللہ میں کوئی عیب نہیں اور ساری خوبیاں ہیں اور یہ واحد ذات ہے جس کے لیے عظمت اور کبریائی ثابت ہے۔ اس اعتبار سے یہ کلمات کتاب التوحید

کے ساتھ بھی مناسبت رکھتے ہیں تو اس کے ساتھ توحید بھی ثابت ہو جاتی ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کلمات کی یہ فضیلت بیان فرمائی اور اس طرح سے تسبیحات اور بھی بہت ساری فضیلتیں آتی ہیں۔

تسبیح کی فضیلت:

ایک حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ہم ان الفاظ کی عظمت کو نہیں سمجھتے اللہ کا رسول سمجھتا ہے) فرمایا لان اقول سبحان اللہ و الحمد للہ و لاالٰہ الا اللہ و اللہ اکبر

لان اقول میرا یہ بول دینا سبحان اللہ و الحمد للہ و لاالٰہ الااللہ و اللہ اکبر احب الی مما طلعت علیہ الشمس پوری کائنات جس کے اوپر سورج چمکتا ہے اس کے مقابلے میں یہ کلمات بول دینا مجھے زیادہ محبوب ہیں۔یعنی پوری کائنات مجھے مل جائے تو اتنی خوشی کی بات نہیں جتنا یہ کلمات زبان سے ادا ہو جائیں تو میرے لیے خوشی کی بات ہے۔اب اس سے اندازہ کریں کہ ان الفاظ کے اندر کیا چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ جانتے پہنچاتے ہیں جو ہم نہیں جانتے وہاں کلمات چار ہیں سبحان اللہ،الحمد للہ،لا الٰہ الا اللہ،اللہ اکبر وہ تفصیل ہے اور ان کے اندر اس کا اجمال آگیا سبحان اللہ تو اسی طرح سے بحمدہ میں الحمد للہ آگیا اور سبحان اور حمد کے ساتھ اللہ کی عظمت ثابت ہوگئی تینوں باتوں کے ثابت ہونے کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ خود بخود ثابت ہو گیا۔ یوں سمجھو کہ وہ چار کلمات سمٹ کر ان دو کلموں کے اندر اکٹھے ہو گئے۔اس لیے سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر یوں پڑھو یا سبحان اللہ وبحمدہ سبحا ن اللہ العظیم اس طرح سے پڑھو۔مفہوم کے اعتبار سے اجمال اور تفصیل کا فرق ہے ورنہ دونوں کلمات کا مطلب ایک جیسا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے نزدیک ان کلمات کی شان اس سے بھی نمایاں ہے۔

مہاجرین کا واقعہ اور تسبیح کی فضیلت:

حدیث شریف میں واقعہ آتا ہے کہ جس وقت مہاجرین مدینہ منورہ میں گئے تھے تو مدینہ کے انصار نے ان کے ساتھ بہت ہمدردی اور خیر خواہی کی تھی اپنی جائیداد میں بھی شریک کر لیا تھا ہر چیز میں شریک کر لیا تھا۔ چونکہ لوگوں کے اندر ذوق پیدا ہو گیا تھا نیکی میں مقابلہ کرنے کا تو مہاجرین کو احساس ہوا کہ ہم انصار کا مقابلہ نیکی میں کیسے کر سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کر کہا کہ یا رسول اللہ یہ قوم تو اتنی خیر خواہ ہے ان کو اللہ نے ایسے اسباب دیئے ہیں جو ہمارے پاس ہیں نہیں۔ یہ نیکی میں ہم سے بہت آگے نکل جائیں گے ہم ان کا مقابلہ کیسے کریں گے یہ غلام آزاد کرتے ہیں، یہ صدقہ دیتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں، مالی عبادت جتنی ہے یہ وہ ساری کرتے ہیں ہم نہیں کر سکتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی بات بتا دیتا ہوں کہ تم وہ کر لیا کرو تم ان سے بھی آگے نکل جاؤ گے۔ ان کلمات کی عظمت بیان کرنے کے لیے یہ بات آپ کو بتا رہا ہوں حدیث شریف میں ہے فرمایا ہر نماز کے بعد تینتیس دفعہ سبحان اللہ تینتیس دفعہ الحمد للہ، چونتیس دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو تو تم ان صدقہ خیرات کرنے والوں اور مالی عبادات کرنے والوں سے آگے نکل جاؤ گے۔ مہاجرین سن کے، بیچارے مساکین سن کے بڑے خوش ہو گئے کہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے انہوں نے یہ تسبیح پڑھنی شروع کر دی۔ جب انصار بھائیوں کو پتہ چلا آخر وہ بھی تو پیچھے رہنے والے نہیں تھے سن کر انہوں نے بھی یہ تسبیح شروع کر دی۔ جب تسبیح شروع کر دی پھر برابری ہو گئی پھر مہاجرین حضور ﷺ کے پاس گئے کہ یا رسول اللہ وہ تو ہمارے بھائی انصار کو بھی پتا چل گیا ہے اور وہ بھی اس طرح سے پڑھنے لگ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ذلك فضل الله يوتيه من يشاء یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہے دے دے۔ اب اس میں کیا کیا جا سکتا ہے کہ ان کے لیے نیکی کے اسباب زیادہ ہیں جن کے لیے زیادہ ہیں ان کے اوپر اللہ کا فضل بھی زیادہ ہے۔

بہر حال علماء نے یہاں یہ بات لکھی ہے کہ مساکین کا ٹولہ جو صدقہ خیرات کرنے پر قادر نہ ہو اگر وہ اس ذکر کی پابندی کرے تو اللہ تعالیٰ صدقہ خیرات والا درجہ بھی ان حضرات کو دے دیتا ہے۔ اگر اس کی پابندی کرتے رہیں تو صدقہ خیرات، مالی عبادات نہ کرنے کے ساتھ جو کمی ہوئی ہے ثواب کی اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ پورا فرما دیتے ہیں۔ اس سے اندازہ کریں کہ ان کی عظمت کتنی ہے اور حضرت فاطمہ ؓ کو جو آپ ﷺ نے تلقین فرمائی تھی وہ تو معروف واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے خادم کی جگہ یہی کلمات ان کو بتائے کہ سوتے وقت پڑھ لیا کرو خادم کے مقابلے میں یہ اچھے ہیں۔

تسبیح پر اختتام کی وجہ:

بہر حال اللہ تعالیٰ کا ذکر خاص طور پر سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم یا سبحان اللہ والحمدللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر یہ بہت عظمت والی بات ہے۔ زبان اس سے تھکتی نہیں، زبان بوجھ نہیں محسوس کرتی اس کا ثواب آخرت میں آپ کے سامنے آئے گا تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ کلمات کتنی عظمت والے ہیں تو ان کی ہمیں پابندی کرنی چاہیے۔ اختتام حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے گویا کہ اللہ کے ذکر پر کیا، تسبیح وتحمید پر کیا چونکہ مجلس کے آخر میں تسبیح وتحمید اگر مجلس کے اندر کوئی کمی کوتاہی ہوگئی ہو اس کی تلافی کا ذریعہ بھی بن جاتی ہے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب جمع کرنے میں انسان کی وسعت میں جتنی کوشش ہوسکتی ہے وہ کی ہے اس میں کمی نہیں کی، پوری اپنی قوت وطاقت صرف کی ہے کہ میں کتاب کو صحیح انداز میں جمع کروں لیکن پھر آخر انسان انسان ہی ہوتا ہے خطاء ہوسکتی ہے اس لیے اللہ کے ذکر پر اختتام کردیا کہ انسان ہونے کے ناطے اگر کمی کوتاہی ہوگئی ہو تو اللہ معاف فرما دے۔ آپ بھی اپنی زبان سے پڑھ لیں۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

ملکی حالات اور سوات آپریشن

بمقام: جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

بموقع: اصلاحی بیان

تاریخ: ۲۸ جمادی الاول ۱۴۳۰ھ

خطبہ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ. صَلَّی اللّٰہُ تعَالٰی عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰھَا

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّم الْعَظِیْمُ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَ صَحْبِہٖ کَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی عَدَدَ مَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی. اَسْتَغْفِرُاللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّ اَتُوْبُ اِلَیْہِ.

پچھلے اتوار (۲۸ جمادی الاول ۱۴۳۰ھ) کی شام عشاء کے قریب میرے پاس جامعۃ الرشید سے ہمارے فاضل مولوی اشفاق جو جامعۃ الرشید میں آج کل زیر تعلیم ہیں انہوں نے فون پر بتایا کہ آج اتوار کی مجلس میں حضرت شیخ الاسلام مولانا تقی عثمانی زید مجدھم نے اس بات کا تذکرہ کیا ہے کہ ایک عالم کو خواب آیا۔ سرور کائنات ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا جہاں تک مجھے الفاظ یاد ہیں جو انہوں نے مجھے بتائے تھے کہ پاکستان پر یا کہا کہ اس ملک پر عذاب آنے والا ہے اور ساتھ ہی (سورۃ والشمس و لضحھا) اس کو ستر ہزار مرتبہ پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔
میں نے اس سے پوچھا کہ شیخ الاسلام زید مجدھم نے عالم کا نام نہیں بتایا جس کو خواب آیا تھا انہوں نے کہا کہ ان کا نام نہیں بتایا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ہوسکتا ہے خواب انہی کا ہو اور انہوں نے اپنا نام نہ لیا ہو ابہام کے ساتھ کہہ دیا کہ ایک عالم کو خواب آیا تو کوئی حرج نہیں اس میں۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ خواب سوات کے علاقے میں کسی نے دیکھا ہے۔ مولانا تقی عثمانی زید مجدھم کو فون پر بتایا اور آج اسلام اخبار میں تذکرہ آیا کہ یہی خواب بعینہ غالباً جہاں تک میرا حافظہ کام کر رہا ہے ملتان کے علاقے میں ایک بچی نے بھی دیکھا اور اس کو اتنا تو یاد رہ گیا کہ حضور ﷺ کی زیارت ہوئی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ملک پر عذاب آنے والا ہے اور آگے کچھ پڑھنے کے لیے بھی بتایا تھا وہ بچی کو یاد نہیں رہا۔ چنانچہ خبر میں ہے کہ بچی کے متعلقین نے اس بچی کو دوبارہ وضو کروایا' وضو کروا کر نفل پڑھوائے اور پھر اس کو سلا دیا سلانے کے بعد پھر اس نے خواب دیکھا اور پھر اس نے بھی وہی بات کہی کہ حضور ﷺ نے سورۃ والشمس والضحھا پڑھنے کے لیے فرمایا گویا کہ دو خوابوں میں موافقت ہوگئی۔ مجھے جس وقت یہ فون آیا تھا میں نے اس وقت غور کیا کہ والشمس والضحھا قرآن کریم کی سورتوں میں سے

ایک سورت ہے جس کا ایک ایک لفظ ایک ایک نقطہ ایک ایک حرکت باعث برکت ہے لیکن دفع بلیات کے لیے اس کے پڑھنے کا ذکر کسی حدیث میں نہیں اور فضائل کی کتابوں میں نہیں اور عملیات کی کتابوں میں بھی مجھے یاد پڑتا ہے دفع بلیات کے لیے اس سورت کا وظیفہ درج نہیں ہے۔ یہ بہت بڑی مصیبت آنے والی ہے ملک کے اوپر اور سرور کائنات ﷺ تلقین فرمارہے ہیں کہ سورۃ والشمس والضحها پڑھو تو کہیں ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ ﷺ اس سورت کے مضمون کی طرف متوجہ کر رہے ہوں اسی وقت جب یہ فون آیا تھا یہ سارے خیالات میرے ذہن میں گھوم گئے۔ شاید آپ حضرات کو معلوم ہوگا کہ آج کل حضرت مولانا تقی عثمانی زید مجدھم کا ترجمہ قرآن کریم آسان ترجمہ قرآن کے نام سے چھپ کر مارکیٹ میں آ گیا ہے اور تین جلدوں میں وہ شائع ہوا ہے تو میں نے اسی وقت اس کی تیسری جلد اٹھائی کہ ذرا دیکھوں کہ فدمدم علیهم کا ترجمہ شیخ الاسلام صاحب نے کیا کیا ہے۔ میرا ذہن سارا گھوم گیا قرآن کریم کی طرف کیونکہ فدمدم علیهم کا ترجمہ عام طور پر حضرت تھانوی ؒ کا ترجمہ بھی میرے پاس پڑا ہے، حضرت شیخ الہند ؒ کا بھی پڑا ہے ہلاکت ڈال دی ان پر، عذاب کا کوڑا برسا دیا ان پر، ان کے اوپر سختی کی۔ اس قسم کا مفہوم ہے جو عام طور پر مترجمین نقل کر رہے ہیں لیکن شیخ الاسلام کا جب میں نے ترجمہ اٹھا کر دیکھا تو انہوں نے موجودہ محاورے کے مطابق آسانی یہی پیدا کی ہے کہ پرانے محاوروں کو آسان محاوروں میں بدل دیا ہے۔ انہوں نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ ”ان کے رب نے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔“

محاورے کی وضاحت:

اینٹ سے اینٹ بجانا یہ مروجہ محاورہ ہے آپ چونکہ زیادہ تر اردو زبان سے واقف نہیں ہیں اینٹ سے اینٹ بجانے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ جیسے ایک بہت مضبوط عمارت کھڑی ہو اور اس کو ڈھا دیا جائے جب اس کی ایک ایک اینٹ اٹھا کر پھینکتے ہیں تو اینٹ سے جا کر اینٹ لگتی ہے تو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو اینٹ سے اینٹ بجانا کہتے

ہیں یعنی اس کی ایک ایک اینٹ اٹھا کر پھینک دی گویا کہ مکمل تباہی اور بربادی کی طرف اشارہ ہے۔ اگلے دن پیر کی صبح میں نے دورہ حدیث شریف میں سبق ختم کروانے کے بعد دورے والی جماعت کو حضرت شیخ الاسلام زید مجدھم کا یہ خواب سنایا۔ سنانے کے بعد میں نے کہا کہ اس طرح سے فون آیا ہے اور میں نے اس وقت بھی اس جماعت کے سامنے اسی بات کا تذکرہ کیا کہ سورت کا پڑھنا دفع بلیات کے لیے' عذاب کے دفاع کے لیے مجھے جہاں تک یاد ہے روایات میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں اور عام معمول کے اندر بھی یہ بات نہیں ہے۔

سورۃ الشمس کے ورد میں اشارہ

تو مجھے کچھ شبہ یہ پڑتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بار بار اس کے پڑھنے کے لیے جو کہا ہے اس کے مضامین کی طرف متوجہ کیا ہے کہ اس کے مضمون کو سوچ لو اور مضمون اس کا یہی ہے۔ باقی تو لمبی بات ہے میں ساری نہیں کرتا۔ آپ کے سامنے ہے کہ شروع میں اللہ تعالیٰ نے تقریباً آٹھ قسمیں اٹھائیں ہیں آٹھ قسمیں اٹھانے کے بعد آگے کہا ہے کہ جو شخص اپنے نفس کو پاک کرلے وہ کامیاب ہوگیا اور جس نے اپنے نفس کو مٹی میں ملا لیا وہ نامراد ہوگیا اور اس کے بعد قوم ثمود کا تذکرہ کیا کہ قوم ثمود کے پاس ان کا رسول آیا تھا اور انہوں نے اللہ سے ڈرنے کی تلقین کی تھی اور ساتھ یہ کہا تھا کہ یہ ناقہ جو معجزے کے طور پر پہاڑ سے برآمد ہوئی تھی اس کا خیال کرنا۔ یہ اللہ کی نشانی ہے اس کے پانی پینے کا اور اس کا خیال کرنا۔ قرآن کریم میں واقعات کے تحت اس کی تفصیل موجود ہے۔ اب میں ادھر نہیں جانا چاہتا۔ مختصر سی بات کرنا چاہتا ہوں۔ ناقۃ اللہ کی طرف متوجہ کیا اور وہ ناقۃ اللہ حضرت صالح علیہ السلام کے معجزے کے طور پر پہاڑ سے ظاہر ہوئی تھی گویا کہ وہ اللہ کی آیات میں سے ایک آیت تھی جو نمایاں ہوئی اور اللہ کے رسول نے یہ کہا کہ اس کا خیال رکھنا ہے۔ یہ پانی پینے آئے تو اس کو دھتکارنا نہیں اس کے پانی پینے کا بھی خیال کرنا۔ آگے ہے اس قوم میں سے ایک بدبخت اٹھا

''اذبعث اشقھا'' اس قوم میں سے سب سے زیادہ بدبخت شخص اٹھا اور اس نے اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا تھا ''اشقھا'' قوم ثمود میں بدبخت سب سے زیادہ بدبخت لیکن اس کو تائید حاصل تھی اپنی قوم کی۔ اس لیے غلطی کرنے والا ایک تھا، ظلم کرنے والا ایک تھا لیکن باقی قوم چونکہ اس کی حامی تھی، اس کی معاون تھی تو اس ناقۃ اللّٰہ کی توہین کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے ان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور اینٹ سے اینٹ جو بجائی پھر سب قوم کے لیے اس عذاب کو عام کر دیا۔ صرف یہی نہیں کہ صرف اس اشقی پر عذاب آیا بلکہ اس عذاب کو ساری قوم پر بھی عام کر دیا اور ساری قوم کو ہلاک کر دیا یہ ہے سورت کا مضمون جو اس وقت سارے کا سارا میرے دماغ میں گھوما اور آج بالکل یہی ساری تقریر اسی انداز کے ساتھ، اسی ترتیب کے ساتھ یہ اسلام اخبار کے اندر پورا ایک کالم اس بارے میں آیا ہے۔ اور اس میں یہ ساری تفصیل جو میں نے آپ کی خدمت میں سوموار کے دن اس طرف اشارہ کیا تھا اس کی ساری تفصیل اسی انداز میں اخبار کے اندر آئی ہوئی ہے۔

پہلی بات

تو خواب کی ہے بہت ساری روایات میں آتا ہے کہ جو خواب میں سرور کائنات ﷺ کو دیکھ لے تو وہ آپ ﷺ ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ شیطان آپ ﷺ کی شکل میں نہیں آ سکتا اس لیے وہ خواب صحیح ہوتا ہے۔

دوسری بات

وہ قول جو آپ ﷺ کا خواب میں ہے وہ ہمیشہ حجت نہیں ہوتا بلکہ دیکھا جاتا ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں وہ بات صحیح ہے یا صحیح نہیں۔ اگر قرآن کریم کی روشنی میں وہ بات صحیح ہو تو اس کو قبول کر لیا جاتا ہے اور اگر صحیح نہ ہو تو اس کو دیکھنے والے غلطی قرار دے دیا جاتا ہے اور اس وقت وہ خواب حجت نہیں ہوتا۔

خواب اور موجودہ حالات

لیکن اب یہ جو خواب آیا ہے یہ اپنے ظاہر کے اعتبار سے عین حالات کے مطابق ہے جس کے سچا ہونے میں کسی شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔ حالات کے مطابق ہے اس لیے مطابق ہے کہ قوم ثمود کو سامنے رکھ کر اپنی قوم کا جائزہ لے لو۔ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی قوم سے کیا کہا تھا' شرک چھوڑنے کے لیے کہا' توحید اختیار کرنے کے لیے کہا' پھر پوری تقریریں قرآن کریم کے اندر مذکور ہیں پھر ان کے مطالبے پر ہی یہ نشانی سامنے آئی تھی اور یہ کہا تھا کہ اس نشانی کی توہین نہ کرنا یہ اللہ کی نشانی ہے اس کا خیال کرنا۔

اقوام سابقہ سے ہماری مماثلت

ہم اگر پاکستان کی تاریخ کو ابتداء سے دیکھنا شروع کریں تو یہ ہماری قوم کے حالات جو ہیں یہ قوم ثمود سے مختلف نہیں۔ پچھلی تاریخ میں آپ کے سامنے نہیں دہراتا کہ جب پاکستان بنا تھا تو کیا کیا وعدے ہوئے تھے' کیا کیا باتیں ہوئیں تھیں اور اس کے بعد ان باسٹھ سالوں میں کیا کیا حالات پیش آئے ہیں۔ ساری تفصیل آنکھوں کے سامنے ہے اور میں چشم دید گواہ ہوں ان سب حالات کا کیونکہ جب پاکستان بنا تھا میں چودہ سال کا تھا اور آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ یہ سارے کے سارے حالات میرے سامنے گزرے ہیں ان سب کو چھوڑتا ہوں۔

عذاب کا مطلب

قریب قریب زمانے میں جب سے اس ملک کے اوپر شدت زیادہ آئی ہے اور اسی کے ساتھ ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کر دوں کہ عذاب کا یہ معنی نہیں ہوتا کہ آسمان سے پتھر برسیں یا زمین پھٹ جائے اور قوم غرق ہو جائے صرف یہ نہیں اگرچہ یہ واقعات بھی ہوتے ہیں۔ زلزلہ جو آیا تھا زمین پھٹی تھی' بہت بڑا عذاب تھا وہ جو دو سال پہلے آیا تھا قوم کے لیے بہت بڑی نصیحت تھی لیکن قوم نے اس سے عبرت حاصل نہیں کی اور جو کچھ حالات گزرے زلزلہ زدہ لوگوں کے ساتھ وہ اگر آپ سنیں تو آپ سوچیں گے

کہ یہ مسلمانی تو اپنی جگہ انسانیت کا اظہار بھی اس قوم نے اس موقعے پر نہیں کیا۔ جس طرح سے لوٹ مار کی، جس طرح سے لڑکیوں کو اغوا کیا، جس طرح سے زلزلہ زدہ لوگوں کے لیے آئی ہوئی امداد کو خورد برد کیا کوئی مخفی باتیں نہیں ہیں ایک ایک بات اخباروں میں آئی ہوئی ہے اس سے کوئی متاثر نہیں ہوئے بعد میں یہ لال مسجد کا واقعہ پیش آیا تو اس کے بعد اللہ کا غضب زیادہ جوش میں آیا۔ میں سوچ رہا تھا میرے ذہن میں ایک بات آ رہی تھی جب انسان کسی بات کو دکھ اور درد کے ساتھ سوچتا ہے تو خیالات دل و دماغ میں آتے ہیں۔

ناقۃ اللّٰہ سے تشبیہ

لال مسجد میں جب بچیوں پر ظلم ہوا ہے وہ ناقۃ اللّٰہ سے کم نہیں تھیں۔ میرا فقرہ یاد رکھنا، جن بچیوں کو جلا کر بھسم کیا گیا وہ ناقۃ اللہ سے کم نہیں تھیں اور قرآن کریم کی، حدیث کی اور دینی کتابوں کی جو بے ادبی ہوئی وہ تو ہر کوئی کہہ سکتا ہے کہ وہ تو ناقۃ اللّٰہ سے لاکھ ہا درجے افضل تھیں۔ قرآن کریم بھی جلائے گئے اور اس کے اوراق اٹھا کر گٹروں میں ڈالے گئے، گندے نالوں میں بہائے گئے عام اخباروں میں آیا یہ کوئی سینہ بہ سینہ خبر نہیں اگر کوئی چاہے کہ اس کی تصدیق پیش کریں تو اس وقت کے سارے اخبار اس بات کے گواہ ہوں گے، رسالوں کے اندر اس کے بارے میں مضمون آئے۔

قرآن کریم کی توہین ہوئی، اللہ کے شعار کی توہین ہوئی کتاب اللّٰہ۔ اللہ کی صفت ہے اور اللہ کے شعار میں سے سب سے عظیم شعار ہے۔ بچیوں کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی آپ کے سامنے، کتاب اللہ کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ بھی آپ کے سامنے اس کے بعد قوم اس عذاب میں شدت کے ساتھ مبتلاء ہوئی۔

ہم کس عذاب میں مبتلا ہیں

وہ عذاب کون سا ہے؟ حدیث شریف پڑھنے والے جانتے ہیں کہ سرور کائنات ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کیں تھیں جن میں سے دو تو قبول ہوئی تھیں

اور ایک اللہ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ یہ قبول نہیں ہے۔

ان میں سے ایک دعاء تو یہ تھی کہ ساری کی ساری امت قحط میں مبتلاء ہو کر بھوک پیاس سے نہ مرے۔ اللہ نے فرمایا ٹھیک ہے۔

اور دوسری دعاء یہ تھی کہ کافر اس امت کے اوپر ایسے مسلط نہ ہو جائیں کہ ان کے مرکز کو مباح سمجھ لیں اور ان کی ساری جماعت کو ملیا میٹ کر دیں۔ مسلمانوں کی جماعت کو ملیا میٹ کر دیں اور ان کے مرکز کو بھی مباح سمجھ لیں۔ اللہ نے کہا کہ ایسے نہیں ہو گا چاہے دنیا کے سارے کافر اکٹھے ہو جائیں امت مسلمہ کو مٹا نہیں سکیں گے۔ حدیث کی بہت ساری کتابوں کے اندر یہ روایت موجود ہے مشکوۃ میں بھی ہے اور باقی کتابوں میں بھی ہے۔ یہ دو دعائیں تو اللہ نے قبول کر لیں اور تیسری دعاء تھی کہ میری امت آپس میں نہ لڑے۔ ان کی آپس میں لڑائی نہ ہو۔ اللہ نے فرمایا ایسا نہیں ہو گا لڑیں گے آپس میں اور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ میری امت پر عذاب آئے گا تو یہی آئے گا آپس میں لڑنے کا عذاب' آپس میں لڑنے کا عذاب امت پر آئے گا۔ چنانچہ جب بھی امت نے کسی قسم کی غلطی کی ہے تو آپس میں اس کو خون ریزی کے اندر مبتلاء کر دیا۔ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصہ سے شروع کروں اور آگے اس کو کہاں تک لے جاؤں آپ کے سامنے واقعات بیان کرتے ہوئے۔ بتائیں کتنی دفعہ امت اس عذاب کی لپیٹ میں آئی لیکن یہاں تو پھر ایسا عذاب آیا ہے کہ بڑھتے بڑھتے انتہاء کو پہنچتا گیا۔ ناقۃ اللّٰہ کی توہین کی وجہ سے قوم ثمود کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔

سرور کائنات ﷺ کے سورۃ الشّمس کی طرف متوجہ کرنے کی وجہ

سرور کائنات ﷺ متوجہ کر رہے ہیں کہ اس سورۃ کو بار بار پڑھ کر سوچو سمجھ جاؤ۔ اس میں تمہارے لیے فائدہ ہے اللہ کے سامنے رو دھو لو' معافی مانگ لو' اپنے حالات ٹھیک کر لو ورنہ پھر یاد رکھو! جس طرح سے قوم ثمود کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی تھی کہیں تمہاری بھی اینٹ سے اینٹ نہ بجا دی جائے ہو سکتا ہے کہ سرور کائنات ﷺ اس

مفہوم کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہوں۔ یہ تو میں نے اس خواب کے متعلق تذکرہ کیا اور اس کی مناسبت سے سورۃ والشمس کے اس مفہوم کی طرف آپ کو متوجہ کر دیا یہ ساری باتیں اسی وقت میرے دماغ میں گھومی تھیں اور میں نے اشارۃً اسی دن سوموار کی صبح دورے والی جماعت میں اس کا تذکرہ کیا تھا اور آج میں نے اس کو کھول کر آپ کے سامنے بیان کر دیا۔

باطل کا گٹھ جوڑ

لیکن جو اصل بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ آج ابھی ابھی تھوڑی دیر پہلے الخیر رسالہ آیا ہے میرے پاس' میں نے اس کی ورق گردانی کی جو بات میں سوچ بیٹھا تھا کہ مغرب کے بعد طلباء سے کہنی ہے تو حضرت مولانا قاری محمد حنیف صاحب مدظلہ نے اس بات کی طرف متوجہ کیا ہوا ہے کہ مدارس کے متعلق دہشت گردی کی ایک نئی لہر آ رہی ہے اور اس بارے میں اہل مدارس کو محتاط ہو جانا چاہیے۔

اہل مدارس کے متعلق دہشت گردی کی ایک نئی لہر آ رہی ہے اور اس سے پہلے "الحسن" رسالہ آیا ہے آج ظہر کے بعد اس کا مطالعہ کر رہا تھا اور وہاں بھی علماء کا اجتماع ہوا اور اس اجتماع کے اندر بھی اس بات کے اوپر انتہائی دکھ کا اظہار کیا کہ ایک مخصوص طبقہ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کے لیے خصوصیت کے ساتھ حکومت کو اہل مدارس کے خلاف برانگیختہ کرنے کے لیے مستقل کام کر رہا ہے اور وہ مخصوص طبقہ کون ہے۔ وہ آپ سمجھتے ہی ہیں جو آج کل یہ کام کرتے پھرتے ہیں کہ پاکستان بچاؤ' پاکستان بچاؤ جس کا مفہوم یہ ہے کہ دیوبندیوں کو مارو۔ تب جا کر پاکستان بچے گا اور اخباروں میں اس بارے میں آ رہا ہے کہ جنوبی پنجاب کے مدارس میں بھی آپریشن ہو سکتا ہے یہ بھی ہٹ پر ہیں اور حکومت ان پر نظر رکھے ہوئے ہے اور جنوبی پنجاب یہی ہے جس میں ہم رہتے ہیں اور ریاست بہاولپور ہو گئی' رحیم یار خان کا علاقہ ہو گیا جنوبی پنجاب یہی کہلاتا ہے اور اس کے ساتھ انڈیا کی سرحد لگتی ہے۔ یہ وہ طبقہ جو اس بارے میں برانگیختہ کرتا پھرتا ہے

وہ بھی چھپا ہوا نہیں باہر دیواروں پر اشتہار لگے ہوئے ہیں آپ پڑھ لیں وہ طبقہ سارے کا سارا جو مسلکاً ...... سے تعلق رکھتا ہے اور وہ اس موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے پوری حکومت کو برانگیختہ کر رہا ہے' دیوبندی مدارس کے خلاف کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ حکومت سے فائدہ اٹھا کر ان کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے اور یہ بات حکومت کے بھی علم میں ہے اور حکومت بھی جانتی ہے کہ حق کے لیے لڑنا مرنا جو کچھ بھی ہے یہ علماء دیوبند کے فرقے میں ہے۔

وہ علاقے جہاں اس وقت مزاحمت جاری ہے اور اللہ بہتر جانتے ہیں کہ کیا حالات گزرتے ہیں۔ ہم ان میں نہ حکومت کے حامی ہیں نہ دوسرے فریق کے حامی ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعاء کرتے ہیں کہ دونوں فریقوں کو اللہ عقل دے قتل مسلم بہر حال دونوں طرف ہو رہا ہے۔

فوجی آپریشن کے نقصانات

کون مجبوری کے درجے میں کر رہا ہے۔ اور کون کسی کی سازش میں آ کر کر رہا ہے یہ فیصلہ اللہ خود کرے گا خبریں سن کر فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ خبروں میں بہت جھوٹی باتیں آتی ہیں۔

بہرحال ہم یہ کہتے ہیں کہ آپریشن بند ہونا چاہیے اور مذاکرات کے ساتھ مسئلے کو حل ہونا چاہیے یہ خونریزی اور یہ قتل و غارت یہ مسئلہ کا حل نہیں ہے۔

پھر افسوس ناک خبر یہ ہے کہ فوج بھی اپنے ملک کی' اسلحہ بھی اپنے ملک کا اور مر بھی اپنے لوگ رہے ہیں اگر فوجی مرتا ہے وہ بھی ہمارا نقصان ہے' غیر فوجی مرتا ہے وہ بھی ہمارا نقصان ہے۔ ایک فوجی تیار کرنے میں کتنا خرچ ہوتا ہے اس کے اوپر کتنی محنت ہوتی ہے اور اگر وہ ایک فوجی مرتا ہے تو بھی پورے ملک کا نقصان ہے اور اسلحہ ضائع ہو رہا ہے پورے ملک کا نقصان ہے اور اگر عوام مرتے ہیں چاہے بچے مریں' چاہے عورتیں مریں' چاہے بوڑھے مریں یہ بھی ملک کا نقصان ہے ہر لحاظ سے۔ کوئی حق پر ہو

کوئی باطل پر ہو اس سے قطع نظر نقصان بہر حال دونوں طرف سے ملک کا ہو رہا ہے اور آئے دن حالات اتنے خراب ہوتے جا رہے ہیں کہ ہم جب لڑ لڑ کے آپس میں کمزور ہو جائیں گے دشمن کو آگے بڑھنے کا حوصلہ ہوگا پھر آپ دشمن کی مذاحمت نہیں کر سکیں گے۔ خدا تعالیٰ محفوظ رکھے کہیں ایسا نہ ہو کہ بھارت تاڑ میں بیٹھا ہو کہ جب ان کی فوج اور عوام آپس میں لڑ لڑ کے کمزور ہو جائیں گے تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ سرحد عبور کر کے ادھر کو آ جائیں گے یہ خطرہ بہر حال پاکستان کے اوپر موجود ہے اور ہم دعاء کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس خطرے سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

یہ ہے ہمارا مؤقف کہ قتل مسلم بہر حال نقصان دہ ہے فوجی مر جائے تو ہمارا نقصان عوام میں سے کوئی مر جائے تو ہمارا نقصان یہ آپریشن بند ہونا چاہیے اور یہ خاص طور پر یہ امریکہ کے دباؤ کے تحت کیا جا رہا ہے جیسے ایک ایک اخبار بول رہا ہے یہ کوئی مخفی بات نہیں ہے تو کسی دوسرے کے کہنے پر اپنے ہی لوگوں کو مارنا یا آپس میں لڑنا یہ کوئی عقل مندی نہیں یہ آپریشن ختم ہونا چاہیے۔

بہر حال نقصان ملک کا ہے اور دعاء کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس ملک کی حفاظت فرمائے اور یہ مسلمان کا خون جو بالکل پانی کی طرح بہہ رہا ہے اس سے اللہ تعالیٰ نجات دلائے۔ (آمین)

فرقہ وارانہ فسادات ایک بڑا عذاب

جس کی نشاندہی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپس میں فرقہ وارانہ فسادات اور اس فساد کو برپا کرنے کے ساتھ ملک میں رہے گا کچھ بھی نہیں۔ گھر گھر لڑائی، گلی گلی میں لڑائی، شہر شہر میں لڑائی ہوگی یہی خطرہ سر کے اوپر گھوم رہا ہے تو اس کے لیے بھی دعاء کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ عقل دے پاکستان کے باشندوں کو اور اس قسم کے تعصبات پھیلا کر چاہے وہ صوبائی تعصب ہو، چاہے وہ لسانی تعصب ہو، چاہے وہ نظریاتی تعصب ہو، آج ان تعصبات کو بھڑکا کر آپس میں لڑانا یہ ملک کو تباہ کرنے والی بات ہے وہ تو خیر

ایک عمومی مسئلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھیں۔

خواب کے تناظر میں کرنے کا کام

خواب کا تذکرہ اس لیے کر دیا کہ سب کے علم میں یہ بات آ جائے کہ ہو سکتا ہے اللہ کی جانب سے حضور ﷺ کی وساطت سے چونکہ خواب بھی ایک ذریعہ ہے ورنہ بیداری میں ایسی بات نہیں ہو سکتی اگر خواب میں اس قسم کی بات ہو تو زیادہ توبہ استغفار کریں اور اپنے حالات کی اصلاح کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین.

الله
نور السمٰوٰت والارض

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید

ابا احد من رجالکم

ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین

صدق اللہ العظیم

محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے، لیکن رسول ہے اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر

ترجمہ قطب العالم شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن قدس سرہٗ

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

میں "خاتم النبیین" ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں،

کتبہ العقیر نفیس الحسینی غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ ○ ادارہ النفائس ○ کریم پارک لاہور

واعف عنا واغفر لنا وارحمنا

(اے ہمارے ربّ!)

ہمیں معاف فرما اور ہماری مغفرت فرما اور ہمارے اوپر رحم فرما

ورفعنا لک ذکرک
۱۳۹۷ھ
اور بلند کیا ہم نے مذکور تیرا
ان شانئک ھو الابتر
بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام و نشان ہے

اللّٰھمّ صلّ علیٰ محمّد وعلیٰ آل محمّد
کما صلّیت علیٰ ابراہیم وعلیٰ آل ابراہیم
انّک حمید مجید
اللّٰھمّ بارک علیٰ محمّد وعلیٰ آل محمّد
کما بارکت علیٰ ابراہیم وعلیٰ آل ابراہیم
انّک حمید مجید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صلوا علیہ وآلہ

اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید ہے یہ

کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں

مروں تو کھائیں مدینے کے مجھ کو مور و مار

اُڑا کے بادِ مری مُشتِ خاک کو پسِ مرگ

کرے حضور کے روضے کے آس پاس نثار

اقتباس قصیدۂ بہاریہ حجۃ الاسلام نانوتویؒ

کتبہ الفقیر نفیس الحسینی ۱۴۰۲ھ